جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء / جمادی الاولیٰ تا رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

"مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی جو اپنے عقائد میں سخت متشدد ہیں، مگر اس کے باوجود مولانا صاحب کا علمی شجر اس قدر بلند درجہ کا ہے کہ اس دور کے تمام عالمِ دین اُس کے سامنے پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ اس احقر نے بھی آپ (فاضل بریلوی) کی متعدد کتابیں، جس میں احکامِ شریعت اور دیگر کتابیں بھی شامل ہیں اور نیز یہ کہ مولانا کی زیرِ سرپرستی ایک ماہ وار رسالہ "الرّضا" بریلی سے نکلتا ہے، جس کی چند قسطیں بغور و خوض دیکھی ہیں، جس میں بلند پایہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔"

(سید سلیمان ندوی، ماہنامہ "ندوہ" اکتوبر ۱۹۶۴ء ص ۱۷)

**بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب**

**پیشکش:۔ محمد احمد ترازی**

R.N.I. REGISTRATION NO. : 71248/99

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی ترویج کا علمی علم بردار

# سہ ماہی افکارِ رضا ممبئی

جولائی تا ستمبر ۲۰۰۴ء جلد ۱۰ شمارہ ۳ (۳۷) جمادی الاولیٰ تا رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

مدیر: محمد زبیر قادری

منیجر: محمد اسحٰق برکاتی

*Distributed in Pakistan By :*

**Markazi Majlis-e-Riza**

P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

*Distributed in England By :*

**THE ISLAMIC TIMES**

C/o. 138, Northgate Road,

Edgeley, Stockport, SK3 9NL ENGLAND

*Distributed in Australia By :*

**SHEHZAD ALI**

P.O. Box: 51, Lurnea 2170,

NSW, AUSTRALIA

رابطہ کا پتہ:

Correspondence Address:

***Tehreek-e-Fikr-e-Reza***

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

آفس کا پتہ:

**Office Address:**

95, Undria Street (Chowki Mohalla), Mumbai - 400 008 India

فون: *5600 8260*

**Website: www.fikreraza.net Email: editor@fikreraza.net**

پرنٹر پبلشر محمد اسحٰق محمد عمر نے پرنٹ ویل پرنٹنگ پریس 18، شنگاٹ گلی، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400008 سے چھپوا کر دفتر 167 ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 008 400 سے شائع کیا۔

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

# متوسلینِ رضا



''حضرت محترم امام احمد رضا خان الافغانی الہندی کے ان مسودات کی زیارت کا مجھے موقع ملا ہے کہ جو سائنس سے متعلق ہیں اور ہنوز زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں۔ اُن کی ایک ہزار کتابوں پر غور کرتا ہوں اور موضوعات کے تنوع پر فکر کرتا ہوں تو ذہن میں یہی آتا ہے کہ یہ لازماً ایک جنیاتی ساعت خوش کا مظہر ہے کہ ایک جینئس انسان عالمِ ظہور میں آیا جس نے ماحول اور معاشرے میں انقلاب برپا کیا''۔

(حکیم محمد سعید، ہمدرد فاؤنڈیشن، پاکستان۔ بحوالہ ''مجلہ امام احمد رضا کانفرنس'' ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء)

# یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہر دیدار مشتاق ہے ہر نظر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے
چاندنی رات ہے اور پچھلا پہر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

سدرۃ المنتہیٰ، عرش و باغ ارم، ہر جگہ پڑ چکا ہے نشانِ قدم
اب تو اک بار اپنے غلاموں کے گھر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

شامِ امید کا اب سویرا ہوا، سوئے طیبہ نگاہوں کا ڈیرا ہوا
بچھ گئے راہ میں فرش قلب و جگر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

جلوہ گر سامنے پیکر نور ہو، منکروں کا بھی سرکار شک دور ہو
کر کے تبدیل اک دن لباس بشر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

تا ابد اپنی قسمت پہ نازاں رہیں، خاک ہو جائیں پھر بھی فروزاں رہیں
دل کی بزم تمنا میں اک بار گر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

دل کا ٹوٹا ہوا آبگینہ لیے، شعلۂ عشق کا طور سینا لیے
کتنے گھائل کھڑے ہیں سرِ رہ گزر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

آخری وقت ہے ایک بیمار کا، دل مچلنے لگا شوق دیدار کا
بجھ نہ جائے کہیں یہ چراغ سحر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

آج محشر میں محبوب کی دھوم ہو، شانِ عز و کرم سب کو معلوم ہو
یوں لٹاتے ہوئے رحمتوں کا گہر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

شام غربت ہے اور شہر خاموش ہے، ایک ارشد اکیلا کفن پوش ہے
خوف کی ہے گھڑی، وقت ہے پُر خطر، دونوں عالم کے سرکار آجایئے

علامہ ارشد القادری

# حدیث نور کے ماخذ کی بازیابی

## (حدیث کی مشہور کتاب "مصنف عبدالرزاق" کا مخطوطہ دریافت کرلیا گیا)

اس کتاب کے مصنف حافظ الحدیث امام ابو بکر عبدالرزاق بن ہمام قدس سرہٗ (۱۲۶ھ۔ ۲۱۱ھ) جلیل القدر محدث ہیں، آپ حضرت امام مالک (تابعی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استاد اور امام بخاری و مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دادا اُستاد ہیں، آپ نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے "حدیث نور" روایت کی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خواہ مخواہ کی چڑ رکھنے والے لوگوں نے اسے گیارہ جلدوں میں شائع کیا، مگر ہاتھ کی صفائی سے "حدیثِ نور" کو اس میں سے غائب کر دیا اور بغلیں بجاتے ہوئے ہر جگہ مشہور کر دیا کہ جناب اہل سنت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل الخلق نور ہونے پر جس حدیث سے استدلال کرتے رہے، مصنف عبدالرزاق میں تو وہ حدیث موجود ہی نہیں ہے۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

یہ خبر پا کر اہل ایمان کے دلوں میں فرحت و مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے کہ عالم اسلام کی عظیم علمی و روحانی شخصیت فضیلۃ الشیخ محمد عیسیٰ بن مانع الحمیری (سابق وزیر اوقاف دوبئی) اور محقق اہل سنت علامہ محمد عباس رضوی (اے آر وائی، قرآن ٹی وی فیم) کی جستجو سے "مصنف عبدالرزاق" کا مخطوطہ افغانستان سے دستیاب ہوا ہے۔ جس میں "تخلیق نور محمدی" پر مستقل باب اور "حدیث نور" کم و بیش پانچ سندوں کے ساتھ درج ہے۔ فالحمدللہ! (ماہنامہ "اہل سنت" گجرات، پنجاب، پاکستان، شمارہ اگست ۲۰۰۴ء)

کیا ہی اچھا ہو کہ کوئی اشاعتی ادارہ اس مخطوطہ کو اس کی شایان شان اشاعت کا اہتمام کر دے۔

منفرد شاعر جناب سید محمد عارف محمود مہجور رضوی (گجرات، پاکستان) نے "حدیث نور" کی سال دریافت کا ہجری مادہ تاریخ "مخزن حدیث جابر" (۱۴۲۵ھ) تجویز فرمایا ہے۔ اور درج ذیل فی البدیہہ کلام بصورت رباعی سے نوازا ہے۔

منکرین مصطفےٰ نادم ہوئے — مل گیا ماخذ حدیث نور کا
اہل ایماں کی خوشی ہے دیدنی — پوچھیے نہ ولولہ مہجور کا

# ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ (قسط ۱۲)

از: ڈاکٹر صابر سنبھلی ، سیف خان سرائے، سنبھل، ضلع مراد آباد یو۔ پی

## سورۃ الاحقاف

آیت ۴: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرمایا۔

"تو کہہ بھلا دیکھو تو جس کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے دکھلاؤ تو مجھ کو انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا اُن کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی عِلم جو چلا آتا ہو اگر ہو تم سچے"

یہ صدیوں پرانا ترجمہ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ہی ہے۔ جناب علامہ نے اس کے چند الفاظ میں تصرّف فرمایا ہے اور بس۔ اس دعوے کی دلیل خود شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ ہے۔ جو حسب ذیل ہے۔

"تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھاؤ تو انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا کچھ اُن کا ساجھا ہے آسمانوں میں لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا چلا آتا کوئی عِلم اگر ہو تم سچے"

اور امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

"تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا ذرہ بنایا یا آسمانوں میں اُن کا کوئی حصہ ہے میرے پاس لاؤ اس سے پہلی کوئی کتاب یا کچھ بچا کھچا علم اگر تم سچے ہو"

آیت ۲۴: جناب علامہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ فرمایا۔

"پھر جب دیکھا اُس کو ابر سامنے آیا اُن کے نالوں کے بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا کوئی نہیں یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے ہوا ہے جس میں عذاب ہے دردناک"

یہ ترجمہ بھی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ترجمے کا چربہ ہے۔ چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ۔ شاہ صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔

"پھر جب دیکھا اُس کو ابر سامنے آیا اُن کے نالوں کے بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا کوئی نہیں یہ وہ ہے جس کی تم شتابی کرتے تھے ہوا ہے جس میں دُکھ کی مار ہے"

اب امام احمد رضا فاضل بریلوی کا بغیر کسی تیاری کے فوری طور پر لکھایا ہوا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

"پھر جب انہوں نے عذاب کو دیکھا بادل کی طرح آسمان کے کنارے میں پھیلا ہوا اُن کے وادیوں کی طرف آتا بولے کہ یہ بادل ہے کہ ہم پر برسے گا بلکہ یہ تو وہ ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب"

آیت ۳۲: جناب علامہ نے اس آیت شریفہ کا یہ ترجمہ رقم فرمایا۔

''اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے بُلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اُس کا اُس کے سوائے مددگار وہ لوگ بھٹکتے ہیں صریح''

''اللہ کے بلانے والے'' سے جناب علامہ کی کیا مراد ہے یہ وہی جانتے ہوں گے۔ ہا اگر ''اللہ کی طرف بلانے والا'' ہوتا تو بات سمجھ میں آتی۔ پھر زمین میں بھاگ کر کوئی کسی کو کیسے تھکا سکتا ہے یہ بات بھی وہی جانتے ہوں گے یا پھر اُن کے عقیدت منداس کی صراحت کر سکتے ہیں۔ بھاگنے والا خود تھکے گا یہ بات تو واقعی ہے مگر جناب علامہ بھاگنے والے کے غیر کے تھکنے یا نہ تھکنے کی بات کر رہے ہیں جو عام فہم نہیں۔

لیکن مشکل یہی ہے کہ جناب علامہ، شاہ صاحب کے ترجمے میں کسی تسہیل یا اضافے کے اہل نہ تھے۔ انہیں تو اُن کے چاہنے والوں نے ''ہو ہو'' کر کے زبردستی مچان پر بٹھادیا تھا، کھیت کی رکھوالی اُن کے بس کی بات نہیں تھی۔ شاہ صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

''اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے بلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اُس کو اُس کے سوا مددگار وہ لوگ بھٹکے ہیں صریح''

امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ جناب صدرالشریعہ کو قلم بند کرایا۔

''اور جو اللہ کے منادی کی بات نہ مانے وہ زمین میں قابو سے نکل کر جانے والا نہیں اور اللہ کے سامنے اُس کا کوئی مددگار نہیں وہ کھلی گمراہی میں ہیں''

## سورۂ محمّد (ﷺ)

آیت ٦: جناب علامہ محمود الحسن کے نسخے میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح درج ہے۔

''اور داخل کرے گا اُن کو بہشت میں جو معلوم کرادی گئی ہے اُن کو''

آخری فقرہ ''جو معلوم کرادی گئی ہے اُن کو'' خلاف روز مرّہ ہے۔ ہوسکتا ہے شاہ صاحب کے عہد میں اس کا رواج رہا ہو۔ جناب علامہ کے عہد کی کسی کتاب میں اس طرح کا فقرہ نہیں ملا۔ واضح ہو کہ یہ ترجمہ ایک لفظ کے حذف کے ساتھ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ہی ہے۔ شاہ صاحب نے ''وہ اُن کو'' لکھا تھا، جس سے جناب علامہ نے لفظ ''وہ'' حذف فرمادیا۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا تھا۔

''اور انہیں جنت میں لے جائے گا انہیں اُس کی پہچان کرادی ہے''

آیت ١٧: جناب علامہ نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح قرآن کریم میں درج فرمایا۔

''اور جو لوگ راہ پر آئے ہیں اُن کو اور بڑھ گئی اُس سے سوجھ اور اُن کو ملا اُس سے بچ کر چلنا''

صاف معلوم ہوتا ہے کہ بالکل ابتدائی عہد کی اردو ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ

کے ترجمے میں علامہ نے صرف ایک لفظ میں تصرف فرمایا ہے۔ شاہ صاحب نے ''اور بڑھی اُس سے'' تحریر فرمایا تھا، جناب علامہ نے ''اور بڑھ گئی اُس سے'' کردیا۔ اپنے عہد کے یا بعد میں آنے والوں کے روز مرّہ کا بالکل خیال نہیں رکھا۔ امام احمد رضا نے حضرت صدر الشریعہ کو یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اور جنھوں نے راہ پائی اللہ نے اُن کو ہدایت اور زیادہ فرمائی اور اُن کی پرہیزگاری انہیں عطا فرمائی''

## سورۃُ الفتح

آیت ۵: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس آیت کریمہ کے ایک جز کا ترجمہ یوں تحریر فرمایا۔

''اور اُتار دی اُن پر سے اُن کی بُرائیاں''

بحالتِ موجودہ ترجمے کی زبان قابلِ اعتراض ہے۔ ''بُرائیاں'' جمع ہے اور فعل ''اُتار دی'' واحد۔ یا تو ''بُرائیاں اُتار دیں'' ہونا چاہیے تھا یا ''بُرائی اُتار دی'' ہوتا۔ مگر ان دونوں میں سے کوئی صورت یہاں نہیں ہے۔ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے اس آیت شریفہ کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

''اور اُتار دے اُن سے اُن کی برائیاں''

شاہ صاحب کے اس ترجمے پر قواعدِ زبان کی رُو سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کو نہایت جامع ترجمہ کہا جانا چاہیے؛ لیکن جناب علامہ، شاہ صاحب کے ترجمے سے متفق نہ ہوئے۔ حالانکہ اس ترجمے میں نہ تو تفہیم کے لحاظ سے کوئی کمی تھی اور نہ کوئی لفظ متروک تھا، جس کو جناب علامہ کے لیے حسبِ وعدہ یا حسبِ اعلان بدلنا ضروری ہوتا، مگر انہیں کچھ نہ کچھ اپنا کام بھی دکھانا ضروری تھا۔ اور جہاں جہاں جناب علامہ نے شاہ صاحب کے ترجمے سے چھیڑ چھاڑ کی ہے وہاں کچھ نہ کچھ بگاڑ ضرور کر بیٹھے ہیں۔

امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔ ''اور اُن کی بُرائیاں اُن سے اُتار دے''

امام احمد رضا فاضل بریلوی اور شاہ عبدالقادر علیہما الرحمہ کے ترجمے پڑھنے کے بعد ایک بات خیال میں آتی ہے کہ ہوسکتا ہے جناب علامہ نے بھی ''اُتار دے'' ہی لکھا ہو۔ مگر اُن کے عہد میں یائے مجہول اور یائے معروف کے املا میں خاص و عام بھی بے احتیاطی سے کام لیتے تھے۔ ممکن ہے ''اُتار دی'' کسی کاتب کا سہو ہو۔ اگر ایسا ہے تو جناب علامہ کی خطا کافی ہلکی ہوجاتی ہے۔ مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم رہے گا کہ جب شاہ صاحب کے ترجمے میں کوئی خامی نہیں تھی تو جناب علامہ کو دخل اندازی کی سوجھی ہی کیوں؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ دنیا کی ایک دولت مند حکومت نے بار بار اس کی اشاعت کی۔ کیا اس اشاعتِ کثیرہ سے پہلے ایسی خامیوں کو دور کرنا ضروری نہیں تھا؟ قیاس کہتا ہے کہ سعودی حکومت کو ترجمہ مکمل تصحیح کے بعد ہی دیا گیا ہوگا۔ افسوس کہ یہ غلطی ندوہ کے ایک سپوت علی میاں کو بھی نظر نہ آئی۔ جنھوں نے اس کو اردو زبان کا سب سے اچھا ترجمہ قرار دیا تھا۔

لیکن آخر کار پول کھل ہی گئی۔ سعودی حکومت کے بعض وفادار اچھے اردو داں بھی ہیں۔ انہوں نے ضرور اس ترجمے کو پرکھا ہوگا۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اب سعودی عرب کی بادشاہت حُجاج کرام کو یہ ترجمہ تقسیم نہیں کرتی۔ یہ اس کا واضح ثبوت ہے۔

آیت ۱۰: جناب علامہ نے اس کے ایک جُز کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔

"پھر جو کوئی قول توڑے توڑتا ہے اپنے نقصان کو"

کیا اس ترجمے سے کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوسکتا کہ قول توڑنے والا اپنے نقصان کو بھی توڑ رہا ہے۔ نقصان کو توڑنے کا یہ مطلب بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ نقصان کو کم یا ختم کررہا ہے۔ یہ تو اچھی بات ہے کہ نقصان میں کمی ہورہی ہے۔ ہر شخص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ فائدے میں کمی نہ ہو۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس حصۂ آیت کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"پھر جو کوئی قول توڑے سو توڑتا ہے اپنے بُرے کو"

حق یہ ہے کہ آیت کے مذکورہ جُز کا اس سے بہتر ترجمہ نہیں ہوسکتا تھا۔ جناب علامہ نے دخل اندازی کرکے سراسر ترجمے کی تخریب کی ہے۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی نے حضرت صدر الشریعہ کو فوری طور پر اس حصۂ آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"تو جس نے عہد توڑا اُس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا"

آیت ۱۴: جناب علامہ نے اس آیت شریفہ کا حسب ذیل ترجمہ زیب قرطاس فرمایا۔

"اور اللہ کے لیے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا بخشے جس کو چاہے اور عذاب میں ڈالے جس کو چاہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان"

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"اور اللہ کا راج ہے آسمانوں کا اور زمین کا بخشے جس کو چاہے اور مار دے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان"

جناب علامہ نے اس آیت پاک کے ترجمے میں غور وفکر کے بعد واقعی کچھ ترقی کی ہے۔ امام احمد رضا نے فی الفور یہ ترجمہ رقم کرایا۔

"اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

## سورۃ الحُجُرات

آیت ۶: علامہ محمود الحسن صاحب آیت کے ایک حصے کا ترجمہ یوں ارقام فرماتے ہیں۔

''اے ایمان والو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کرلو''

جناب علاّمہ نے ''فاسِق'' کا ترجمہ ''گنہگار'' کیا ہے۔ یہ ایک دم غلط تو نہیں مگر اس موقع کے لیے قطعی درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب علاّمہ کو اردو الفاظ کے استعمال پر عبور حاصل نہیں تھا، ورنہ اس موقع پر ''فاسِق'' کا ترجمہ ''گنہگار'' نہ کرتے۔

اولادِ آدم میں معصوم صرف انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ اکثریت اور بھاری اکثریت اُن لوگوں کی ہے جو گناہ گار ہوتے ہیں۔ رہے اولیائے کرام تو وہ گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں؛ لیکن اُن کی تعداد بھی غیر محفوظ اکثریت کے مقابلے میں اقل قلیل ہے۔ اب غور کیجیے کہ اگر علاّمہ کے ترجمے پر عمل کیا جائے تو کیسی دشواری کا سامنا ہوگا کہ کسی کی بات کا اعتبار ہی نہیں کرسکتے اور اگر اعتبار کریں تو حکمِ خداوندی کی مخالفت ہوگی۔

جناب علاّمہ نے شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کو نقل کرتے ہوئے اس پیش آئندہ مشکل پر غور نہیں کیا۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کو اپنے عہد کی کج مج زبان میں لفظ ''فاسق'' کا یہی بدل اچھا معلوم ہوا۔ جب کہ اس کا ترجمہ نافرمان، جھوٹا، بدکار، بدکردار جیسے الفاظ سے کیا جاسکتا تھا۔ حالانکہ ہمارے عہد میں اس کی ضرورت نہیں ہے اور علاّمہ کے عہد میں بھی نہیں تھی۔ اس لیے کہ ''فاسق'' لفظ کا مفہوم اردو میں کسی دوسرے لفظ سے ادا نہیں ہوتا۔ البتہ قرآن کا ہر قاری ''فاسق'' کے مفہوم کو سمجھتا ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے یوں ترجمہ رقم فرمایا تھا۔

''اے ایمان والو اگر آوے تم پاس ایک گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کرو''

اور امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کرلو''

چنانچہ رویت ہلال کی شہادت بھی اسی حکم کو مدنظر رکھ کر لی جاتی ہے۔

آیت ۱۳: جناب علاّمہ نے آیت کے ایک جز کا یہ ترجمہ عنایت فرمایا۔

''تحقیق عزت اللہ کے یہاں اُسی کو بڑی جس کو ادب بڑا''

جناب علاّمہ نے شاہ صاحب کے ترجمے میں معمولی سا تصرف کرتے ہوئے ''ادب بڑا'' کو باقی رکھا یہ ''اَتْقٰکُمْ'' کا ترجمہ ہے۔

شاہ صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔ ''مقرر عزت اللہ کے ہاں اُسی کو بڑی جس کا ادب بڑا''

شاہ صاحب کی سمجھ میں ''اَتْقٰکُمْ'' کا ترجمہ ''ادب بڑا'' ہی آیا تو انہوں نے یہی لکھ دیا۔ علاّمہ نے جہاں دو ۲ لفظ اور بدلے تھے اِس کو بھی بدل دیتے؛ مگر شاید اُن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ شاہ صاحب کے لفظ

''ہاں'' کو یہاں سے بدلنا یہ بتاتا ہے کہ جناب علامہ ''ہاں'' بمعنی ''یہاں'' کو متروک سمجھتے تھے۔ جبکہ یہ اب بھی شرفاء کا روزمرّہ ہے۔ اگر علامہ شاہ صاحب کے ترجمے میں آئے ''اُس کو'' کو ''اُس کی'' سے بدل دیتے تو مناسب ہوتا مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ امام احمد رضا نے حضرت صدر الشریعہ کو یہ ترجمہ قلمبند کرایا۔

''بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے''

## سورۂ قٓ

آیت ۳۸: جناب علامہ نے آیت کے ایک حصے کا ترجمہ یوں تحریر فرمایا۔

''اور ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ اُن کے بیچ میں چھ دن میں اور ہم کو نہ ہوا کچھ تکان''

''تکان'' بالاتفاق مؤنث ہے؟ لیکن جناب علامہ اس کو مذکر کی طرح استعمال فرمارہے ہیں۔ شاہ صاحب نے یہ ترجمہ فرمایا تھا۔

''ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو اُن کے بیچ ہے چھ دن میں اور ہم کو نہ آئی کچھ ماندگی''

شاہ صاحب کا ترجمہ صاف ہے؛ لیکن جناب علامہ کو بھی کچھ نہ کچھ کاریگری دکھانی تھی۔ چلیے ٹھیک ہے؛ مگر کسی سے یہ تو پوچھ لیتے کہ ''تکان'' مؤنث ہے یا مذکر۔ امام احمد رضا نے اس حصۂ آیت کا فوری طور پر یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور تکان ہمارے پاس نہ آئی''

## سورۂ الذّٰریٰت

آیت ۱۹: جناب علامہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ ارقام فرمایا۔

''اور اُن کے مال میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا''

جناب علامہ کے اس ترجمے میں ''ہارے ہوئے'' ''مَحْرُوْم'' کا ترجمہ ہے۔ شاہ صاحب کی سمجھ میں اس لفظ کا مرادف ''ہارے'' آیا تو انہوں نے یہی لکھ دیا۔ ہوسکتا ہے کہ اُس زمانے میں ''محروم'' کو ''ہارا'' بھی کہتے ہوں۔ جناب علامہ نے یہ نہ سوچا کہ اُن کے عہد میں محروم کو ''ہارا ہوا'' نہیں کہتے اور بلا تامّل نقل فرمالیا۔ نیز ''سَآئِل'' (واحد) کا ترجمہ شاہ صاحب نے مانگتے کیا تھا۔ جناب علامہ نے اس کو ''مانگنے والوں'' (صیغہ جمع) کرلیا۔ شاہ صاحب کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

''اور اُن کے مال میں حصہ تھا مانگتے کا اور ہارے کا''

امام احمد رضا نے اس کا یہ ترجمہ لکھایا۔

''اور اُن کے مالوں میں حق تھا منگتا اور بے نصیب کا''

آیت ۲۳: علاّمہ صاحب نے آیت کے ایک حصے کا یہ ترجمہ عنایت فرمایا۔

''سو قسم ہے ربِ آسمان اور زمین کی''

''آسمان'' اور ''زمین'' کے مابین ہندی عطف ''اور'' آ گیا۔ لہٰذا ''آسمان'' کی اضافت ''رب'' کے ساتھ تو ہے مگر ہندی عطف بیچ میں آجانے کی وجہ سے ''زمین'' کا مضاف ''رب'' ہونا خلاف قاعدہ ہے۔ اس لیے اس ترجمے کا مفہوم ہوا۔ ''آسمان کے رب کی قسم اور زمین کی قسم'' اور یہ مفہوم درست نہیں۔ یہ غلطی زبان کے غلط استعمال کے سبب راہ پا گئی۔ اگرچہ شاہ صاحب نے بھی بعینہٖ یہی ترجمہ کیا تھا؛ مگر اُن کے عہد کی بات دوسری تھی۔ اُس وقت زبان کے قواعد و ضوابط منضبط نہیں ہوئے تھے۔ مگر اب یہ بات خلاف قاعدہ ہے۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ ارشاد فرمایا۔

''تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم''

اس ترجمے میں فارسی اضافت ہے ہی نہیں۔ اس لیے کوئی خامی نہیں۔

آیت ۳۱: جناب علاّمہ اس طرح ترجمہ نگار ہیں۔

''بولا پھر کیا مطلب ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ''

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ارشاد کا مفہوم کیا ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ فرمایا تھا جس کو جناب علاّمہ نے من وعن نقل فرما لیا۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ لکھایا۔

''ابراہیم نے فرمایا تو اے فرشتو تم کس کام سے آئے''

الحمد للہ کہ بات بالکل واضح ہوگئی۔

## سورۃُ الطور

آیت ۱ و ۲: علاّمہ محمود الحسن صاحب نے ایک لفظ کے تصرف کے ساتھ ان آیتوں کا یہ ترجمہ شاہ صاحب کے ترجمے سے نقل فرمایا۔

''قسم ہے طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی''

شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے پر جناب علاّمہ نے صرف ایک لفظ ''ہوئی'' کا اضافہ فرمایا ہے۔ شاہ صاحب کا ترجمہ ہے۔

''قسم ہے طور کی اور لکھی کتاب کی''

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کتاب بغیر لکھی بھی ہوتی ہے۔ اس ترجمے میں یا تو ''لکھی ہوئی'' زائد ہے یا پھر ''کتاب''۔ شاہ صاحب کی نقل مارتے وقت نہ جانے جناب علاّمہ کی عقل کہاں چلی جاتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے عہد کی اردو سے بھی نابلد تھے۔ امام احمد رضا نے ان آیتوں کا فی الفور یہ

ترجمہ قلم بند کرایا۔

"طور کی قسم اور اس نوشتے کی"

آیت ۹ تا ۱۰: جناب علامہ نے ان آیتوں کے ذیل میں شاہ عبدالقادر صاحب کا یہ ترجمہ نقل فرمایا۔

"جس دن لرزے آسمان کپکپا کر اور پھریں پہاڑ چل کر"

قارئین کرام غور فرمائیں کہ کیا کوئی شے بغیر کپکپائے بھی لرز سکتی ہے یا بغیر لرزے کپکپا سکتی ہے۔ یہ بھی غور طلب ہے کہ کیا کوئی شے ایسی ہے جو بنا چلے ہی جہاں تہاں پھرتی پھرے۔ ایسے تراجم کی زبان پر افسوس کے سوا کچھ نہیں کیا جاسکتا اور مزید افسوس اس بات پر ہے کہ جناب علامہ ایک بڑے مدرسے کے صدر مدرس اور نہ جانے کتنے مولویوں کے اُستاد تھے۔ جب اُستاد کی یہ حالت ہے تو شاگردوں کے علم و عقل کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی بالکل یہی ترجمہ فرمایا تھا؛ مگر ابتدائی عہد کی ابتدائی کوشش میں اس سے زیادہ کی توقع فضول ہے۔ اپنے عہد کے لحاظ سے شاہ صاحب نے بڑا کارنامہ انجام دیا تھا۔

اب امام احمد رضا فاضل بریلوی کے فی الفور لکھائے ترجمے کو ملاحظہ فرمایئے۔

"جس دن آسمان ہلنا سا ہلنا ہلیں گے اور پہاڑ چلنا سا چلنا چلیں گے"

تقریباً سو ۱۰۰ برس پُرانا یہ ترجمہ آج کی اردو کے عین مطابق ہے۔ پڑھے لکھے اور زبان کے مزاج شناس آج بھی اسی طرح بولتے ہیں۔ جیسے اُس کو تکلیف سی تکلیف ہے، آج گرمی سی گرمی، بارش میں نقصان سا نقصان ہوا ہے، زید مغرور سا مغرور ہے وغیرہم۔ یعنی کسی کیفیت کی شدّت کے اظہار کے لیے یہ پیرایۂ بیان ہمارے عہد میں کچھ اور بھی زیادہ رواج پذیر ہوگیا ہے۔

آیت ۱۳: جناب علامہ کا نہایت غور وفکر کے بعد درست کیا ہوا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"جس دن کہ دھکیلے جائیں گے دوزخ کی طرف دھکیل کر"

"دھکیل کر دھکیلنا" چہ معنی دارد؟ یہ شاید جناب علامہ ہی جانتے ہوں یا اُن کے عقیدت مند۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"جس دن دھکیلے جاویں دوزخ کو دھکیل کر"

بات ایک ہی ہے۔ ہوسکتا ہے شاہ صاحب کے عہد میں اسی طرح بولا اور لکھا جاتا ہو اور نہ بھی بولا جاتا ہو تو اس ابتدائی کوشش پر اعتراض ہر لحاظ سے غلط ہوگا۔ اس بات کا بار بار اعادہ کیا جاچکا ہے۔ شاہ صاحب نے جیسا بھی ترجمہ کردیا اُن کا احسان ہے۔ اس کو خطا کہنا بڑی خطا ہے۔ امام احمد رضا نے حضرت صدرالشریعہ کو فوری طور پر یہ ترجمہ املا کرایا۔

''جس دن جہنم کی طرف دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے''

آیت ۲۴: اس آیت کے ایک حصے کا جناب علامہ کا شاہ صاحب کے ترجمے سے نقل کردہ ترجمہ یہ ہے۔

''اور پھرتے ہیں اُن کے پاس چھوکرے''

''چھوکرے'' شرفاء کی زبان نہیں۔ نہ اب ہے نہ جناب علامہ کے عہد میں تھی۔ مگر جناب علامہ کو تو نقل کرنے سے غرض تھی۔ شاید وہ سوقیانہ بازاری زبان اور شرفاء کی زبان کے فرق سے بھی ناواقف تھے۔ اگرچہ جناب شاہ عبدالقادر نے بھی یہی ترجمہ فرمایا تھا مگر فقیر اُن کو خاطی نہیں گردانتا۔ ہوسکتا ہے اس عہد میں دلّی کے گلی کوچوں میں اس لفظ کا چلن ہو۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اور اُن کے خدمت گار لڑکے اُن کے گرد پھریں گے''

آیت ۳۷: شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے اردو نثر کے عہدِ شیر خواری میں اس آیت کا جو ترجمہ کیا تھا اس کو جناب علامہ نے من وعن نقل فرمالیا۔ وہ ترجمہ یہ ہے۔

''کیا اُن کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کے یا وہی داروغہ ہیں''

آیت میں دو ۲ باتیں کہی گئی ہیں اور دونوں کفار مکّہ کے بارے میں ہیں۔ ان کفار کے بارے میں علامہ کے شاگرد اور اُن کے نام نہاد ترجمے کے محشی علامہ شبیر احمد عثانی حاشیے میں رقم طراز ہیں۔

''یعنی کیا یہ خیال ہے کہ زمین و آسمان گو خدا کے بنائے ہوئے ہیں مگر اُس نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے ........ پھر ایسے صاحب تصرف و اقتدار ہو کر وہ کسی کے مطیع و منقاد کیوں بنیں''

علامہ عثانی کے اس حاشیے کے آخری حصے سے مستفاد ہوتا ہے کہ کفار مکّہ کے ''صاحب تصرف و اقتدار'' ہونے کا انکار کیا گیا ہے۔ تو کیا کسی صاحب تصرف و اقتدار کو ''داروغہ'' لکھنا درست ہے؟

امام احمد رضا نے اس آیت شریفہ کا یہ ترجمہ املا کرایا تھا۔

''یا اُن کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا وہ کڑوڑا ہیں''

اس کے حاشیے میں حضرت صدرالافاضل مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

''خودمختار جو چاہے کریں کوئی پوچھنے والا نہ ہو''

لفظ ''کڑوڑا'' کے معنی لغت سے لکھے جاچکے ہیں اب اہل انصاف غور فرمائیں اور بتائیں کہ صاحب تصرف و اقتدار، خودمختار، ایسے جو کچھ بھی کرلیں کوئی باز پُرس کرنے والا نہ ہو کے لیے اردو زبان میں ''کڑوڑا'' سے زیادہ مناسب کون سا لفظ ہے؟ داروغہ کہنا گویا منہ چڑانا ہے۔ ع

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

اب ''فاضل بریلوی کا مشن'' کے مصنف نے جو تاثر دیا ہے کہ امام احمد رضا نے لفظ ''کڑوڑا'' اس

لیے استعمال کیا کہ وہ حضور ﷺ کو جو درجہ دیتے ہیں۔ لفظ ''کڑوڑا'' سے اس کا بھرم رہ گیا اُس کی پول کھل گئی۔ اب مصنف کیا کہیں گے یہاں تو ''کڑوڑا'' مشرکین مکہ کے بارے میں استعمال ہوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا نے جہاں جس لفظ کی ضرورت تھی وہاں وہی استعمال کیا ہے۔ یہاں ''کڑوڑا'' کا ہی محل تھا۔ ''داروغہ'' کے حمایتی ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں۔

نیز قولِ مصنف (کنزالایمان میں ''کڑوڑا'' ۴/جگہ آیا ہے) کے برخلاف یہ لفظ ۶/جگہ آیا ہے۔ ۵/جگہ کی نشان دہی ہوچکی۔ چھٹا مقام سورۂ غاشیہ کی آیت ۲۲ ہے۔ البتہ پانچویں اور چھٹے مقام پر یہ ''وکیل'' کا نہیں ''مُصَیطِرٍ'' کا ترجمہ ہے۔

## سورۃ النجم

آیت ۶۱: علامہ محمود الحسن صاحب اس آیت شریفہ کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے سے اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

''اور تم کھلاڑیاں کرتے ہو''

شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے بھی یہی ترجمہ کیا تھا اور اپنے عہد کی زبان کے مطابق کیا تھا۔ جناب علامہ کو اس کو بنا یہ سوچے کہ ''کھلاڑیاں کرنا'' اُن کے عہد میں مستعمل نہیں من و عن نقل فرما لیا۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ نقل فرمایا۔ ''اور تم کھیل میں پڑے ہو''

## سورۃ القمر

آیت ۱۶: علامہ محمود الحسن صاحب سورۂ ہذا میں متعدد بار آنے والی اس آیت کا یہ ترجمہ فرماتے ہیں۔

''پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا''

جناب علامہ نے لفظ ''نُذُر'' کا ترجمہ کھڑکھڑانا کیا ہے۔ شاہ صاحب نے اس لفظ کا ترجمہ ''ڈرکا'' کیا تھا، جو غالباً ''دھڑکا'' کی ابتدائی شکل ہے۔ ''کھڑکھڑانا'' کے اتنے معنی نکلتے ہیں کہ آج کل کے قاری کا ذہن شاید ہی اس سے ''دھمکانے'' کی طرف منتقل ہو۔ جب کہ دھمکانہ اُن کے عہد میں خوب رائج تھا۔ امام احمد رضا نے آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

''تو کیسا ہوا میرا عذاب اور میری دھمکیاں''

آیت ۲۸: جناب علامہ نے اس آیت شریفہ کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔

''اور سُنا دے اُن کو کہ پانی کا بانٹا ہے اُن میں ہر باری پر پہنچنا چاہیے''

''بانٹا'' بھی بمعنی ''تقسیم کرنا'' نہ آج رائج ہے نہ کل رائج تھا۔ اس کی جگہ پر ''بٹائی'' یا ''بٹائی'' یا بانٹ کا البتہ رواج تھا اور اب بھی ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

''اور سُنا دے اُن کو کہ پانی کا بانٹنا ہے اُن میں ہر باری پر پہنچنا ہے''

جناب علاّمہ کو ''بانٹنا'' متروک معلوم ہوا۔ قربان جایئے اس زباندانی پر جبکہ بانٹنا نہ اُن کے عہد میں متروک تھا نہ آج متروک ہے۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ اپنے قارئین کو مرحمت فرمایا۔

''اور انہیں خبر دے کہ پانی اُن میں حصّوں سے ہے ہر حصّے پر وہ حاضر ہو جس کی باری ہے''

آیت ۳۶: جناب علاّمہ نے یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔

''اور وہ ڈرا چکا تھا اُن کو ہماری پکڑ سے پھر لگے مکرانے ڈرانے کو''

''پھر لگے مکرانے ڈرانے کو'' ہوسکتا ہے کچھ لوگ اس فقرے کا مفہوم سمجھتے ہوں۔ فقیر حقیر صابر سنبھلی کھلے دل اور کھلے ذہن سے اعتراف کرتا ہے کہ جناب علاّمہ کی یہ زبان اس کی فہم سے بہت بلند و بالا ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ ترجمہ فرمایا تھا۔

''اور وہ ڈرا چکا اُن کو ہماری پکڑ سے پھر لگے مکرانے دھڑکا''

جناب علاّمہ نے ''دھڑکا'' کو ''ڈرانے'' سے بدلا۔ یہ اچھا کیا مگر ''مکرانے'' کی وجہ سے پھر بھی مفہوم واضح نہیں ہوا۔ ہوسکتا ہے اس پُرانے لفظ کو جناب علاّمہ بھی نہ سمجھے ہوں ورنہ وہ اس کو بھی بدل دیتے۔ امام احمد رضا نے جناب صدر الشریعہ کو یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اور بے شک اُس نے انہیں ہماری گرفت سے ڈرایا تو انہوں نے ڈر کے فرمانوں میں شک کیا''

آیت ۴۲: اُستاذ الاساتذۂ دار العلوم دیوبند علاّمہ محمود الحسن صاحب نے اس آیت کریمہ کا یہ ترجمہ ارشاد فرمایا۔

''جھٹلایا انہوں نے ہماری نشانیوں کو سب کو پھر پکڑا ہم نے اُن کو پکڑنا زبردست کا قابو میں لے کر''

لگے ہاتھوں اس آیت کریمہ کا شاہ عبدالقادر صاحب کا تحریر فرمودہ ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

''جھٹلائیں ہماری نشانیاں ساری پھر پکڑی ہم نے اُن کو پکڑ زبردست کے قابو میں لے کر''

جناب علاّمہ کے ترجمے کا پہلا فقرہ ''ہماری نشانیوں کو سب کو'' اہل زبان سے داد چاہتا ہے۔ ''نشانیوں کو'' کے بعد ''سب کو'' لاکر جناب علاّمہ نے بڑے بڑے زباندانوں کا ناطقہ بند کردیا۔ کیا دو ۲ بار لفظ ''کو'' کا استعمال ضروری تھا۔ اگر ایک بچے کو بھی یہ یا اس طرح کا دوسرا جملہ بولنا پڑے تو یہی کہے گا ''سب نشانیوں کو'' اور شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح لکھا تھا ''نشانیاں ساری''۔ معلوم نہیں جناب علاّمہ کو یہ الفاظ کیوں متروک معلوم ہوئے۔

''پکڑا ہم نے اُن کو پکڑنا'' فقرہ بھی نہ جانے کتنے زباندانوں کی داد حاصل کرچکا ہوگا۔ اگر کسی صاحب پر اس کا مفہوم واضح ہوگیا ہو تو فقیر حقیر کو بھی مطلع فرمادیں۔ قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ

حضرت شاہ صاحب کے ترجمے میں یہ فصل مصدر کی صورت میں نہیں ہے۔ جناب علاّمہ کو بے موقع مصدر کے استعمال کا بھی بہت شوق ہے۔ قارئین کرام یہ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں یہ شوق بے فائدہ ہے۔

امام احمد رضا نے اس آیت کریمہ کا یہ ترجمہ املا کرایا تھا۔

''انہوں نے ہماری سب نشانیاں جھٹلائیں تو ہم نے اُن پر گرفت کی جو ایک عزت والے اور عظیم قدرت والے کی شان تھی''

آیت ۵۰: جناب علاّمہ نے یہ ترجمہ اپنے قارئین کو عنایت فرمایا۔

''اور ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے جیسے ایک نگاہ کی''

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بھی لگ بھگ یہی ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ جناب علاّمہ نے اُس میں صرف ایک لفظ ''تو'' کا اضافہ فرمایا ہے۔ امام احمد رضا نے فی الفور یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اور ہمارا کام تو ایک بات کی بات ہے جیسے پلک مارنا''

## سورۃ الرحمٰن

آیت ۱۳: بار بار دوہرائی جانے والی اس آیت شریفہ کا ترجمہ علاّمہ محمود الحسن صاحب نے نہیں فرمایا بلکہ شاہ عبدالقادر صاحب نے جو ترجمہ لکھا تھا اُسی کو اپنے نسخے میں من وعن نقل فرمالیا۔ وہ ترجمہ یوں ہے۔

''پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں''

کم علم رکھنے والے ''تم دونوں'' کا مفہوم نہیں سمجھ سکتے۔ اگر جناب علاّمہ بیان و اظہار کے قرینوں سے واقف ہوتے تو اس کو اس طرح مبہم نہ چھوڑتے۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ قلمبند کرایا تھا۔

''تو اے جن و اِنس تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت جھٹلاؤ گے''

آیت ۳۳: جناب علاّمہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ پڑھنے والوں کو عنایت فرمایا۔

''اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو نہیں نکل سکنے کے بدونِ سند کے''

''نہیں نکل سکنے کے'' کا بھی جواب نہیں۔ علاوہ ازیں ''بِسُلْطٰنٍ'' کا ترجمہ ''سند'' کیا گیا ہے جو اصل مفہوم سے دور جا پڑا ہے۔ شاہ صاحب کا ترجمہ بھی کچھ ایسا ہی ہے مگر اس سے زیادہ صاف اور رواں ہے۔ اُس میں ''نہیں سکنے کے'' بھی نہیں ہے، ملاحظہ فرمالیں۔

''اے فرقے جنوں کے اور انسانوں کے اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمان اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو نہیں نکل سکو گے بے سند''

غور فرمائیے! شاہ صاحب کے صاف اور رواں ترجمے کی جناب علاّمہ نے کیسی مٹی پلید کی ہے۔ امام

احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اُسی کی سلطنت ہے''

''بِسُلْطٰنٍ'' کا بھی اس سے زیادہ موزوں اور مناسب ترجمہ ممکن نہ تھا۔

## سورۃ الواقعہ

آیت ۱ و ۲: علامہ محمود الحسن صاحب ان دونوں آیتوں کا ترجمہ اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

''جب ہو پڑے ہو پڑنے والی نہیں ہے اُس کے ہو پڑنے میں کچھ جھوٹ''

ترجمے کی لفظیات پر غور فرمائیے۔ قارئین کرام میں سے کچھ نے دیکھا ہوگا کہ بہت بار بچے اور کبھی کبھی بڑے بھی کھیل کھیل میں دل لگی کے طور پر دوسروں سے ایسے فقروں کی تکرار کراتے ہیں، جن میں کسی ایک حرف یا لفظ کی تکرار ہوتی ہے اور بار بار تکرار یا تو مشکل ہوتی ہے یا جلدی جلدی دوہرانے میں کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ جیسے: اونچی پیٹھ تو اونٹ کی اور اونٹ کی اونچی پیٹھ۔

کھڑک سنگھ کو دیکھ کر کھڑکنے لگیں کھڑکیاں اور کھڑکیوں کو دیکھ کر کھڑکنے لگے کھڑک سنگھ۔

کچھ ایسی ہی لفظیات اس ترجمے کی ہے قطع نظر دوسری باتوں کے مفہوم بھی واضح نہیں ہوتا۔ بالکل یہی ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے عہد کی ٹوٹی پھوٹی زبان میں کیا تھا۔ جناب علامہ نے صرف ایک لفظ ''کچھ'' کا اضافہ اپنی طرف سے کیا ہے۔

امام احمد رضا نے فی الفور جناب صدر الشریعہ کو یہ صاف اور رواں ترجمہ املا کرایا۔

''جب ہولے گی وہ ہونے والی اُس وقت اُس کے ہونے میں کسی انکار کی گنجائش نہ ہوگی''

آیت ۳: جناب علامہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔

''پست کرنے والی ہے بلند کرنے والی''

یہ آیت کے کسی جزء کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ مکمل آیت کا ہے۔ اگر اس کے مفہوم کو کوئی سمجھ لے تو ماننا پڑے گا کہ پہیلیاں بوجھنے میں اُسے مہارت تامہ حاصل ہے۔ اگر علامہ چند الفاظ کی کنجوسی نہ کرتے تو ترجمہ عام فہم ہو سکتا تھا۔ شاید اس ضرورت کو جناب علامہ کے حاشیہ نگار علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی محسوس کیا اور حاشیے میں اس طرح صراحت فرمائی۔

''یعنی ایک گروہ کو نیچے لے جاتی ہے اور ایک گروہ کو اوپر اُٹھاتی ہے''

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے عہد کی ٹوٹی پھوٹی زبان میں اس آیت کا یہ ترجمہ فرمایا تھا۔

''اتارتی ہے چڑھاتی ہے'' اور امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

''کسی کو پست کرنے والی کسی کو بلندی دینے والی''

آیت ۱۰: جناب علامہ کے نسخے میں اس آیت شریفہ کا یہ ترجمہ درج ہے۔

''اور اگاڑی والے تو اگاڑی والے''

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ ترجمہ فرمایا تھا: ''اور اگاڑی والے سو اگاڑی والے''

دونوں ترجموں کو بغور ملاحظہ فرمایئے۔ شاہ صاحب کے ''سو'' کو جناب علامہ نے ''تو'' سے بدل دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ شاہ صاحب کے ترجمے میں لفظ ''سو'' یا تو متروک تھا یا غلط۔ مگر ستم یہ ہوا کہ جناب علامہ کے نسخے میں بعد کو کسی مجہول مصحح نے حوضے میں (جہاں وہ تصحیحات درج کرتا ہے) پھر ''سو'' لکھ دیا۔ گویا کہ علامہ کے ہم خیال اور معتقد مصحح کی نظر میں بھی جناب علامہ کی یہ اجتہاد نما تبدیلی غلط تھی۔ ہر اردو داں جانتا ہے کہ لفظ ''سو'' اب بھی غیر مروج نہیں ہے۔ حتیٰ کہ جناب علامہ نے اپنے نام نہاد ترجمے میں اس لفظ کا خوب استعمال کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس ترجمے کا مفہوم سمجھنا بھی ہر کسی کے لیے آسان نہیں۔ امام احمد رضا نے برجستہ یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اور جو سبقت لے گئے وہ تو سبقت ہی لے گئے''

آیت ۲۰: جناب علامہ نے اس آیت شریفہ کا یہ ترجمہ اپنے نسخے میں ارقام فرمایا۔

''اور میوہ جونسا پسند کرلیں''

شاہ صاحب نے یہ ترجمہ فرمایا تھا: ''اور میوہ جون سا چُن لیویں''

''چُن لینا'' آج بھی رائج ہے۔ جناب علامہ نے صرف اپنی کاریگری دکھانے کے لیے اس کو بدل دیا۔ مگر وہ لفظ جو شاہ صاحب کے عہد میں رائج تھا یعنی ''جون سا'' ویسے ہی رہنے دیا جس کا جناب علامہ کے عہد میں چلن میں ہونا لامعلوم ہے اور اب تو شرفاء قطعی نہیں بولتے۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ حضرت صدر الشریعہ کو قلم بند کرایا۔ ''اور میوے جو پسند کریں''

## سورۃ الحدید

آیت ۷: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس آیت کے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔

''یقین لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور خرچ کرو اُس میں سے جو تمہارے ہاتھ میں دیا اپنا نائب کرکر''

''کرکر'' جناب علامہ کو اس قدر محبوب ہے کہ شاہ صاحب کا لکھا ہوا ''کر کے'' انہیں نامانوس ٹکسال باہر، چلن سے خارج، گردن زدنی بلکہ اس سے بھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ ''کر کے'' اب بھی چلن میں ہے اور ''کرکر'' کہیں نہ سُنا جاتا ہے۔ نہ لکھا جاتا ہے ہو سکتا ہے کہ جناب علامہ کے خاندان کا روزمرّہ ہو۔ شاہ

عبدالقادر صاحب نے اس آیت کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

''یقین لاؤ اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور خرچ کرو جو کچھ تمہارے ہاتھ میں دیا اپنا نائب کر کے''

اور امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کی راہ کچھ وہ خرچ کرو جس میں تمہیں اوروں کا جانشین کیا''

آیت ۱۰: جناب علاّمہ نے اس آیت شریفہ کے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔

''اور تم کو کیا ہوا کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور اللہ ہی کو بچ رہتی ہے ہر شے آسمانوں میں اور زمین میں''

گہرائی کے ساتھ غور فرمایئے تو معلوم ہوگا کہ کسی کے لیے مال کے بچ رہنے کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ جس کے لیے وہ بچا ہے وہ اُس کا ضرورت مند تھا یا اُسے اُس کی احتیاج تھی (ترکہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے) اور اللہ رب العزت بے نیاز ہے اس لیے یہ ترجمہ درست نہیں ہوا۔ اگرچہ حضرت شاہ صاحب نے بھی لگ بھگ یہی ترجمہ فرمایا تھا، مگر اُن کے عہد میں اردو زبان خیالات و جذبات کو کما حقہ، ادا کرنے کی اہل نہیں تھی۔ شاہ صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

''اور تم کو کیا ہوا کہ خرچ نہ کرو گے اللہ کی راہ میں اور اللہ ہی کو بچ رہتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں''

افسوس کہ جناب علاّمہ نے اردو کے ترقی یافتہ عہد میں اس کی درستی کی طرف کوئی توجہ نہ دی یا وہ اس کو درست کر ہی نہیں سکتے تھے۔ امام احمد رضا نے حضرت صدر الشریعہ کو فی الفور یہ ترجمہ املا کرایا۔

''اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین سب کا وارث اللہ ہی ہے''

آیت ۲۲: جناب علاّمہ نے آیت کے ایک جزو کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔

''کوئی آفت نہیں پڑتی مُلک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو لکھی نہ ہو ایک کتاب میں''

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

''کوئی آفت نہیں پڑی ملک میں نہ آپ تم میں جو نہیں لکھی ایک کتاب میں''

ان دونوں ترجموں میں ''ملک'' عربی لفظ ''ارض'' کا ترجمہ ہے۔ شاہ صاحب کے ذہن میں اُس عہد کی اردو کی بے مائگی کے سبب یہی لفظ آیا تو انہوں نے اسی کو لکھ دیا۔ جناب علاّمہ کو اس سے بہتر لفظ لانا چاہیے تھا؛ مگر چونکہ کانگریسی تھے۔ بلکہ بقول شاعر ''گاندھی جی کی پالیسی کا اردو میں ترجمہ'' تھے، اس لیے اسی لفظ کو ترجیح دی اور یوں ہی رہنے دیا۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

''نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں ہے''

## سورۃ المجادلہ

آیت ۸: علامہ محمود الحسن صاحب آیت کے ایک حصے کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''اور جب آئیں تیرے پاس تجھ کو وہ دعا دیں جو دعا نہیں دی تجھ کو اللہ نے''

شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے بھی لگ بھگ یہی ترجمہ فرمایا تھا۔ یہ بات واضح ہے کہ دعا کرنا یا دعا دینا غیر اللہ کا کام ہے اور جس سے دعا کی جاتی ہے یا مانگی جاتی ہے وہ اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے یا سلامتی بھیجتا ہے۔ یہ بات شاید علامہ کے حاشیہ نگار علامہ شبیر احمد عثانی کو بھی کھٹکی تھی۔ چونکہ جناب علامہ محمود الحسن صاحب حضرت شاہ صاحب کا ابتدائی عہد کا ترجمہ نقل فرما چکے تھے اس لیے لیپا پوتی کے طور پر اللہ کی دعا کی مثالیں دیں جیسے ''السلام علیک ایھا النبی'' وغیرہ۔ مگر یہ دعا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی عطا فرمانا ہے، سلامتی نازل فرماتا ہے، یعنی اے نبی ہماری طرف سے تم پر سلامتی ہے ہم نے تم کو سلامتی عطا فرمائی۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ لکھایا۔

''اور جب تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو اُن لفظوں سے تمہیں مجرا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعزاز میں نہ کہے''

آیت ۱۷: جناب علامہ نے آیت شریفہ کے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح عنایت فرمایا۔

''کام نہ آئیں گے اُن کو اُن کے مال اور اُن کی اولاد اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی''

جب کہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

''کام نہ آویں گے اُن کو مال اُن کے نہ اُن کی اولاد اللہ کے ہاتھ سے کچھ''

جناب علامہ نے ''آویں گے'' کو تو ''آئیں گے'' سے بدل دیا؛ مگر ''اُن کو'' کو یونہی رہنے دیا جو شاہ صاحب کے عہد کی یادگار ہے۔ افسوس اس پر کہ جناب علامہ کو یہ متروک نہ معلوم ہوا۔ یہاں ''اُن کے'' یا ''انہیں'' کا محل تھا۔ امام احمد رضا نے اس کا یہ ترجمہ لکھایا۔

''اُن کے مال اور اُن کی اولاد اللہ کے سامنے انہیں کچھ کام نہ دیں گے''

## سورۃ الحشر

آخری آیت: جناب علامہ نے یہ ترجمہ رقم فرمایا۔

''اللہ ہے بنانے والا نکال کھڑا کرنے والا صورت کھینچنے والا اُسی کے ہیں سب نام خاصے پاکی بول رہا ہے اُس کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا''

غور کیجیے تو ''نکال کھڑا کرنے والا'' میں پہلوئے ذم ہے۔ شاہ صاحب کے عہد میں عوامی بول چال

میں اس کا رواج رہا ہوگا۔ اس لیے انہوں نے اس کو لکھ دیا۔ جناب علامہ نے بے سوچے سمجھے اس کو نقل کر لیا، تھوڑا بہت تصرف اور کیا اور بس ہو گئے مترجم۔

شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

''وہ اللہ ہے بنانے والا نکال کھڑا کرتا صورت کھینچتا اُسی کے ہیں سب نام خاصے اُسی کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا''

امام احمد رضا کا لکھایا ہوا ترجمہ یہ ہے۔

''وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا اُسی کے ہیں سب اچھے نام اُسی کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت حکمت والا ہے''

## سورۃ الممتحنہ

آیت ۱: پہلے شاہ عبدالقادر صاحب نے اور پھر ان کے ترجمے سے نقل کرکے علامہ محمود الحسن صاحب نے آیت کے ایک حصہ کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔

''اے ایمان والو نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست''

شاہ صاحب نے ''تَتَّخِذُو'' کا ترجمہ ''پکڑو'' کیا تو جناب علامہ نے اس کو ایسے ہی نقل کرلیا۔ امام احمد رضا نے اس حصۂ آیت کا یہ ترجمہ لکھایا۔

''اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ''

آیت ۴: جناب علامہ نے آیت کے ایک حصے کا یہ ترجمہ عنایت فرمایا۔

''تم کو چال چلنی چاہیے اچھی ابراہیم کی اور جو اُس کے ساتھ تھے''

اگر صفت ''اچھی'' ''چال'' سے پہلے آجاتی تو کوئی قیامت نہ ٹوٹ جاتی مگر جناب علامہ کی مجبوری تھی کہ شاہ صاحب نے اسی طرح لکھا تھا اور دنیا جانتی ہے کہ شاہ صاحب کا ترجمہ لفظی تھا۔ شاہ صاحب کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔

''تم کو چال چلنی ہے اچھی ابراہیم کی اور جو اُس کے ساتھ تھے''

جناب علامہ نے شاہ صاحب کے ''ہے'' کو ''چاہیے'' سے بدلا جب کہ ایسے مواقع کے لیے یہ اب بھی فصیح ہے۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

''بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اُس کے ساتھ والوں میں''

(باقی آئندہ..... ان شاء اللہ)

# صحت نامۂ اغلاط

''کنزالایمان کا لسانی جائزہ'' کے تعلق سے حسب سابق گذشتہ تین شماروں کے کچھ اغلاط کی تصحیح پیش کی جا رہی ہے۔ انسان خطا، نسیان و جہل سے مرکب ہے اس لیے اُس سے غلطی سے بچے رہنے کی توقع غلط ہے۔ اغلاط کے سوا ایک دو رجوع بھی ہیں۔ قارئین کرام تصحیح فرمالیں۔ (صابر سنبھلی)

''افکارِ رضا'' شمارہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء

| صفحہ نمبر | سطر نمبر | غلط | صحیح | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۸ | ۱۱ | ''لگتے ملک میں'' کو ''ملتے ملک میں'' ہے | ''لگتے ملک میں'' کو ''ملتے ہوئے ملک'' میں سے | ''ہوئے'' کمپوز ہونے سے رہ گیا تھا |
| ۹ | ۱۷ | قیامت ہوگی اُس دن الگ ہو جائیں گے | قیامت ہوگی اُس دن لوگ الگ ہو جائیں گے | ''لوگ'' لکھنے یا کمپوز ہونے سے رہ گیا تھا |
|  | ۱۸ تا آخر | آیت ۳۷...... جائزے میں کھل | غلط ہے۔ قلم زد کر دیا جائے | اس تصحیح کا واضح مطلب یہ ہے کہ سورۂ روم کی آیت ۳۷ کا جائزہ کالعدم قرار دیا جاتا ہے اس کو قلم زد کر دیا جائے۔ جو صفحہ ۹ و ۱۰ پر ہے |
| ۱۰ | ۱ تا ۶ | کر سامنے آئے گا...... ترجمہ قرار دیتا ہے | غلط ہے قلم زد کر دیا جائے |  |
| ۱۰ | ۱۵ | میں رائج رہا ہو | میں یہ روز مرّہ ہو |  |
| ۱۱ | ۲۶ | امجد علی بستوی | امجد علی اعظمی |  |
| ۱۲ | ۲۳ | فصل ''لائے'' بتا رہا ہے | فعل ''لائے'' بتا رہا ہے |  |
| ۱۳ | ۱۴ | فعل ''لگائے'' جمع ہے | فعل ''لگائے'' جمع سے متعلق ہے |  |
| ۱۷ | آخری | اور اٹکنے (اٹ ک ل ن ے) لگے | اور اٹکنے لگے | (اٹ ک ل ن ے) کو قلم زد کیا جائے |
| ۲۱ | ۲۵ | نے ہمیں کان سے بہکا دیا | نے ہمیں راہ سے بہکا دیا |  |

شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۴ء

| صفحہ نمبر | سطر نمبر | غلط | صحیح | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۴ | ۱۱ | سارا مطلب ضبط کر دیا | سارا مطلب خبط کر دیا | خبط (یعنی خ ب ط) |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۵ | ۲۴ | کام کروائے داؤد کے گھر والوں احسان مان کر | کام کرو اے داؤد کے گھر والو احسان مان کر | |
| | ۲۴ | اے داؤد والوشکر کو | اے داؤد والوشکر کرو | |
| ٦ | ۱ | گل افشانی فرمانی | گل افشانی فرمائی | "ہمزہ کو "نون" سے بدلا جائے |
| | ۹ | کچھ اور معنی بھی ہوں گے | کچھ اور معنی بھی ہوں | |
| | ۱٦ | شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ یہ ہے | تو کہہ آیا دین سچا اور جھوٹ کو نہ پہلا دار اور نہ دوسرا | بریکٹ ختم ہونے کے بعد یہ عبارت بڑھائی جائے۔ اس عبارت کے بعد یہ ہوگا۔ پھر بھی امام احمد رضا کا ترجمہ... |
| ۷ | ۷ | جو بھلی سمجھائی | جو بھلی بجھائی | |
| ۸ | ۱۱ | زبان بھی اتنی تھی دامن نہیں تھی | زبان بھی اتنی تہی دامن نہیں تھی | "تھی" کو "تہی" کرلیا جائے |
| | ۱۷ | نہ پہنچے ہم اُس میں مشقت | نہ پہنچے ہم کو اُس میں مشقت | "کو" چھوٹ گیا ہے۔ |
| ۹ | ۱۲ | استعما | استعمال | "ل" چھوٹ گیا ہے۔ |
| | ۲۲ | صرف اس کے ایک مصدر کی | صرف اس ایک مصدر کی | "کے" زائد ہے۔ قلم زد فرمادیں |
| ۱۰ | ۸ | کیا اس کہ تم کو سمجھایا کوئی نہیں | کیا اس سے کہ تم کو سمجھایا کوئی نہیں | "سے" چھوٹ گیا ہے۔ اضافہ فرمالیں |
| ۱۱ | ۲۳<br>۲۴ | پھر یہ بھی ہے...... (جیسا آگے آئے گا سورۂ زمر میں) | قلم زد | یہ ڈیڑھ سطر کالعدم سمجھی جائے۔ |
| ۱۲ | ۱ | ڈال لی جائے کی جا ہے | ڈال لی جائے | "کی جا ہے" زائد ہے۔ قلم زد فرما دیں |
| | ۱۰ | آیت سُن کی فی البدیہہ | آیت سُن کر فی البدیہہ | "کی" کے بجائے "کر" لکھ لیں |
| | ۲۲ | سے استفادہ کیا گر ڈکشنری میں | سے استفادہ کیا مگر ڈکشنری میں | "گر" کی جگہ "مگر" کرلیا جائے |
| ۱۳ | ٦ | "لام" بدل کر کہیں کہیں "را" جیسے | "لام" بدل کر کہیں کہیں "را" ہو جاتا ہے جیسے | "ہو جاتا ہے" کمپوز ہونے سے رہ گیا |
| | ۱۱ | یادو | یادب | |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| | ۱۸ | یادو | یادب | |
| | ۱۹ | یادوں | یادبوں | |
| ۱۴ | ۱۲ | ایک لفظ "کر" اضافہ کیا ہے | ایک لفظ "کر" کا اضافہ کیا ہے | "کا" کمپوز ہونے سے رہ گیا تھا |
| | ۱۸ تا ۲۶ | آیت ۲۶ جناب علامہ ...... کوئی فائدہ | غلط ہے۔ قلم زد کردیا جائے | مطلب یہ ہے کہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ۲۶ کا جائزہ |
| | ۱ تا ۲ | نہیں امام احمد رضا ...... قابل داد ہے | غلط ہے۔ قلم زد کردیا جائے | کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ اس کو قلم زد کردیا جائے |
| | ۱۳ | اور باقی رکھ اُس پر | اور باقی رکھا اُس پر | رکھ کی جگہ رکھا درج فرمالیں |
| | ۲۴ | تو انہوں نے اُس داؤں چلنا چاہا | تو انہوں نے اُس پر داؤں چلنا چاہا | "پر" کا اندراج ہونے سے رہ گیا تھا۔ اضافہ کریں |

شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۵ | ۱۸ | جھونکنے کا ہنر تو ایسا ہو | جھونکنے کا ہنر ہو تو ایسا ہو | "ہو" کمپوز ہونے سے رہ گیا تھا |
| ۹ | آخری | عجمی | عَجَمِیّ | اس لفظ کو عربی رسم الخط میں ہونا چاہیے تھا مع اعراب |
| ۱۱ | ۹ | علیہ الرحمہ کا یہ ترجمہ ہے | علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے | |
| | آخری | اشاعت کے بہت بعد | اشاعت کے بعد | "بہت" زائد ہے |
| ۱۳ | ۱۴ تا ۱۷ | ماپنا کو نہ کبھی ...... حق ادا کردیا | اس کو بدلنا مناسب نہیں تھا | جو عبارت چھپی ہے وہ غلط ہے اُس کو کاٹ کر صحیح کالم کی عبارت لکھ لی جائے |
| ۱۳ | ۱۸ | نہ جانے کون سا تیر مارا ہے۔ غرض کہ سنوارنے کی بجائے بگاڑنے | نہ جانے کون سا تیر مارا ہے۔ (جناب علامہ کو "کھڑا کرنا" بھی کچھ زیادہ ہی مرغوب تھا) غرض کہ سنوارنے کی بجائے بگاڑنے | |
| ۱۶ | ۶ | ایک تصرف بجا کیا تو دوسرا بے بجا | ایک تصرف بجا کیا تو دوسرا بے جا | "بے بجا" کی جگہ "بے جا" کرلیں |

# امام احمد رضا۔ سوانحی خاکے۔ حصارِ ذات

از: ڈاکٹر بیت اللہ قادری، الامین میڈیکل کالج، بیجاپور

لکھنے اور پڑھنے کا عمل ایک مسلسل عمل ہے۔ یہ تسلسل دوشِ زماں پہ رواں دواں ہے۔ پڑھنا سمجھنے کے مترادف نہیں۔ دونوں صلاحیتیں الگ الگ ہیں۔ دونوں عطائے یزدی ہیں۔ دونوں کی ضرورت ہے اور دونوں کی اہمیت مسلّم ہے۔ دونوں میں نزاکتیں ہیں جب کہ معاملہ مذہبی اسلامی لٹریچر کا ہو تو یہ نزاکتیں دم شمشیر پر گذرنے کا خیال دلاتی ہیں۔ قرآن عظیم کو صرف پڑھنا بھی اصولِ قرأت کے مطابق لازم ہے۔ بغیر تجوید کے تلاوتِ قرآن ثواب نہیں رہ جاتا۔ ہر تلاوت کرنے والے پر آخری دم تک اصولِ تجوید سیکھنا اور وقتِ تلاوتِ فرقانِ حمید اس کی پوری پوری رعایت کرنا لازم ہے۔ قرآن پاک کے کسی ایک نقطہ، ایک حرف کی ابدیت اور حقانیت کے تعلق معمولی شبہ کا بھی خیال میں گذرنا، استغفار و تجدیدِ ایمان کی دعوت دیتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن پاک اصولِ تلاوت کے حصار میں محفوظ ہے۔ امت مسلمہ کے پاس خدا کی عطا کردہ دوسری عظیم نعمت نسخۂ بخاری شریف ہے۔ اگرچہ احادیثِ نبویہ کے دیگر مجموعے بھی منارِ ہدایت ہیں۔ یہاں مجموعۂ احادیث کا تقابل مقصود نہیں۔ صحیح بخاری شریف پوری امت کے پاس ہے مگر خود کو ''اہل حدیث'' کے نام سے مشہور کرنے والی پوری جماعت عدم دانائی اور عدم رموز آشنائی کے سبب راہِ نجات سے فرار میں تیز گام ہے۔ حدیث پاک ہے مگر اس کو سمجھنے کے لیے لازمی اصولِ حدیث سے نابلد ہے۔ چراغ ہے مگر بجھا ہوا۔ اصول کی اہمیت سے انکار کی گنجائش نہیں۔ یہاں اس بات کا تذکرہ معنویت سے عاری نہیں کہ اگرچہ قرآن عظیم کے بعد دوسری سب سے اہم کتاب بخاری شریف ہی ہے تاہم اہل علم اس حقیقت کا تذکرہ بھی ضرور کرتے ہیں کہ تمام احادیثِ پاک ایک ہی درجۂ صحت پر فائز نہیں ہیں۔ گویا کچھ احادیثِ بخاری شریف نسبتاً ایک خاص درجۂ صحت تک رسائی حاصل کرنے میں پیچھے رہ گئیں۔ اہلِ حق کے نزدیک ایسی احادیث کی موجودگی راہِ حق کو روشن تر کرنے میں حائل نہیں۔

اصل شے اصول اور فہمِ اصول ہے۔ امام احمد رضا کی حیاتِ طیبہ کو پیش کرنے والے کئی ایک سوانحی خاکے۔ طویل اور مختصر۔ قدیم اور جدید آچکے ہیں اور آتے رہیں گے۔ اس لیے کہ امتِ مسلمہ کو ان کی ضرورت ہے۔ وہ روشنی ہیں اور ہم راہ رو ہیں ؎

اُن کا سایہ اک تجلی ان کا نقشِ پا چراغ ۔۔۔ وہ جدھر گذرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

سوانحی خاکے اُن کی اپنی ذاتی تحریر نہیں ہیں اور نہ ہی کسی سوانحی خاکے کے تعلق سے یہ روایت ہے

کہ اُن کی نظر ملاحظہ سے گزرے تا کہ تمام تر مشمولات کو بالواسطہ ایک خاص درجۂ اعتبار دے دیا جائے۔
ان کی ذات ہر سوانحی خاکے سے عظیم اور بلند تر ہے۔ ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ یہ جانے کہ
ان کی ذات کا ہر لمحۂ پُر نور کس حقیقتِ عالیہ کا عکاس اور آئینہ دار تھا۔

مختصر اتنا کہ دو حرفوں میں بن جاتا ہے دل　　　اور طویل اتنا کہ اس میں دو جہاں کا راز ہے

طویل تذکرہ تو ممکن نہیں۔ اختصار کی کوشش بھی جہد مسلسل سے پیوست نظر آئے گی۔ عالم اسلام
ان کو مجدِّدِ اعظم مانتا ہے اور حضرت شیخ احمد سرہندی اپنے مکتوبات شریف میں مجدّد کو نائبِ سرکارِ غوثیت
مآب فرماتے ہیں اور یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ پوری امت بشمول اولیاء کاملین اُسی بحر بیکراں مجددیت
مآب کے درِ فیض بخش کی محتاج ہوتی ہے۔ سرکارِ غوثیت مآب کی شانِ اقدس میں خود امام احمد رضا یوں نغمہ
سرا ہیں۔

جس نے دیکھا مری جاں جلوۂ زیبا تیرا　　　مصطفیٰ کے تنِ بے سایہ کا سایہ دیکھا

وہ ہی جلوۂ زیبا تو نائبِ سرکارِ غوثیت مآب کی ذاتِ مبارکہ میں تجلی ریز ہے۔ وہی جلوۂ زیبا تو
ذاتِ امام احمد رضا کا آئینہ ہے۔ جب ذاتِ امام احمد رضا کا آئینہ اپنی ابدی تابناکیوں کے ساتھ تجلی افروز
ہے تو سوانحی خاکے اور ان کے درمیان عدم ہم آہنگی قطعاً کسی پیچیدگی، الجھن اور تشویش کا سبب نہیں
ہو سکتے۔ نہ عام اہل فہم قاری کے لیے۔ نہ اہل علم و دانش کے لیے۔ محققین تو بہر حال محقق ہیں۔ ان کے
میزانِ تحقیق کی سوئی آئینۂ ذات کی طرف واضح اشارہ کردے گی۔ آئینہ اور آئینہ والوں کو کب غیروں کی فکر
ہوتی ہے۔ آئینۂ ذات مصطفیٰ ہے۔ ایک نگاہِ صدیقی ہے اور ایک کورچشمی و بوجہلی ہے۔ ہمارا آئینہ سلامت
ہے۔ ہماری محبت آئینہ سلامت ہے۔ پھر کیا ہے ہمارے لیے امان ہی امان ہے۔

مختصر یہ کہ سوانحی خاکے کے مرتبین سے سہو ممکن ہے۔ اگرچہ وہ امام احمد رضا کے شاگرد ہونے کے
شرف سے ممتاز ہوں۔ سوانحی خاکے میں تمام تر باتیں مرتب کے اپنے ذاتی مشاہدہ پر مبنی نہیں ہوتیں۔ بلکہ
یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی بھی روایت اس کے اپنے ذاتی تجربہ و مشاہدہ پر مبنی نہ ہو۔ پھر یہ کہ سہو کی حقیقت کیا
ہے یہ ذہن میں صاف رہنی چاہیے۔ سوانحی خاکہ فتویٰ نہیں ہوتا۔ نہ ہی مسائل فقہیہ کی تحقیقاتِ عالیہ سے
مزین ہوتا ہے۔ کسی عظیم مصنف اور عالمِ دین کا اپنے مرکزِ فکر و نظر، اپنی مراد و منزل کے تعلق سے ملنے والی
داستانِ محبت کو عالمِ وارفتگی میں سُن لینا اُس کی عظمت، اُس کی شخصیت اور اُس کے وقار، اُس کے تقدس کو
ایسا مجروح نہیں کردیتا کہ اُس کی ذات منصب اعتبار سے فروتر گردانی جائے۔

یہ ہماری مشترکہ مجموعی مسلکی مذہبی ذمہ داری ہے کہ اپنے امام کی ذاتِ مبارکہ کا آئینہ ہمہ وقت اپنے
سامنے رکھیں، مولیٰ تعالیٰ ہمیں راہ حق جادۂ شریعت پہ زیر سایۂ امام احمد رضا استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔

# فلاحِ دارین

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے ''فتاویٰ افریقہ'' کی ایک عبارت کی تشریح)

شارح:- محمد نعیم برکاتی بن محمد سالار کپتھال، قول پیٹ، بھیلی

[''افکار رضا'' میں ہم فی الوقت ایک اور نیا سلسلہ ''فلاح دارین'' کے عنوان سے شروع کرنے جا رہے ہیں۔ جس میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے مشہور فتاویٰ ''فتاویٰ افریقہ'' کی ایک اہم عبارت کے مفصل تشریح ہم پیش کریں گے، جو تقریباً پانچ سو (۵۰۰) صفحات کی ہوگی، جس میں امام اہل سنت نے چالیس ۴۰ گناہ کبیرہ کا ذکر فرمایا ہے اور اُن سے بچنے کی سختی سے تنبیہ فرمائی ہے اور اسے کامیابی کی ضمانت قرار دی ہے۔ جس کا پیش لفظ ارسالِ خدمت ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ شمارہ میں اس کی پہلی قسط سے یہ سلسلہ جاری ہوگا۔]

☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

لو کان حی مدرک الفلاح ادرکہ ملاعب الرماح

قرآن حکیم میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے ..........

قُل لا یستوی الخبیث والطیب ولو اعجبک کثرۃ الخبیث فاتقوا اللہ یاُولی الالباب لعلکم تفلحون ہ [1]

ترجمہ:- (اے محبوب!) تم فرمادو کہ گندہ اور ستھرا برابر نہیں اگر تجھے گندے کی کثرت بھائے تو اللہ سے ڈرتے رہو اے عقل والو کہ تم ''فلاح'' پاؤ [2]

لفظ ''فلاح'' کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
''فلاح کسی ادھوری اور جزوی کامیابی کو نہیں کہتے بلکہ ''فلاح'' اُس مکمل کامیابی کو کہا جاتا ہے جس کے دامن میں دنیا و آخرت کی ساری سعادتیں اور برکتیں سمٹ آئی ہوں۔

لیس فی کلام العرب کلہ اجمع من لفظۃ الفلاح لخیری الدنیا والأخرۃ کما قالہ ائمۃ اللغۃ [3]
ائمۂ لغت نے تصریح کی ہے کہ عربی زبان میں ''فلاح'' کے لفظ سے زیادہ اور کوئی جامع لفظ نہیں جو دنیا و آخرت دونوں کی خیرات و برکات پر دلالت کرتا ہو۔ [4]

نیز مندرجۂ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ یہاں پر ''فلاح'' سے سعادت اُخرویہ مراد ہے۔ [5]

شارح بخاری حضرت علامہ غلام رسول رضوی فرماتے ہیں ........

''فلح'' کے معنی ''شق'' اور ''قطع'' کے ہیں۔ اسی لیے کاشتکار کو فلاح کہا جاتا ہے۔ گویا کہ وہ زمین کی تکالیف قطع کر کے مراد پاتا ہے۔ ''فلح'' کے معنی فوز و بقا بھی ہیں یعنی وہ جنت کے حصول میں کامیاب اور اس میں ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔ حدیث شریف میں فلاح کے معنی سحور بھی مذکور ہیں۔ ۶

''فلاح'' کے تعلق سے حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''فلاح'' کے لغوی معنی ہیں چیرنا اور کھلنا اور قطع کرنا۔ اسی لیے کسان کو فلاح کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ زمین کو چیرتا ہے۔ اصطلاح میں فلاح کے معنی ہیں کامیابی۔ کیونکہ وہ بھی آڑوں اور پردوں کو چیر کر مشکلات کو دفع کر کے حاصل کی جاتی ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ اس قسم کے لوگ، دنیا اور برزخ اور آخرت کی جگہ کامیاب ہیں۔ ۷

قرآن کریم کی آیت واولئک هم المفلحون ۰ ۸ کی تفسیر میں حضرت علاؤ الدین علی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ........

یعنی وہ لوگ نجات حاصل کرنے والے اور کامیاب ہونے والے ہیں ........ نجات، دوزخ سے حاصل کرتے ہیں اور کامیاب' جنت لے کر ہوتے ہیں۔ جبکہ مُفلح سے مراد، مطلوب کے ساتھ کامیابی حاصل کرنا ہے، یعنی وہ شخص جس کے لیے ظفر د کامیابی کی وجوہ کھل جائیں اور اس پر کامیابی کا دروازہ بند نہ ہو۔ نیز ''فلاح'' کا معنیٰ ''بقا'' بھی ہے۔

لو کان حي مدرک الفلاح ادرکه ملاعب الرماح

تو بقا سے مراد یہ معنی ہوگا کہ وہ جنتِ نعیم میں باقی ہیں۔ جبکہ فلاح وظفر اور ادراک البغیت کا مفہوم سعادت وعزت اور بقاء و غنٰی ہے۔ اور ''فلاح'' کی اصل ''شق'' ہے یعنی پھاڑنا ........ جیسا کہ کہا: ان الحدید بالحدید یفلح، یعنی لوہا، لوہے کو کاٹتا ہے۔ تو اس پر یہ معنی ہوں گے کہ یہ لوگ دوسرے سے مقطوع ہیں ۱ اور ان کے لیے دنیا و آخرت میں خیر اور بھلائی ہے۔ ۲

''فلاح'' کے تعلق سے قرآن مجید میں ایک اور جگہ یوں ارشاد ہے ........

یا ایها الذین امنوا اصبروا و صابروا ورابطوا واتقوا الله لعلکم تفلحون ۰ ۳

ترجمہ:- اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو ۴

اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ شیطان کے مقابل ڈٹے رہنا صبر ہے اور نفسِ لتارہ کے مقابل ڈٹ جانا مصابرت کہلاتا ہے۔ پھر نفس پر غالب آ کر اسے شریعت کی میخ پر باندھ

دینا رُباط ہے اور جو ربّ تعالیٰ سے غافل کرے اس سے بچنا تقویٰ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو اِن چار چیزوں کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر ہر قسم کی آڑ کو پھاڑ کر یار تک پہنچ جانا اور بالمشافہ دیدار کرنا یہ حقیقی فلاح و کامیابی ہے، جو اِن چار محنتوں کا نتیجہ ہے، جس کے لیے ارشاد ہوا لعلکم تفلحون ۵

کلام پاک میں ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ..........

**والوزن یومئذ ن الحق فمن ثقلت موازینہ فاولئک ھم المفلحون ہ ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسھم الایۃ ۶**

ترجمہ:- اور اُس دن تول ضرور ہونی ہے تو جن کے پلّے بھاری ہوئے وہی مراد کو پہنچے اور جن کے پلّے ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنھوں نے اپنی جگہ گھاٹے میں ڈالی ۷

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ (یہاں وزن سے مراد) اعضاءِ ظاہری کے اعمال کا وزن ہوگا، یہ سات ہیں: کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ، فرج اور شرمگاہ۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپنے ان سات اعضاء کی بڑی حفاظت کرے۔ اس لیے یہاں موازین جمع ارشاد ہوا۔ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کے یہ سارے اوزان بھاری رہے وہ پورا پورا کامیاب رہا۔ جس کے یہ سارے اوزان ہلکے رہیں گے وہ پورا نقصان میں ہوگا۔ ۸

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ اس آیت پاک کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ قیامت میں صرف حساب سے کام نہ چلے گا بلکہ حساب کے بعد نیک و بد اعمال کا یا نامۂ اعمال کا میزان قیامت میں تولا جانا برحق ہے۔ حساب تو اعمال کی مقدار ظاہر کرنے کے لیے ہوگا اور وزن اعمال کی کیفیت ظاہر فرمانے کے لیے۔ جن خوش نصیب شخصوں کے نیک اعمال یا نیک اعمال کا پلّہ بھاری ہوا تو وہ پورے پورے کامیاب ہوں گے اور جن کی نیکیوں کا پلّہ ہلکا رہا تو سمجھ لو کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں۔ اس لیے کہ انھوں نے ہماری آیاتِ قرآنیہ' احکامِ شرعیہ پر زیادتی کی کہ وہ آیات، ماننے اور عمل کرنے کے لیے اُتاری گئی تھیں۔ مگر انھوں نے اُن کا انکار کیا یا اُن پر عمل نہ کیا۔ خیال رہے کہ وزنِ اعمال کے متعلق مسلمانوں میں تین گروہ ہیں، ایک گروہ کہتا ہے کہ خود اعمال ہی وہاں تولے جائیں گے کہ دنیا کے اعراض وہاں جواہر ہوں گے۔ نیک و بد اعمال کی اچھی بُری شکلیں ہونگی، خود وہ ہی تولے جائیں گے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ نیک و بد اعمال کے دفتر تولے جائیں گے۔ بعض نے فرمایا کہ نیک و بد انسان ہی تولے جائیں گے۔ مگر پہلا قول قوی ہے۔ ان کے دلائل تفسیر کبیر اور روح البیان میں اسی جگہ دیکھو۔ یاد رکھو کہ اصلی کامیابی مال و دولت، اسباب و سامان اور دنیاوی سلطنت و حکومت سے نہیں بلکہ اصلی کامیابی اللہ و رسول کو راضی کرلینا ہے۔ دیکھو قارون کے پاس مال، نمرود کے پاس حکومت بہت تھی

مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ ہر انسان تاجر ہے، زندگی کی گھڑیاں اپنی پونجی ہیں، اعمال کمائی ہے۔ تاجر سودا دیتا ہے قیمت لیتا ہے۔ مومن زندگی کی گھڑیاں خرچ کرتا ہے اعمال کماتا ہے نفع میں ہے مگر جو زندگی گزار دے، اعمال نہ کمائے وہ گھاٹے میں ہے۔ جو زندگی گزارے گناہ کمائے، اُس نے اپنے کو تباہ کرلیا مفلحون اور خسروا انفسھم یہی بتارہی ہے۔ روح باز ہے جسم اس کا سایہ ہے، انسان شکاری ہے، زندگی کے دن ترکش کے تیر ہیں۔ اگر صرف جسم کو پالنے میں یہ دن رات خرچ کردے تو اس نے قیمتی تیر برباد کردیئے۔ اگر روحانیت کمائی تو شکار کامیاب رہا۔ یہ آیت کریمہ آنکھ کھولنے کے لیے کافی ہے [۱]

ایک اور جگہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے ............

فاذکروا آلآء اللہ لعلکم تفلحون ہ [۲] ........... یعنی یاد کرو تم اللہ کی نعمتوں کو شاید تم کامیاب ہو [۳]

اس آیت کی تفسیر میں حکیم الامت حضرت علاّمہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ جو بھی نیکی کرے' آخرت کے لیے کرے۔ عاقبت سنبھل گئی تو سب کچھ مل گیا۔ یہ فائدہ لعلکم تفلحون کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ یعنی اللہ کی نعمتوں کو یاد کرنا، اس کا شکریہ ادا کرنا، دنیاوی نام و نمود اور کسی نفسانی لالچ کے لیے نہ ہو بلکہ فلاح و کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہو [۴]

قرآن حکیم کی سورۂ مائدہ میں ایک اور مقام پر فلاح کے تعلق سے ذکر اس طرح آیا ہے کہ یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہٖ لعلکم تفلحون ہ [۵] یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس اُمید پر کہ فلاح پاؤ [۶]

جس کی تفسیر میں حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاح و کامیابی کے لیے چار چیزیں مقرر فرمائیں: ایمان، تقویٰ، وسیلہ کی تلاش اور جہاد ........... ان میں سے تین چیزیں فلاح کا قالب ہیں: ایمان، تقویٰ اور جہاد ........... اور ایک چیز فلاح کی جان ہے یعنی "وسیلہ" کہ بغیر وسیلہ یہ تینوں چیزیں بیکار ہیں ........... وسیلہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک محض وسیلہ جیسے لاہور پہنچنے کے لیے ریل۔ دوسرا وہ وسیلہ جس سے مقصد وابستہ ہو، جیسے روشنی کے لیے چراغ۔ پہلا وسیلہ مقصود پر پہنچ کر چھوڑ دیا جاتا ہے مگر دوسرے وسیلہ سے ہر وقت وابستگی ضروری ہے۔ حضور ﷺ اور حضور کے خدام دوسری قسم کا وسیلہ ہیں جن سے ایمان و تقویٰ، رضاءِ الٰہی وابستہ ہے۔ حضور کا دامن چھوٹا کہ سب کچھ ختم ہوا۔ اسی لیے حضور کا نام کلمہ طیبہ میں، ساری عبادتوں میں بلکہ مومن کی زبان میں، جان میں، ایمان میں داخل ہے۔ مرنا بھی حضور کے نام پر اور قیامت میں اُٹھنا بھی حضور کے نام پر ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ جیسے جسمانی نعمتیں بعض تو ہم کو بغیر تلاش کے مل جاتی ہیں، جیسے سورج کا نور، ہوا، زمین، آسمان کا سایہ، وغیرہ اور بعض نعمتیں معمولی تلاش کرنی پڑتی ہیں، جیسے کنوئیں کا پانی۔ بعض نعمتیں قدرے کوشش و محنت سے تلاش کی جاتی ہیں، جیسے عام

غذائیں، دوائیں وغیرہ اور بعض بہت ہی محنت و جانفشانی سے حاصل کی جاتی ہیں، جیسے سونے چاندی کی کانیں، تیل، وغیرہ کے چشمے ......... یوں ہی روحانی نعمتیں بعض آسانی سے ملتی ہیں، بعض بہت ہی محنت و تلاش سے ......... وسیلۂ خدارسی وہ نعمت ہے، جس کے لیے بڑی تلاش کی ضرورت ہے، اس لیے ارشاد ہوا: وابتغوا الیہ الوسیلۃ ......... اب رہا یہ سوال کہ خدارسی کا وسیلہ کہاں کہاں ڈھونڈھو؟ ......... اس کے متعلق صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ہر چیز اُس کے دروازے سے ڈھونڈی جاتی ہے۔ بادشاہ سے ملنا ہو تو اُس کے دروازے، اُس کی گلی، اُس کے دفتر، اُس کی مسجد میں جاؤ جہاں وہ نماز کے لیے آتا ہے۔ ریل کی تلاش ہے تو اسٹیشن پر آؤ جہاں وہ ٹھہرتی ہے۔ یوں ہی رب تعالیٰ سے ملنا ہو تو حضور کے دروازے پر آؤ۔ حضور کی محبت چاہیے تو حضرات اولیاء و علما کے آستانوں پر حاضری دو، اللہ نصیب کرے (آمین!)

ریل گزرتی ہے تمام لائن سے مگر ملتی ہے اسٹیشن پر۔ اللہ کی رحمت ہے ہر جگہ مگر ملتی ہے رحمت کے اسٹیشن پر۔ پاور (Power) سارے تار میں ہے مگر روشنی وہاں ہی ملے گی جہاں بلب ہوگا۔ ان حضرات کے آستانوں پر رنگ برنگے بلب ہیں۔ اس لیے فرمایا گیا وابتغوا الیہ الوسیلۃ غرض کہ جیسے دنیاوی نعمتیں اپنی اپنی منڈیوں میں ملتی ہیں یوں ہی روحانی نعمتیں بھی منڈیوں میں ملتی ہیں۔ خدارسی کا وسیلہ اس کی منڈی ہے حضور کے عاشقوں کے سینے میں ......... رب فرماتا ہے: لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذ البلد مجھے اس شہر کی قسم ہے جس میں تم تشریف فرما ہو۔ وہ شہر کونسا ہے؟ وہ شہر ان کے چاہنے والوں کے سینے ہی تو ہیں۔ ان کے آستانوں پر جاؤ مگر خالی ہاتھ نہ جاؤ بلکہ عقیدت و محبت کی نقدی لے کر جاؤ۔ انشاء اللہ سودے لے کر آؤ گے' یار کے ملنے کے یہ ہی بازار ہیں!

فلاح سے متعلق قرآن مجید کی ایک اور آیت و اولئک ھم المفلحون o ۲؎ کی تفسیر میں مفسر کبیر حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارشادِ ربانی "واولئک ھم المفلحون o "اُن پر دلالت کرتا ہے جو فلاح میں کامل ہوں۔ تو لازم ہے کہ ارتکاب کبائر کرنے والے فلاح میں کامل نہ ہوں گے اور ہم اسی کے مطابق کہتے ہیں کہ وہ فلاح میں کیسے کامل ہوگا جو عذاب سے خلاصی کو جازم نہیں۔ بلکہ اُس کے لیے جائز ہے کہ اُس سے خائف ہو ۲؎

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ "تقویٰ" کسے کہتے ہیں؟

حضرت کعب نے فرمایا: کیا تمہارا گزر کبھی ایسی راہ سے ہوا ہے جہاں پر خاردار جھاڑی ہو؟

حضرت عمر نے فرمایا: ہاں!

حضرت کعب نے پوچھا: تو پھر تم اُس راہ سے کیسے نکلے؟

حضرت عمر نے کہا: میں اُس خار دار جھاڑی سے اپنے دامن کو سمیٹتے ہوئے بچ بچا کر نکلا۔

حضرت کعب نے فرمایا: یہی حال تقویٰ کا ہے۔ کہ یہ دنیا بھی اسی خاردار جھاڑی کی طرح ہے، جس میں بے شمار مہلکات ہیں اور ان مہلکات سے بچ بچا کر نکلنا "تقویٰ" ہے [۳]

کتابِ ھذا میں اُن چالیس مہلکات آفات (کبیرہ) کا تذکرہ موجود ہے، جن سے چھٹکارا پائے بغیر انسان فلاح حاصل نہیں کرسکتا۔ جس کا ذکر اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "السّنیة الانیقه فی فتاویٰ افریقه" میں فرمایا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امامِ عشق ومحبت تحریر فرماتے ہیں ..........

امید یعنی انسان کے اعمال و افعال، اقوال احوال ایسے ہونا کہ اگر انہیں پر خاتمہ ہو تو کرم الٰہی سے اُمید واثق ہو کہ بلا عذاب داخلِ جنت کیا جائے۔ یہی وہ فلاح ہے جس کی تلاش کا حکم ہے کہ [۴] سابقوا الیٰ مغفرة من ربکم وجنة عرضها کعرض السماء والارض. اس لیے کہ کسب انسانی اسی سے متعلق، یہ پھر دو قسم اوّل فلاح ظاہر حاشا اس سے وہ مراد نہیں کہ نرے ظاہر داروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمال جوارح پر مقصور ظاہر احکام شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کرلیا اور متقی و مفلح بن گئے۔ اگرچہ باطن ریا و عجب و حسد و کینہ وتکبر وحُبِّ مدح وحُبِّ جاہ ومحبتِ دنیا وطلبِ شہرت وتعظیم اُمراء وتحقیر مساکین واتباعِ شہوات و مداہنت وکفرانِ نعم وحرص وبخل وطول امل وسوئے ظن وعنادِ حق واصرارِ باطل ومکر وعذر وخیانت وغفلت وقسوت وطمع وتلق واعتمادِ خلق ونسیانِ خالق ونسیانِ موت وحیاتِ علی اللہ ونفاق اتباعِ شیطان و بندگی نفس و رغبتِ بطالت وکراہتِ عمل وقلتِ خشیت وجزع وعدم خشوع وغضب للنفس وتساہل فی اللہ وغیرہا مہلکات آفات سے گندہ ہورہا ہو۔ الخ [۵]

بلکہ فلاح ظاہر یہ ہے کہ دل و بدن دونوں پر جتنے احکامِ الٰہیہ ہیں سب بجالائے۔ نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی صغیرہ پر مصر رہے۔ نفس کے خصائل ذمیمہ اگر دفع نہ ہو تو معطل رہیں ان پر کاربند نہ ہو مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کرکے ہاتھ کشادہ رکھے۔ حسد ہے تو محسود کی بُرائی نہ چاہے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس کہ یہ جہادِ اکبر ہے اور اس کے بعد مواخذہ نہیں بلکہ اجر عظیم ہے۔ [۵]

طالب دعاء احقر محمد نعیم برکاتی عفی عنہ

## حواشی

۱۔ پارہ ۷، سورۂ مائدہ، آیت ۱۰۰
۲۔ کنز الایمان
۳۔ تاج العروس
۴۔ تفسیر ضیاء القرآن جلد اوّل صفحہ ۳۲
۵۔ تفسیر روح البیان پارہ ۷، سورہ مائدہ، آیت ۱۰۰
۶۔ تفسیر رضوی جلد اوّل صفحہ ۷۰

۷ تفسیر نعیمی جلد اوّل، پارہ اوّل، صفحہ ۱۳۵
۸ قطع تعلق کرنے والے
۹ تفسیر خازن جلد اوّل، پارہ اوّل، صفحہ ۹۱
۱۰ پارہ ۴، سورۂ آل عمران، آیت ۲۰۰
۱۱ کنزالایمان
۱۲ تفسیر نعیمی جلد ۴، پارہ ۴، صفحہ ۵۰۱
۱۳ پارہ ۸، سورۂ اعراف، آیت ۸-۹
۱۴ کنزالایمان
۱۵ تفسیر نعیمی جلد ۸، پارہ ۸، صفحہ ۳۶۹
۱۶ تفسیر نعیمی جلد ۸، پارہ ۸، صفحہ ۳۶۴
۱۷ پارہ ۸، سورۂ اعراف، آیت ۶۹
۱۸ تفسیر نعیمی جلد ۸، صفحہ ۶۳۷
۱۹ تفسیر نعیمی جلد ۸، پارہ ۸، صفحہ ۶۴۳
۲۰ پارہ ۶، سورۂ مائدہ، آیت ۳۵
۲۱ کنزالایمان
۲۲ تفسیر نعیمی جلد ۶، پارہ ۶، صفحہ ۴۵۰-۴۵۱
۲۳ تفسیر کبیر جلد سوم، پارہ اوّل، صفحہ ۱۲۵
۲۴ منازل ولایت صفحہ ۱۹۰
۲۵ فتاویٰ افریقہ ۱۴۳-۱۴۴
۲۶ فتاویٰ افریقہ صفحہ ۱۴۵
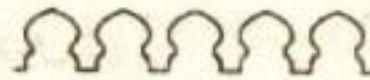
## اغلاط کی تصحیح

شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء میں کمپوزنگ اور تصحیح میں غفلت کی بناء پر کافی غلطیاں ہوگئی ہیں۔ قارئین سے معذرت چاہتے ہوئے درخواست ہے کہ براہ کرم ان مضامین میں اس طرح تصحیح فرمالیں۔

مضمون ''اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی ترجمانی قاسم نانوتوی کی زبانی'' کی درستگی اس طرح کریں۔

۱) صفحہ نمبر ۲۰ پر سطر نمبر ۸ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی جگہ رضی اللہ عنہا چھپ گیا ہے۔

۲) صفحہ نمبر ۲۰ پر سطر نمبر ۱۲ کے بعد کی سطر ہی غائب ہے۔ صحیح اسطرح ہے ......

اس طرح واعظ پر واجب ہے کہ وہ اس قسم کی احادیث کو بکثرت بیان نہ کرے تاکہ لوگ گناہوں میں نہ ڈوب جائیں اور وعظ و نصیحت میں گناہوں سے ڈرانے کی احادیث کو زیادہ تر بیان کیا جائے۔

۳) صفحہ نمبر ۲۱ پر سطر نمبر ۹ کے بعد بھی دسویں سطر غائب ہے۔ (یعنی آیت کا ترجمۂ اعلیٰ حضرت) جو اس طرح ہے ...... اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو ۱۹

۴) صفحہ نمبر ۲۳ پر سطر نمبر ۱۵ میں ''زوج'' کا لفظ دو ۲ بار آیا ہے۔

۵) صفحہ نمبر ۲۸ پر سطر نمبر ۲۰ میں آگے کی سطر ہی غائب ہے صحیح یوں ہے ......

اور عذاب قبر کی تکذیب کرے گا'' اور شفاعت کو جھٹلائے گا اور اُس قوم کی تکذیب کرے گا جو دوزخ سے نکالی جائے گی۔'' ویکذبون بالشفاعة ویکذبون بقوم تخرجون من النار ۶۷

۶) صفحہ نمبر ۲۸ پر سطر نمبر ۲۴ کے بعد ایک اور سطر غائب ہے، وہ یہ ہے ...... میں (حماد) نے پوچھا:- شعار ریکیا ہے؟

۷) صفحہ ۳۴ پر دسویں سطر میں ''موجود'' کی جگہ ''معبود'' چھپ گیا ہے براہ کرم اسے ''موجود'' کرلیں۔

# اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی صحیح ترجمانی

از قلم:- محمد نعیم برکاتی بن محمد سالار کپٹھال، قول پیٹ، ہبلی (کرناٹک)

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنج آبِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ ۱

اس شعر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے سرکارِ مدینہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے اُس حسین و مبارک معجزہ کی دلکش تصویر کھینچی ہے، جو دورِ رسالت مآب ﷺ میں مختلف موقعوں پر مختلف جگہ پیش آیا۔ چنانچہ امام اہل سنت قدس سرہ اس شعر میں فرماتے ہیں ......

رحمتِ عالم نورِ مجسم ﷺ کی مقدس انگلیاں 'فیض کا چشمہ ہیں جن پر پیاسے صحابہ خوب زور وشور سے ہجوم کیے ہوئے ہیں اور جھوم کر اُس فیض پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی مبارک و مقدس انگلیاں رحمت کے سمندر کی پانچ کیا ہی خوب ندیاں ہیں۔

اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت کے اس شعر میں حضور ساقیٔ کوثر ﷺ کی پانچ انگلیوں کے لیے ''پنج آبِ رحمت'' کی ترکیب میں کیسی بلیغ تشبیہ پوشیدہ ہے۔ سبحان اللہ ......!

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے مشہورِ عالم' سلام میں اس معجزے کو ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا ہے۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں     انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام ۲

سرکارِ کائنات ﷺ کے اس معجزے کا بیان صحیح بخاری و مسلم میں کئی جگہ ذکر ہوا ہے ......

چنانچہ حضرت حصین نے سالم سے اور سالم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حدیبیہ کے روز لوگ پیاس سے دوچار ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے حضور چمڑے کا ایک چھوٹا سا برتن رکھا ہوا تھا جس سے آپ وضو فرما رہے تھے۔ لوگ اس کی طرف تیزی سے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ لوگ عرض گزار ہوئے:- یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی نہیں ہے، بس وہی جو آپ کے برتن میں ہے ...... راوی ۳ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے برتن میں اپنا دستِ کرم رکھدیا تو آپ کی انگشتہائے مبارک سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ نکلا۔ جسے ہم نے پیا اور وضو کیا...... سالم نے کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اُس روز آپ کتنے حضرات تھے؟ فرمایا: اگر لاکھ بھی ہوتے تو پانی سب کے لیے کافی ہوجاتا لیکن ہم پندرہ سو (۱۵۰۰) تھے۔ ۴

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.........

خوش نصیب تھے یہ حضرات جنہیں اس پانی سے وضو نصیب ہوگیا، جس سے اُن کے ظاہر و باطن دونوں پاک ہوئے۔ تمام پانیوں سے حتیٰ کہ آبِ زمزم سے بھی یہ پانی افضل تھا ۵

لیکن اس کے باوجود بھی مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور سید عالم ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی نکلنے کے معجزہ کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے.........

اِس واقعہ کے معجزہ ہونے کو اس پر موقوف کیا ہے کہ حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی نکلتا تھا حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ احادیث سے صرف اس قدر ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک پیالہ میں پانی منگا کر اپنا دست مبارک اُس میں رکھ دیا تو پانی اُبلنے لگا۔ حضور ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے اُبلتا ہوا نظر آتا تھا۔ اس سے یہ کہاں ثابت ہے کہ لحم وشحم سے پانی نکلتا تھا۔ بلکہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک رکھ دینے سے وہ پانی بڑھنے لگا اور جوش مارنے لگا اور اُنگلیوں کے درمیان سے اس کا اُبلنا نظر آتا تھا۔ اب جن صاحب نے اس معجزہ کے اعجاز کو اس بات پر موقوف کیا ہے کہ پانی لحم وشحم سے نکلتا تھا جس کا کچھ ثبوت نہیں تو گویا در پردہ وہ اس اعجاز کے معجزہ ہونے کا انکار کرتے ہیں کیونکہ لحم وشحم سے پانی نکلنا ثابت ہی نہیں۔ ٦

اس لیے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے مذکورہ بالا شعر کی تشریح مدلل و مستند جوابوں وثبوت کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش کرنا ہم نے مناسب سمجھا۔ تاکہ کسی شخص کو سرکار ﷺ کے اس کھلے معجزہ اور اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر ذرہ برابر بھی شائبہ نہ رہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو.........

یہ انتہائی بے وقوفی کی بات ہے کہ تھانوی صاحب کا تو یہ عقیدہ ہے کہ "لحم وشحم سے پانی نہیں نکلتا" .........لیکن اُن سے ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جب لحم وشحم سے پانی نہیں نکلتا ہے تو پھر پسینہ کہاں سے نکلتا ہے؟ ......... جب یہ بھی لحم وشحم (گوشت و پوست) سے نکلتا ہے اور یہ تسلیم بھی ہے تو افسوس ہے اُن کی اس اندھی وگندی عقیدت پر جو کہ انھوں نے یہ لکھا ہے کہ "اس واقعہ کے معجزہ ہونے کو اس پر موقوف کیا ہے کہ حضور ﷺ کی اُنگلیوں سے پانی نکلتا تھا حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں اور لحم وشحم سے پانی کا نکلنا ثابت ہی نہیں" ......... گویا کہ یہ تھانوی صاحب کی کتب احادیث وسیر سے نابلد ہونے کی واضح دلیل ہے۔ کیونکہ محققین کی ایک بڑی جماعت نے اپنی تصانیف میں اس حدیث کا یہی مطلب لیا ہے کہ وہ پانی حضور اقدس ﷺ کی مقدس انگلیوں سے نکلتا تھا۔

چنانچہ شارح صحیح مسلم حضرت علامہ امام یحییٰ بن شرف النووی (متوفی ٦٧٦ھ) علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں .........

و نقله القاضي عن المزني و اکثر العلما ان معناه ان الماء کان یخرج من نفس اصابعه صلی الله علیه وسلم و ینبع من ذاتها ۷

ترجمہ:- قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے مزنی اور اکثر علما سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ پانی خود آپ ﷺ کی مقدس انگلیوں سے نکل رہا تھا۔

اور حضرت علاّمہ امام زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں.........

ولم یسمع بهذا المعجزة عن نبیّنا صلی الله علیه وسلم حیث نبع الماء من بین عظمه و عصبه و لحمه و دمه ۸

ترجمہ:- اور یہ معجزہ سوائے ہمارے نبی پاک ﷺ کے کسی اور نبی کے بارے میں نہیں سُنا گیا کہ نبیٔ کریم ﷺ کی ہڈی، پٹھے، گوشت اور خون میں سے پانی جاری ہوا۔

شارحِ صحیح بخاری علاّمہ امام بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۵۵ھ) نے کہا کہ امام قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے رسول ﷺ کے سوا کسی نبی سے ایسا معجزہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی نبی کی ہڈیوں، پٹھوں اور گوشت پوست سے پانی جوش مار کر نکلا ہو۔ ۹

نیز آگے ایک اور مقام پر حضرت علاّمہ زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں.........

نبع الماء من بین عظمه و عصبه و لحمه و دمه ۱۰

یعنی آپ ﷺ کی ہڈی، پٹھے، گوشت اور خون کے درمیان سے پانی جاری ہوا۔

صاحب ''مواہب اللدنیہ'' حضرت علاّمہ امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۱ھ) نقل فرماتے ہیں.........

انه نبع من نفس اللحم الکائن فی الاصابع ۱۱

یعنی آپ ﷺ کی انگلیوں کے گوشت سے پانی جاری ہوا۔

حضرت علاّمہ امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں.........

یہ کہنا صحیح تر ہے کہ انگلیوں کے گوشت سے پانی نکلتا تھا۔ کیونکہ اس میں معجزہ کی عظمت ہے ۱۲

حافظ کبیر حضرت علاّمہ امام ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۴۳۰ھ) نے فرمایا.........

نبی کریم ﷺ کے انگشتانِ مبارکہ سے پانی کا پھوٹ پڑنا نبوت کی نشانیوں میں سے عجیب تر نشانی اور معجزات میں سے واضح ترین معجزہ اور ثبوتِ رسالتِ سید الانبیا ﷺ کے دلائل میں روشن ترین دلیل ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ڈنڈے کی ضرب کے ساتھ پتھر سے پانی جاری کردیا تھا۔ بلکہ یہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی کا پھوٹ پڑنا اتنا حیران کن نہیں جتنا گوشت اور ہڈی کے

درمیان سے پانی کا جاری ہونا عجیب تر ہے:

**لان ینبوع الماء من بین اللحم و العظم اعجب و اعظم من خروجه من الحجر ۱۳**

اسی طرح ایک اور جگہ حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ........

اگر تم کہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے میدانِ تیہ میں پتھر پر اپنا عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہوئے تو ہم کہیں گے کہ محمد ﷺ کے لیے اس کی مثل اور اس سے عجیب تر معجزہ موجود ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی پھوٹ پڑنا انسان کے لیے جانی پہچانی چیز ہے۔ مگر گوشت، ہڈی اور خون میں سے پانی نکل آنا اس سے کہیں عجیب تر ہے ۱۴

کیونکہ پتھروں سے تو پانی نکلتا ہی رہتا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ عزوجل شانہٗ کا ارشاد ہے

**وان من الحجارة لما یتفجر منه الانھر وان منها لما یشقق فیخرج منه الماء ۱۵**

اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو اُن سے پانی نکلتا ہے ۱۶

شارح صحیح بخاری و صاحبِ مواہب الدنیہ حضرت امام احمد بن محمد بن ابوبکر الخطیب قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ........

امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی اُنگلیوں سے پانی کا جاری ہونا ایسا واقعہ ہے، جو مختلف مواقع پر ظہور پذیر ہوا ہے اور ایک ایسا عظیم مشاہدہ ہے، جو مختلف طریقوں سے مذکور ہے، جس سے مجموعی طور پر اس واقعہ کے بارے میں قطعی علم حاصل ہوتا ہے جو تواترِ معنوی کی ذیل میں آتا ہے اور جس کا وقوع رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور کسی سے منسوب نہیں۔ کیونکہ آپ کے اعصاب، گوشت اور خون کے درمیان سے پانی کا پھوٹ بہا تھا۔ المزنی کا قول ہے کہ آپ ﷺ کی مقدس اُنگلیوں سے پانی کا پھوٹ بہنا، پتھر سے پانی کے پھوٹ بہنے سے عظیم تر معجزہ ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو عصا مار کر پانی جاری کردیا تھا۔ کیونکہ پتھروں سے پانی کا اجراء معمول کے مطابق ہے۔ بخلاف اس کے، آپ ﷺ کے گوشت اور خون سے پانی کا اجراء آپ ﷺ کی برکت، چھونے اور دعا کا کرشمہ ہے۔ ۱۷

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد مبارکہ ہے ........

**واذاستسقیٰ موسیٰ لقومه فقلنا اضرب بعصاک الحجرط فانفجرت منه اثنتا عشرة عیناط ۱۸**

امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۲۵ھ) فرماتے ہیں ........

اس آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کے عظیم معجزہ کا ذکر ہے کہ ایک چھوٹے سے پتھر سے بہت سے لوگوں کے لیے پانی حاصل ہوجاتا، اور ہمارے نبی کریم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا معجزہ تو اس سے بھی بہت بڑا معجزہ ہے کیونکہ آپ کی انگشتانِ مبارک سے پانی جاری ہوگیا تھا
جس سے ایک جمِ غفیر نے اپنی پیاس بجھائی۔ کہ پتھر سے پانی کے جاری ہوجانے سے خون اور گوشت سے
پانی کا جاری ہوجانا بہت بڑا امر ہے [۱۹]

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے.........

واذا ستقی موسیٰ لقومہ فقلنا اضرب بعصاک الحجر ط فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا ط [۲۰]

اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا: اس پتھر پر اپنا عصا
مارو۔ فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے [۲۱]

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے.........

واوحینا الیٰ موسیٰ اذاستسقٰہ قومہٗ ان اضرب بعصاک الحجر فانبجست منہ اثنتا
عشرۃ عینا ط [۲۲]

اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ (علیہ السلام) کو، جب اُس سے اُس کی قوم نے پانی مانگا کہ اس پتھر پر اپنا
عصا مارو، تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے [۲۳]

ان آیاتِ قرآنیہ کی وضاحت بیان کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ سے برکت کا
ظاہر ہونا مسلّم فرمانے کے بعد مصنفِ کتاب "رحمۃ اللعالمین" قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے
ہیں.........

اب عہدِ سرورِ کائنات ﷺ کی فضیلت بھی آشکار ہوجائے، پتھریلی زمین کی جگہ اب گوشت پوست
میں سے پانی کے نکلنے کا عجیب ترین معجزہ ظہور میں آتا ہے [۲۴]

سرکارِ دو عالم ﷺ کے اس معجزۂ لاثانی کی خبر آج سے ہزاروں سال قبل انبیائے سابقین کے مبارک
کلام میں بھی دے دی گئی تھی۔ چنانچہ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری لکھتے ہیں.........

میں یہ بھی عرض کروں گا کہ نبی ﷺ کے اس معجزہ اور اس خصوصیتِ لاثانی کی خبر بھی انبیائے پیشین
کے مبارک کلام میں دے دی گئی تھی۔

چنانچہ یسعیاہ میں ہے.........

خداوندِ خشک بیابانوں میں پانی کے چشمے بہائے گا [۲۵]

اور یہ ظاہر بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کا یہ معجزہ خشک بیابانوں ہی میں ظہور میں آیا۔ جیسے غزوۂ حدیبیہ
میں، مقامِ زوراء پر اور ایک سفر کے دوران، وغیرہ۔

خاتم المحققین حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دستِ مبارک کے ذریعہ پتھر پر عصا مارنے سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے مگر اس میں شک نہیں کہ انگلیوں سے پانی نکالنا پتھر سے پانی نکلنے کے اعجاز کے مقابلہ میں زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی عادۃً نکلا ہی کرتا ہے بخلاف گوشت و پوست اور ہڈیوں سے پانی نکالنے کے ۲۶

امام المحدثین حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ..........

یہ معجزہ پتھر سے چشمہ جاری ہونے سے بڑھ کر ہے، جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے وقوع پذیر ہوا۔ کیونکہ یہ پتھر کی عادات میں سے ہے، جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے: وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهر ۲۷

یعنی ''اور بے شک پتھروں میں سے بعض وہ ہیں جن سے پانی جاری ہوتا ہے۔''

لیکن گوشت اور خون سے پانی جاری ہونا ہمارے نبی پاک ﷺ کے سوا اور کسی کے لیے ثابت نہیں ..........

واما من لحم و دم فلم يعهد من غيره صلى الله عليه وسلم ۲۸

حضرت علامہ امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ..........

هذه المعجزة اعظم من معجزة موسىٰ عليه السلام اذنبع له الماء من الحجر لانه معتاد و اما خروجه من لحم و دم فلم يعهد ۲۹

یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ سے عظیم تر ہے کیونکہ اُن کے لیے پتھر سے پانی جاری ہونا ثابت ہے اور ہمارے آقا ﷺ کے لیے خون اور گوشت سے پانی جاری ہونا ثابت ہے جو آپ ﷺ کے سوا اور کسی کے لیے ثابت نہیں۔

عاشقِ رسول حضرت علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ..........

اگر کہا جائے کہ میدانِ تیہ میں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصاء کو ایک پتھر پر مارا تو اُس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کہ حضور فخر دو عالم ﷺ کے لیے اس سے زیادہ تعجب خیز معجزہ ثابت ہے کیونکہ پتھروں سے پانی کا نکل آنا تو عام مشاہدہ ہے لیکن گوشت، خون اور ہڈیوں سے پانی کے چشمے کا جاری ہونا کتنی تعجب خیز بات ہے۔ ۳۰

امام کبیر، سلطان العلما حضرت علامہ مولانا عزالدین بن عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۶۰ھ) شہرۂ آفاق تصنیف ''بدایۃ السول فی تفضیل الرسول'' میں فرماتے ہیں ..........

آپ ﷺ کے معجزات میں سے کتنے ہی معجزے ایسے ہیں جو دوسرے انبیا کرام کے معجزات سے زیادہ واضح ہیں اور اُن میں سے زیادہ اعجاز پایا جاتا ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کی انگشت ہائے مبارکہ سے پانی

جاری ہونا۔ یہ پتھر سے پانی بہہ نکلنے کی نسبت عادت کے زیادہ خلاف ہے کیونکہ بعض پتھر ایسے بھی ہیں جن
سے پانی نکلتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی بہہ نکلنے والا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر
سے چشمے جاری ہونے والے معجزے سے زیادہ فضیلت وعظمت رکھتا ہے۔ ۳۱

قرآن حکیم میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے ..........

فامنوا باللہ و رسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ و کلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون ۳۲

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسر کبیر حضرت علامہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
وہ معجزات جو سرورِ کون ومکاں ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے ظاہر ہوئے، جیسے چاند کا دو ٹکڑے ہونا، آپ کی
انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونا، ایسے معجزات کو کلمات اللہ کہا جاتا ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کی پیدائش بھی عجیب وغریب طریقے سے ہوئی جو خلافِ عادت ہے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں کلمۃ
اللہ کہا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کے معجزات جبکہ عجیب وغریب بھی ہیں اور عادت کے اور عادت کے
خلاف بھی تو انہیں کلمۃ اللہ کیوں نہ کہا جائے گا؟ پس اس لحاظ سے یؤمن باللہ و کلماتہ کا مطلب یہی
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے ساتھ اُن معجزات پر بھی ایمان لائے جو حضور فخر موجودات ﷺ کی ذات
مقدسہ سے ظاہر ہوئے ۳۳

لیکن اس کے باوجود، اشرف علی تھانوی نے سرکار ﷺ کے اس معجزہ (کلمۃ اللہ) کا انکار کیا ہے
اور اپنی بے ایمانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔

امام باجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف ''سنن الصالحین وسنن العابدین'' میں روایت فرمایا
ہے کہ امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں یوں ارشاد
فرماتے ہیں ..........

''یا رسول اللہ ﷺ! .......... میرے والدین آپ پر فدا، اگر حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اللہ
تعالیٰ نے اس کمال سے نوازا کہ ان کو وہ پتھر عطا فرمایا تھا، جس سے چشمے جاری ہوجاتے تھے تو وہ آپ ﷺ
کے اس کمال سے زیادہ تعجب خیز نہیں جبکہ آپ ﷺ کی انگشتہائے مبارکہ سے پانی کے چشمے ابل پڑتے
تھے۔ صلی اللہ علیک'' ۳۴

امام شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۹۴ھ) اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''طہارت القلوب''
میں ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں ..........

حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کے معجزات سے یہ بھی ہے کہ متعدد دفعہ آپ ﷺ کی (دعا کی) برکت سے
آپ کی انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی جاری ہوا۔ یہ بہت سی احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے .......... یہ معجزہ

قطعی الثبوت اور معجزۂ شق القمر کی طرح آپ ﷺ کے خصائص سے ہے ۳۵؎

شارح صحیح مسلم حضرت علامہ امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۶ھ) اپنی مایۂ ناز تصنیف ''تہذیب الاسماء واللغات'' میں ایک جگہ یوں نقل فرماتے ہیں .........

قرآنِ مقدس کے علاوہ آپ ﷺ کے معجزات کا تو احاطہ ہی ناممکن ہے۔ اس لیے کہ وہ اس تعداد میں ہیں جن کا شمار ہو ہی نہیں سکتا۔ اور وہ دن بہ دن ترقی پر ہیں۔ البتہ میں آپ کے شمار کردہ معجزات میں سے چند (مشہور) مثالیں پیش کرتا ہوں .........

۱) قرآن حکیم

۲) چاند کا پھٹنا

۳) حضور ﷺ کی انگلیوں سے پانی بہنا الخ ۳۶؎

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدۂ بردہ شریف میں اس کی کیا ہی خوب تشریح فرمائی ہے ۔

| | |
|---|---|
| و کلّ ای اتی الرسل الکرم بها | فانما اتصلت من نوره بهم |
| فانهٗ شمس فضل هم کواکبها | یظهرن انوارها للناس فی الظلم ۳۷؎ |

ترجمہ:- اور جس قدر معجزے کہ بزرگ رسولوں نے دکھائے، وہ سب اُن کو حضور پُرنور ﷺ کے نور سے حاصل ہوئے۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ فضیلت کے آفتاب ہیں اور دوسرے پیغمبر اس آفتاب کے ستارے ہیں جو اسی آفتاب کے انوار کو لوگوں کے لیے تاریکیوں میں ظاہر کرتے رہے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سید المرسلین ﷺ کی روحِ انور کو پیدا کیا اور اُسے خلعتِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ پھر دیگر روحوں کو پیدا کیا اور انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور اُن سے آپ ﷺ کی اتباع کا عہد لیا کہ اگر آپ کے زمانے کو پائیں تو ان کی پیروی کریں اور ان کی مدد کریں۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے .........

و اذ اخذ اللہ میثاق النبین الآیۃ ۳۸؎

جب پیغمبروں کی روحوں نے باریٔ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکمیل کی تو حضور پُرنور ﷺ کا نورِ روحانی اُن پر چمکا اور اُن پر معجزات کا ظاہر کرنے کی استعداد پیدا ہوگئی۔ اس طرح دنیا میں ہر ایک پیغمبر کے معجزات، حضور انور ﷺ کے نور کے فیضان سے ظہور میں آئے۔ ۳۹؎

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ بالا شعر کی تشریح فرماتے ہوئے علامہ ابن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں .........

مذکورۃ الصدور اشعار کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبرانِ اسلام علیہم السلام میں سے جس کسی کو بھی کوئی معجزہ

ملا تو وہ انھیں سیدِ عالمیان محمد رسول اللہ ﷺ کے نور ہی سے حاصل ہوا۔ امام ادیب بوصیری قدس سرہٗ کا مصرعہ کتنا ہی عمدہ ہے۔ "فانما اتصلت من نورہٖ بھم" (جس کا مطلب یہ ہے) کہ جب سے حضور سیدِ عالم ﷺ پر نورِ ازلی کا فیضان ہوا تو وہ اُس وقت سے مسلسل آپ ﷺ کے ساتھ بلا کم و کاست ساتھ رہا (اور اس سے کوئی شئی گھٹی نہیں) یہی وجہ ہے کہ سب پیغمبروں کے معجزات آپ ﷺ کے ہی نور کا پرتو تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ فضل و شرف کا آفتاب ہیں اور سب انبیائے کرام علیہم السلام اس آفتابِ نبوت کے جگمگاتے ستارے ہیں۔ یعنی ظلمتوں میں لوگوں کو اپنی تابانیاں دکھانے والے یہ درخشندہ ستارے اسی آفتاب کے انوار کا مظہر ہیں۔[۴۰]

صاحب "مواہب اللدنیہ" امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس تصنیفِ لطیف کے چوتھے مقصد میں حضور سید عالم ﷺ کے خصائص و فضائل بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اور حضور سید عالم ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹنا بھی خصائص سے ہے اور اس کی مثل دیگر انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کے لیے بھی ثابت نہیں ہے۔[۴۱]

حافظ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ..........

چاند آپ ﷺ کے اشارے سے شق ہوا۔ پتھروں نے آپ پر دُرود و سلام پڑھا۔ کھجور کا تنا آپ کے لیے رویا۔ آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹا اور یہ تمام چیزیں حضور اقدس ﷺ کے علاوہ کسی نبی کے لیے ثابت نہیں۔ یہ ابن عبدالسلام نے بیان کیا ہے۔[۴۲]

سرکار ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی کا جو چشمہ پھوٹا، اس مبارک پانی کی عظمت کو اعلیٰ حضرت مجددِ دین و ملت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے مشہور فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ" میں بھی بڑے ہی پیارے اور دلکش انداز سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو..........

فتاویٰ رضویہ کے رسالہ "النور النورق الاسفار الماء المطلق" میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے پانی کی تین سو پچاس (۳۵۰) قسمیں بیان فرمائی ہیں اور اس کے احکام ذکر کیے ہیں۔ اس رسالہ کی ابتداء میں آبِ زم زم کا حکم بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ ہے، کیونکہ وہ ایک مقدس پانی ہے" .......... یہ فقہی حکم بیان کرتے ہوئے انھیں خیال آیا کہ کہیں قارئین اس سے یہ نہ سمجھ لیں کہ زم زم کا پانی ہر پانی سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے کیونکہ ایک پانی ایسا بھی ہے جو نہ صرف آبِ زم زم سے بلکہ آبِ کوثر سے بھی افضل ہے، اس پانی کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ..........

"سب سے اعلیٰ سب سے افضل، دونوں جہان کے سب پانیوں سے افضل، زم زم سے افضل، کوثر سے افضل، وہ مبارک پانی ہے جو کہ بارہا، برائے اعجاز حضور انور سیدِ اطہر ﷺ کی انگشتانِ مبارک سے دریا

کی طرح بہا اور ہزاروں نے پیا اور وضو کیا۔ علما تصریح فرماتے ہیں کہ وہ پانی زم زم و کوثر سب سے افضل ہے۔ مگر اب وہ کہاں نصیب!" ۴۳

اللہ اکبر!...... کیا عجب انداز ہے...... !حرف حرف عشقِ مصطفیٰ کی خوشبو سے مہک رہا ہے اور آخری جملہ "اب وہ کہاں نصیب!" میں جو حسرت کی دنیا پنہاں ہے اُس کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔

نیز مصنفِ کتاب "رحمۃ اللعالمین" قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری نے بھی لکھا ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے اس پانی کو حیّ علی الطھور المبارک و البرکۃ من اللہ ۴۴ فرمایا...... یعنی اس پانی کو پاک، مبارک اور برکت والا فرمایا۔ علمائے اُمت کا اتفاق ہے کہ برکت وعزت میں آبِ زم زم سے بڑھ کر وہ پانی تھا جو حضور اقدس ﷺ کی انگلیوں میں سے نکلا تھا۔ ۴۵

کیونکہ آبِ زم زم کو یہ فضیلت بھی اگر ملی ہے تو انہی آقا ﷺ کے جوٹھے مبارک ہی کے صدقہ میں...... ہمیں بھیک دینے والے آقا ﷺ کے لعابِ دہن ہی کا یہ صدقہ ہے کہ اس پانی کو یہ افضلیت ملی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ زم زم کی طرف تشریف لائے تو ہم نے آپ ﷺ کے لیے ڈول نکالا، حضور اقدس ﷺ نے نوش فرمایا، پھر اُس میں کُلّی فرمادی۔ پھر اُسے ہم نے زم زم میں انڈیل دیا...... اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو میں اپنے ہاتھ سے نکالتا۔ ۴۶

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایہ والنہایہ" میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد مسلم کی شرط پر ہے۔ ۴۷

نیز شیخ احمد شاکر نے مسند کی شرح میں اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ ۴۸

ایک اور جگہ امام محمد بن عبداللہ ازرقی نے ابن طاؤس کے طریق سے اور وہ اپنے باپ سے مرسل طور پر روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیا، پھر مضمضہ (کُلّی) کرکے ڈول میں ڈال دیا اور حکم دیا تو اسے زم زم میں ڈالدیا گیا۔ ۴۹

عبدالجبار بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آبِ زم زم کا ڈول لایا گیا تو رسول اقدس ﷺ نے مضمضہ (کُلّی) کیا تو اسے منہ سے ڈول میں ڈال دیا۔ اس میں مشک (کستوری) سے زیادہ خوشبو تھی۔ ۵۰

اسے حمیدی نے ثقہ راویوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور شیخ ساعاتی نے اسے "بلوغ الامانی فی اسرار الفتح الربانی" میں صحیح قرار دیا ہے۔ ۵۱

نیز اس حدیث میں لفظ المج آیا ہے، جس کا معنی ہے "منہ پُھلا کر پھونک کے ساتھ منہ سے پانی

چھوڑنا" (مشارق الانوار جلد اوّل صفحہ نمبر ۳۸۴)

شیخ ظفر احمد عثمانی تھانوی نے اپنی کتاب "اعلاء السنن" میں لکھا ہے ..........

اس سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے منہ مبارک سے نکلے ہوئے پانی (لعاب) کی برکت زم زم کی برکت پر غالب ہے۔ لہٰذا آبِ زم زم کو برکت پر برکت حاصل ہوگئی اور لذت پر لذت، شفاء پر شفاء، نور پر نور، پاکیزگی پر پاکیزگی حاصل ہوئی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ڈول میں کلّی فرمائی اور اُسے آبِ زم زم کے کنوئیں میں ڈال دیا گیا ہے۔

تو حضور اپنی اُمت پر کس قدر رحیم و رؤف تھے کہ آپ نے اس بات کو پسند نہ کیا کہ جو آپ کے بعد آئیں آپ کی اُمت میں سے تا قیامت وہ آپ کے جوٹھے کی فضیلت و برکت سے محروم رہیں اور آپ کی پاکیزگی کی برکت سے محروم رہیں۔ پس ہم اپنے ماں باپ سمیت آپ پر فدا ہوجائیں۔ آپ پر اور آپ کی آل، اصحاب اور احباب، سب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو۔ ۵۲

حضور ہادیٔ برحق ﷺ کی مقدس انگلیوں سے نکلنے والے مبارک و مطہر پانی کی عظمت بیان فرماتے ہوئے حضرت علاّمہ امام بیجوری علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں ..........

افضل المیاہ ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ۵۳

کائنات کے تمام پانیوں میں افضل پانی، آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ کی مقدس انگلیوں کے چشمے سے نکلا ہوا پانی ہے۔

فتاویٰ مغنی المحتاج میں ہے ..........

وما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ علیہ وسلم من المآء اومن ذاتھا علیٰ خلافھا فی والارجح الثانی و ھو افضل المیاہ مطلقا. الخ ۵۴

اور فضیلت سب سے زیادہ اُس پانی کی ہے جو آقائے کائنات ﷺ کی مبارک انگلیوں پاک سے جاری ہوا۔ مگر اس میں اختلاف ہے کہ وہ پانی جو نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی انگلیوں سے جاری ہوا، بذاتِ خود پہلے ہی فضیلت والا تھا یا اُس کو ان انگلیوں کی ذاتِ پاک کے ساتھ لگنے کی وجہ سے فضیلت تامّہ کلیہ ملی؟ تو تمام علماءِ اُمت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ذاتِ پاک کے ساتھ لگنے کی وجہ سے فضیلت اور شان اُسے ملی اور اسی دوسرے قول کو ترجیح ہے۔ ۵۵

یہ معجزہ مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں کئی بار ظہور میں آیا۔ جیسے غزوۂ حدیبیہ میں، جس وقت حاضرین کی تعداد پندرہ سو تھی .......... دوسرا مقامِ زوراء پر، جس وقت حاضرین کی تعداد تین سو یا تین سو کے لگ بھگ تھی .......... تیسرا عصر کے وقت، جہاں چودہ سو یا پندرہ سو لوگ تھے .......... اور چوتھا ایک

سفر کے دوران، جہاں پر ستر یا ستر کے لگ بھگ افراد تھے۔ وغیرہ

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا..........

تم لوگ معجزات کو عذاب سمجھتے ہو، ہم عہدِ رسالت ﷺ میں انھیں باعثِ برکت سمجھا کرتے تھے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے سے تسبیح کی آواز سنتے تھے۔ (ایک مرتبہ) آپ کے پاس پانی کا ایک برتن لایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں اپنا دستِ مبارک رکھا تو آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: وضو کے مبارک پانی اور آسمانی برکت کی طرف آؤ ........ یہاں تک کہ ہم سب نے وضو کرلیا۔ ۵۶

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ۵۷

محدثِ کبیر حافظ امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث میں مذکور سفر غزوۂ حدیبیہ کا سفر تھا۔ ۵۸

صحیح بخاری میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا اور آپ زوراء ۵۹ کے مقام پر تھے۔ آپ نے برتن کے اندر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگشتہائے مبارک کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے اور سب لوگوں نے وضو کرلیا...... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: - آپ کتنے تھے؟ جواب دیا: تین سو یا تین سو کے لگ بھگ۔ ۶۰

صحیح بخاری ہی میں ایک اور جگہ حضرت سالم بن ابوالجعد نے حضرت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی معیت میں دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا لیکن (وضو کے لیے) تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے سوا کچھ نہ تھا، جو ایک برتن میں جمع کر کے رسولِ کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا ........ حضور اقدس ﷺ نے اپنا دستِ مبارک اس میں داخل کیا اور پھر انگشتہائے مبارک کھول دیں۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ وضو کرنے والے آئیں اور اللہ کی برکت سے فائدہ اٹھائیں۔ پس میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگشتہائے مبارک سے پھوٹ پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ پس لوگوں نے وضو کیا اور پانی پیا۔ چنانچہ میں نے اپنا پیٹ بھرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی کیونکہ میرے نزدیک وہ پانی متبرک تھا۔ پھر میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ اُس روز آپ کتنے حضرات تھے؟ ........ انھوں نے فرمایا: - چودہ سو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اس حدیث کی روایت کرنے میں عمرو بن دینار نے حضرت سالم کی متابعت

کی۔ حصین اور عمرو بن مُرّہ نے سالم کے ذریعہ اور انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پندرہ سو حاضر
کی روایت کی ہے۔ نیز حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کر
میں حضرت سالم کی متابعت کی ہے۔ ۶۱

حضرت اسحٰق نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انس رضی الل
عنہ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جبکہ عصر کی نماز کا وقت قریب آ گیا تھا۔ پانی تلا
کیا گیا مگر لوگوں نے کہیں بھی پانی نہ پایا۔ تو رسول اللہ ﷺ کے پاس تھوڑا سا پانی پیش کیا گیا۔ آپ
اس برتن میں اپنا دستِ اقدس رکھ دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس پانی سے وضو کریں۔ میں نے دیکھا کہ پا
آپ ﷺ کی انگلیوں کے نیچے سے پھوٹ رہا تھا۔ لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا حتیٰ کہ سب نے وضو کرلیا
۶۲

حضرت حسن نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت انس بن مالک رض
اللہ عنہ فرماتے ہیں......

رسول اللہ ﷺ کسی سفر کے لیے نکلے اور شمعِ نبوت کے ساتھ اُس کے کچھ پروانے بھی تھے۔ وہ بر
چلتے رہے، یہاں تک کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ لیکن وضو کے لیے پانی نہیں مل رہا تھا۔ اُن میں سے ایک شخ
چلا گیا اور پیالے میں تھوڑا سا پانی لے آیا۔ نبی کریم ﷺ نے اُسے لیکر وضو فرمایا۔ پھر اپنی چار اُنگلیا
پیالے کے اُوپر رکھتے ہوئے فرمایا:- کھڑے ہوجاؤ اور وضو کرو۔ لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا، یہاں تک
کہ سارے لوگ وضو کر چکے اور وہ ستر یا اس کے لگ بھگ تھے۔ ۶۳

حضرت حمید نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ حضرت انس ب
مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں..........

نماز کا وقت ہوگیا تو جن حضرات کے گھر مسجد کے قریب تھے وہ وضو کرنے چلے گئے اور کتنے
افراد وہیں رہ گئے۔ پس نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک پتھر کا برتن پیش کیا گیا، جس کے اندر پا
تھا آپ نے اپنا دستِ مبارک پانی میں ڈالدیا لیکن برتن چھوٹا ہونے کی باعث ہاتھ کُھلتا نہ تھا تو انگلیوں
ملا کر برتن میں ڈالا گیا اور سارے ہی حاضرین کو وضو کروادیا گیا.......... میں (حضرت حمید) نے (حضر
انس رضی اللہ عنہ سے) پوچھا:- وہ کتنے افرد تھے؟ .......... فرمایا: اسی (۸۰) آدمی تھے۔ ۶۴

علامہ ابن قیم جوزی نے لکھا ہے..........

اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وضو کے پانی کے لیے فرما
چنانچہ پانی لایا گیا۔ آپ نے فرمایا "جابر اس کو لو اور بسم اللہ کہہ کر گرانا شروع کرو!" .......... حضرت جا

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بسم اللہ کہکر گرانا شروع کیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کی انگشتہائے مبارکہ سے پانی ابلنا شروع ہوا۔[۶۵]

ان احادیث کے متن اور تعین مکان میں واضح مغایرت ہے اور وضو کرنے والوں کی تعداد بھی مختلف ہے حتیٰ کہ مختلف اسانید سے یہ احادیث مروی ہیں۔ جس سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ ایک واقعہ نہیں بلکہ متعدد واقعات ہیں، جو متفرق مقامات پر ظہور پذیر ہوئے۔

چنانچہ شارح صحیح بخاری حضرت علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرطبی نے ذکر کیا کہ حضور سید عالم ﷺ کی مقدس انگلیوں سے پانی نکلنا کئی مواضع میں ظہور پذیر ہوا ہے اور اکثر مقامات پر یہ دیکھنے میں آیا ہے۔ نیز کئی طریقوں اور مختلف اسانید سے یہ احادیث مروی ہیں جو حتمی طور پر یقینی علم پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ اگرچہ اخبار احاد ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے متواتر ہیں۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کے سوا کسی نبی سے ایسا معجزہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی نبی کی ہڈیوں، پٹھوں اور گوشت سے پانی جوش مار کر نکلا ہو[۶۶]

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنج آب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

## حوالہ جات


۱۔ حدائق بخشش حصہ اوّل۔
۲۔ حدائق بخشش حصہ دوم۔
۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۴۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ وصحیح بخاری کتاب الانبیا باب علامات النبوۃ فی الاسلام
۵۔ مرقاۃ شرح مشکوۃ للقاری باب فی المعجزات الفصل الاوّل۔ مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۸ صفحہ ۱۸۲
۶۔ شکر النعمۃ صفحہ ۳۴
۷۔ شرح صحیح مسلم للنوی
۸۔ زرقانی علی المواہب مقصد معجزات جلد ۵ صفحہ ۱۵۳
۹۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ تفہیم البخاری شرح صحیح بخاری جلد ۵، صفحہ ۴۴۸
۱۰۔ زرقانی علی المواہب مقصد معجزات جلد ۵، صفحہ ۱۵۸
۱۱۔ مواہب اللدنیہ مقصد معجزات
۱۲۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ تفہیم البخاری کتاب الاشربہ جلد ۸ صفحہ ۲۱۳
۱۳۔ دلائل النبوۃ فصل ۲۱، صفحہ ۳۴۵

۱۴۔ دلائل النبوۃ فصل ۳۰، صفحہ ۵۲۴۔ ۵۲۵
۱۵۔ پارہ نمبر ۱ سورۂ بقرہ آیت ۷۴
۱۶۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن
۱۷۔ مواہب اللدنیہ مقصد معجزات۔ الانوار المحمدیہ تلخیص المواہب اللدنیہ
۱۸۔ پارہ اوّل سورۂ بقرہ آیت ۶۰
۱۹۔ تفسیر خازن پارہ اوّل جلد اوّل سورۂ بقرہ آیت ۶۰
۲۰۔ پارہ اوّل سورۂ بقرہ آیت ۶۰
۲۱۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن
۲۲۔ پارہ نہم سورۂ اعراف آیت ۱۶۰
۲۳۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن
۲۴۔ رحمۃ اللعالمین حصہ سوم صفحہ ۱۴۴
۲۵۔ ایضاً صفحہ ۱۴۸
۲۶۔ مدارج النبوۃ جلد اوّل صفحہ ۳۳۰
۲۷۔ پارہ اوّل سورۂ بقرہ آیت ۷۴
۲۸۔ شرح الشفاء للقاری جلد سوم صفحہ ۱۵
۲۹۔ نسیم الریاض جلد سوم صفحہ ۱۴
۳۰۔ جواہر البحار شریف جلد اوّل صفحہ ۲۳۷
۳۱۔ ایضاً صفحہ نمبر ۵۶۹ فرمودات امام عز الدین بن عبد السلام وجہ ۱۱
۳۲۔ پارہ نہم سورۂ اعراف آیت ۱۵۸
۳۳۔ تفسیر کبیر پارہ نہم سورۂ اعراف آیت ۱۵۸۔ جواہر البحار جلد اوّل صفحہ ۴۹۳ فرمودات امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ
۳۴۔ جواہر البحار شریف جلد دوم صفحہ ۲۴۵
۳۵۔ ایضاً صفحہ ۱۰۳
۳۶۔ ایضاً صفحہ ۶۲
۳۷۔ قصیدۂ بردہ شریف الفصل الثالث فی مدح رسول اللہ ﷺ
۳۸۔ پارہ سوم سورۂ آل عمران آیت ۸۱
۳۹۔ شرح قصیدۂ بردہ شریف صفحہ ۴۵
۴۰۔ جواہر البحار شریف جلد سوم صفحہ ۵۶۔ مواہب اللدنیہ مقصد ۴

۴۱ ایضاً
۴۲ الخصائص الصغریٰ صفحہ ۱۴
۴۳ فتاویٰ رضویہ جلد اوّل کتاب الطہارۃ باب المیاہ صفحہ ۴۰۸
۴۴ صحیح بخاری کتاب الاشربہ باب شرب البرکۃ والماء المبارک
۴۵ رحمۃ اللعالمین حصہ سوم صفحہ ۱۴۸
۴۶ مسندِ امام احمد جلد اوّل صفحہ ۳۷۲۔ طبرانی بمجم نصب الرایۃ جلد سوم صفحہ ۹۰۔ درایۃ للابن حجر جلد دوم صفحہ ۳۰
۴۷ البدایۃ والنہایہ جلد پنجم صفحہ ۱۹۳
۴۸ شرح مسند جلد پنجم صفحہ ۱۷۷
۴۹ اخبار مکہ جلد دوم صفحہ ۵۴
۵۰ مسند امام احمد جلد چہارم صفحہ ۳۱۸۔ سبل الھدیٰ والرشاد جلد دہم صفحہ ۴۲۔
۵۱ بلوغ الامانی فی اسرار الفتح الربانی جلد ۲۲ صفحہ ۶۷
۵۲ اعلاء السنن جلد دہم صفحہ ۲۱۱
۵۳ فتاویٰ حاشیہ بیجوری فقہ شافعی جلد اوّل صفحہ ۳۱۔ العطایا الاحمدیہ فتاویٰ نعیمیہ جلد سوم صفحہ ۳۴۱
۵۴ فتاویٰ مغنی المحتاج جلد اوّل صفحہ ۱۷۔ فتاویٰ نعیمیہ جلد سوم صفحہ ۳۴۱
۵۵ ایضاً۔
۵۶ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ جامع ترمذی ابواب المناقب باب ۵۲۲
۵۷ جامع ترمذی ابواب المناقب باب ۵۲۲
۵۸ تفہیم البخاری شرح صحیح البخاری جلد پنجم صفحہ ۴۵۴
۵۹ راوی کا بیان ہے کہ "زوراء" مدینہ کے بازار میں مسجد کے قریب ایک جگہ ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ)
۶۰ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ
۶۱ صحیح بخاری کتاب الاشربہ باب شرب البرکۃ والماء المبارک۔
۶۲ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔ صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ
۶۳ صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب علامات النبوۃ فی الاسلام۔
۶۴ ایضاً
۶۵ زاد المعاد معروف بہ سیرت خیر العباد جلد دوم صفحہ ۳۴۱۔
۶۶ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری بحوالہ تفہیم البخاری جلد پنجم صفحہ ۴۴۷۔

# تحذیر الناس کے حامیوں کا ایک دھوکہ

تحریر۔ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

مکرمی و معظمی حضرت غزالیٔ زماں علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

سلام مسنون، معروض خدمت عالیہ میں ہے کہ جو حوالہ "تحذیر الناس" (مطبوعہ قاسمی پریس دیوبند) صفحہ ۲۸ پر مرقوم ہے کہ!

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا" الخ

اس کے مقابل عقیدۂ اہل سنت جو کہ آپ کی تصنیف "الحق المبین" میں مرقوم ہے۔ ایک دیوبندی سے اس پر گفتگو ہوئی، اس نے اس میں یہ تاویل کی کہ خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا اس کا مطلب ہے کہ حضور خاتم النبیین ہی ہوں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا، جس طرح مشرکین شریکِ باری تعالیٰ مانتے تھے لیکن ان کے ماننے سے الوہیت الٰہیہ میں کچھ فرق نہیں آتا تھا۔

بقول دیوبندی اس سے حضور کی فضیلت اور خاتمیت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے کہ براہِ نوازش مسلک کی بہتری کے پیش نظر تفصیلی جواب سے سرفراز فرما کر ممنون فرمائیں، تاکہ دیوبندی کو مکمل جواب دیا جاسکے اور باقی عوام بھی مطمئن ہو سکیں، مولانا مہتمم صاحب ضلع ہزارہ دورہ پر تشریف لے گئے ہیں۔

منہاج الحق، ناظمِ اعلیٰ جمعیۃ الطلبا، مدرسہ اسرار العلوم حنفیہ، مری روڈ، راولپنڈی

مولانا المکرّم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ مزاج گرامی

عنایت نامہ پہنچا، جواباً عرض ہے کہ تحذیر کی عبارت میں جو تاویل کی گئی ہے، وہ قطعاً باطل و مردود ہے۔ مؤوّل (تاویل کرنے والا) کی تاویل سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ صاحب تحذیر کی یہ تمام گفتگو اثر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صحیح ماننے کی تقدیر پر ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر طبقۂ زمین میں انبیا علیہم السلام موجود ہیں۔ اس مضمون پر یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کا وجود کسی طبقۂ زمین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی قرار پائے گا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب تحذیر نے کہا

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض

کیجیے اسی زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جائے"۔

اس پوری تفصیل اور عبارتِ منقولہ کو ذہن نشین کرنے کے بعد مؤوّل کی تاویل ملاحظہ فرمایئے، مؤوّل کہتا ہے!

"اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور خاتم النبیین ہی رہیں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا"۔

چشمِ بد دور، کیا نفیس توجیہہ کی گئی ہے۔ مؤول صاحب نے صاحبِ تحذیر کی عبارت کو خود اس کے مسلک کے معارض ومنافی قرار دے دیا۔ صاحبِ تحذیر تو اثر عبداللہ بن عباس کو صحیح مان کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا دیگر انبیا علیہم السلام کے وجود کو طبقاتِ زمین میں تسلیم کرتا ہے۔ حتیٰ کہ بل اضرابیہ لاکر زمانہ نبوی کے بعد بھی نبی کا وجود فرض کر کے خاتمیتِ محمدیہ میں فرق نہ آنے کا اقرار کر رہا ہے اور مؤول کہتا ہے کہ "حضور خاتم النبیین ہی رہیں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا"۔

مؤوّل (یعنی تاویل کرنے والے) سے میں دریافت کرتا ہوں کہ تحذیر کی عبارت منقولہ بالا میں لفظ نبی سے جھوٹا مدعی نبوت مراد ہے یا سچا نبی؟ اگر سچا نبی مراد ہے تو مؤول اس کے دعویٰ نبوت کو باطل کہہ کر منکر نبوت قرار پایا، اور اگر (معاذ اللہ) جھوٹا مدعی نبوت مراد ہے تو اس عبارت میں بالفرض کے کیا معنی ہوں گے؟ فرض تو ایسی چیز کو کیا جاتا ہے جو خلاف واقع ہو اور ظاہر ہے کہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے مدعیانِ نبوت کا بکثرت پیدا ہونا امر واقع ہے اسے بالفرض کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ تاویلِ مذکور باطل ومردود ہے اور تحذیر کی اس عبارت کا مطلب یہی ہے کہ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا زمین کے ساتوں طبقوں میں انبیا علیہم السلام کا پایا جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے منافی نہیں بلکہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا"۔

تاویلِ مذکور کے ذیل میں جو مثال پیش کی گئی ہے وہ بھی غلط اور بے محل ہے، جس سے مؤوّل کی جہالت ثابت ہوتی ہے۔ وہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتا کہ مشرکین شریکِ باری تعالیٰ کے وجود کو بالفرض نہیں مانتے تھے یعنی وہ محض فرضی شریک کے قائل نہ تھے، بلکہ اپنے زعم باطل میں واقعی شریکِ باری کے معتقد تھے۔ یہ صحیح ہے کہ خلاف واقعہ اعتقاد سے واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا، اگر کوئی شخص دن کو رات کہہ دے تو دن کی روشنی رات کی تاریکی میں نہیں بدل سکتی۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے لیے شریک ماننے سے اس کی توحید میں فرق نہیں پڑسکتا، لیکن یہاں مشرکین کے شریکِ باری ماننے اور خلاف واقعہ اعتقاد رکھنے سے بحث نہیں۔ گفتگو اس بات میں ہے کہ اگر باری تعالیٰ کے لیے شریک فرض کرلیا جائے تو اس کی توحید میں فرق آئے گا یا نہیں؟ میں عرض کروں گا کہ ضرور فرق آئے گا، کیونکہ شریک باری محال ہے، اور فرض محال،

محال کو مستلزم ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص شریکِ باری کو فرض کرے گا تو اس کے قول پر (معاذ اللہ) توحید باری کا بطلان ضرور لازم آئے گا، مثلاً ہم کہیں کہ خدا ایک ہے، اگر بالفرض دوسرا خدا پایا جائے تو ایک کی بجائے دو خدا ہو جائیں گے، جو محال ہے، اور مستلزم محال یقیناً محال ہوتا ہے، لہٰذا دوسرے خدا کا پایا جانا محال ہے۔

خوب یاد رکھیے! جس چیز کے فرض کرنے سے کوئی محال لازم نہ آئے، وہ محال نہیں۔ اگر بقول مؤول شریک باری فرض کرنے سے توحیدِ باری میں کچھ فرق نہ آئے تو شریکِ باری محال نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اگر کسی کے نزدیک شریک باری فرض کرنے سے توحید باری میں فرق نہیں آتا تو سمجھ لیجیے کہ وہ شریکِ باری کو ممکن سمجھتا ہے اور شریکِ باری کو ممکن سمجھنا خود شرک ہے۔

اس تقریر سے مؤول کی تاویل اور عبارتِ تحذیر دونوں کا بطلان واضح ہوگیا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ آیت کریمہ "ولکن رسول اللہ و خاتم النبین" کی رو سے بعد زمانہ نبوی ﷺ نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔ اگر بالفرض یہ محال واقع ہو جائے تو خاتمیت محمدیہ میں ضرور فرق آئے گا، اور خاتمیت محمدیہ میں فرق آنا محال ہے، لہٰذا بعد زمانہ نبوی کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔ اس کے برخلاف صاحب تحذیر کا یہ کہنا کہ

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔"

اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی پیدا ہونے کو جائز مانتا ہے جو امت مسلمہ کے نزدیک محال اور باطل محض ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح شریکِ باری فرض کرنے سے توحیدِ باری میں فرق آنا اس بات کی دلیل ہے کہ شریکِ باری محال ہے، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی پیدائش فرض کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں فرق آنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔

جو شخص شریک باری فرض کرنے کو توحیدِ باری کے منافی نہیں سمجھتا وہ توحید کا قائل نہیں، اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی پیدائش فرض کرنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے خلاف نہیں جانتا وہ ختم نبوت کا معتقد نہیں۔ توحید باری اور ختمِ نبوت پر اسی شخص کا ایمان ہے جو شریک باری فرض کرنے کو توحید کے منافی جانتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کی پیدائش فرض کرنے کو ختم نبوت کے خلاف مانتا ہے۔ اُمید ہے اس بیان کو پڑھ کر آپ مطمئن ہو جائیں گے، اور اگر خدانخواستہ کوئی خلجان باقی رہے تو مطلع فرمائیں، ان شاء اللہ پھر مطمئن کرنے کی کوشش کروں گا۔

والسلام فقیر سید احمد سعید کاظمی غفرلہٗ از ملتان

(ماہنامہ "السعید" ملتان، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۱ء)

ترتیب: **خلیل احمد رانا**، جہانیاں منڈی، پاکستان

حضرت مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ، علم دوست تھے، کتاب دوست تھے۔ کتاب، مطالعہ اور لائبریری کی اہمیت و افادیت سے خوب واقف تھے، ذہنی انقلاب کے لیے صحت مند لٹریچر کی اشاعت کو ضروری سمجھتے تھے۔ آپ کتابیں خریدتے تھے، کتابیں پڑھتے تھے، اچھی کتاب کے مطالعہ کی ترغیب دیتے، محققین کو مطلوبہ کتاب اپنے پاس سے دیتے، اگر نہ ہوتی تو ناشر کی نشان دہی فرماتے یا کسی لائبریری کا پتا دیتے، اپنے پاس آنے والے اکثر ہر پڑھے لکھے باذوق شخص کو کوئی نہ کوئی کتاب مطالعہ کے لیے ضرور عنایت فرماتے، بعض اوقات اہل علم کو کتابیں خرید کر تحفۃً ارسال فرماتے، اس طرح تشنگانِ علم کو ان کے موضوع سے متعلق مفید معلومات فراہم کرتے۔

حضرت مخدومی حکیم صاحب علیہ الرحمہ نے راقم کو کئی مرتبہ فرمایا کہ ہمارے ہاں مطالعہ کا شوق بہت ہی کم ہے مطالعہ کیا کرو، اور فرمایا کہ ہمارے علماً کو اُردو ادب کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ اس کے بغیر لکھنا نہیں آتا۔ ایک مرتبہ احقر سے پوچھا کہ تمہاری تعلیم کتنی ہے؟ مَیں نے عرض کیا، حضور میٹرک تک تعلیم حاصل کرسکا ہوں، آپ نے بڑی تاکید سے فرمایا کہ اُردو لغت کا مطالعہ ضرور کیا کرو، اس سے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوگا، الفاظ کے معنی معلوم ہونگے، تلفظ صحیح ہوگا، لیکن بدقسمتی سے مَیں آج تک آپ کی نصیحت پر عمل نہ کرسکا اور لغت کی کتاب نہ خرید سکا۔

جو اہلِ علم آپ سے ایک مرتبہ رابطہ کرتا، آپ اس تعلق کو کبھی ختم نہ فرماتے۔ مشہور کتاب ''محاسنِ کنزالایمان'' کے مصنف ملک شیر محمد اعوان مرحوم (متوفی ۱۹۸۶ء) کالا باغ ضلع میانوالی کے نام آپ کے چند خطوط جن کی فوٹو کاپی آپ نے مجھے عنایت فرمائی تھی، ان میں سے دو خط یہاں درج کرتا ہوں، جن سے آپ کی علم دوستی کا پتا چلتا ہے۔

لاہور۔ ۲۳؍جون ۱۹۶۶ء ۷۸۶

محترم عالی مقام ملک صاحب زید مجدکم

سلام مسنون

ملفوف گرامی نامہ شرف صدور لایا، یاد فرمائی کا شکریہ، تقرب الٰہی، ذکر نوشاہی، قیامِ

رمضان، میلاد نامہ، مقام بنی امیہ، بذریعہ بک پوسٹ بطور تحفہ روانہ خدمت کررہا ہوں، وصول فرما کر ممنون فرمائیں۔

اگر مناسب خیال فرمائیں تو حسب ذیل پتے سے یہ کتابیں طلب فرمائیں، غالباً بلا قیمت ملیں گی، کشفِ فیوض، شرح حرز یمانی (فارسی)، منگانے کا پتہ یہ ہے، سیّد مسلم نظامی صاحب دہلوی، اردو منزل، پاک پتن شریف، ضلع منٹگمری، دونوں کتابیں نہایت معیاری ہیں، کشفِ فیوض تو لاجواب کتاب ہے، ہفتہ دو ہفتہ میں ایک اور کتاب بھیجوں گا، جس کی کتابت ہو رہی ہے، بڑے مزے کی چیز ہوگی، اس کتاب کا نام ''سید احمد شہید کی صحیح تصویر'' ہے۔ لاہور سے ایک کتاب اور شائع ہوئی ہے جس کا نام ''تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علما'' ہے اس کی اشاعت سے دیوبندی حلقہ بڑا تلملا رہا ہے، لاہور تشریف لایئے تو ملاقات سے نوازیئے۔ والسلام محمد موسیٰ عفی عنہٗ

۸۶/۷

لاہور۔ یکم رجولائی ۱۹۶۶ء

محترم عالی مقام ملک صاحب زید مجدکم

سلام مسنون

گرامی نامہ ملا، کتابوں کی رسید سے اطلاع پاکر اطمینان ہوا، سید احمد بریلوی پر کتاب کی کتابت ہوگئی ہے، ہفتہ عشرہ تک تیار ہو جائے گی، آپ کے پاس جو مواد ہے، اسے بھی ترتیب دیجئے، چھپوانے کا انتظام کر دیا جائے گا، ان شاء اللہ العزیز۔ یہ کام بہت ضروری ہے، پاکستان کی یونیورسٹیاں، پاکستان کی سیاسی اور ادبی تاریخ لکھنے میں مصروف ہیں، اگر بروقت تصویر کا دوسرا رخ آ جائے تو بہت اچھا ہو۔ والسلام محمد موسیٰ عفی عنہٗ

حضرت مخدومی حکیم صاحب کتاب کی تصحیح و طباعت کے بارے میں آپ کتنے حساس تھے، راقم کے نام درج ذیل دو مکتوب سے ظاہر ہے۔ احقر کی مرتب کردہ کتاب ''نماز'' کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۸۶/۷/۹۲

جناب رانا صاحب زید لطفہٗ

سلام مسنون!

کتاب ''نماز'' (تصحیح شدہ نسخے دو عدد) بذریعہ رجسٹری روانہ کر چکا ہوں، پھر کل ایک عدد نماز تصحیح شدہ بذریعہ رجسٹری روانہ کی گئی، آج نماز کا چوتھا نسخہ عام ڈاک میں بھجوایا

ہے اور اس میں سب سے زیادہ اغلاط کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اب آپ کا کام ہے کہ ان کتابوں میں اغلاط کی نشان دہیوں کو ایک نسخہ میں جمع کریں پھر اس کے مطابق اغلاط درست کرائیں۔ اس اڈیشن میں ایک ایک سطر فانی صاحب (خوش نویس) کے ہاتھ کی ہونی چاہیے۔ ٹائیٹل رنگین اور خوبصورت میری نگرانی میں تیار ہوگا، لہٰذا یہ فانی صاحب سے نہ لکھوائیں، تاکید ہے۔ رمضان شریف کے اندر اندر نماز دوبارہ چھپ جانی چاہیے، یہ ضرور مدِ نظر رہے، ایک ایک چیز کی وصولی کی نام بنام رسید سے مطلع فرمائیں، تاکید ہے۔

والسلام محمد موسیٰ عفی عنہ ۲۰ر مئی ۱۹۸۵ء

۹۲/۷۸۶

جناب رانا صاحب سینئر نائب صدر مرکزی مجلس رضا زید لطفہٗ

سلام و رحمت

چپ سادھنے کا سبب تحریر کیجئے۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور میں حضرت نیازی صاحب کا تاریخی مضمون قسط وار شائع ہو رہا ہے، اس کی آخری قسط کے بعد اہلِ سنت کی جانب سے تبصرے شائع ہونے چاہئیں۔ توجہ کیجئے، بت بننے کا زمانہ گیا۔ والسلام

محمد موسیٰ ۱۹ر اگست ۱۹۸۹ء

قارئین ان خطوط سے اندازہ لگالیں کہ حضرت حکیم اہل سنت علیہ الرحمہ کس فکر اور تندہی سے مرکزی مجلس رضا کا کام کرتے تھے، مجلس کے ابتدائی دنوں میں سالانہ اجلاس کے موقع پر لاہور جیسے وسیع شہر میں رات کے وقت اکیلے بائیسکل پر سوار ہو کر یومِ رضا کے اشتہار دیواروں پر چسپاں کرتے۔

جیسے بچے کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا جاتا ہے، ایسے ہی ہمیں لکھنا سکھاتے تھے، افسوس ہم نکمے ان سے کچھ بھی نہ سیکھ سکے۔ ایک مرتبہ ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور شمارہ جولائی ۱۹۹۹ء میں میرا ایک خط شائع ہوا، جس میں مولانا حافظ پیر محمد عبدالغنی ہمدانی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) کے مختصر حالات بھی لکھے تھے۔ (یہ مولانا عبدالغنی امرتسری وہی ہیں جن کے سوال پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے جواباً رسالہ ''السوء والعقاب'' تحریر فرمایا تھا) مولانا عبدالغنی علیہ الرحمہ امرتسر میں ''مینھ والے پیر'' کے نام سے مشہور تھے، امرتسر میں جن دنوں بارش نہ ہوتی تو لوگ ان سے دعا کراتے، ان کی دعا سے فوراً بارش ہوجاتی۔ مَیں نے تحریر میں انہیں ''بارش والے پیر'' لکھ دیا۔ کچھ دنوں بعد جب میں لاہور گیا اور حضرت مخدومی حکیم اہل سنت کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ فرمانے لگے رانا صاحب! آپ نے مولانا پیر عبدالغنی کو ''مینھ والے پیر'' کی بجائے ''بارش والے پیر'' لکھ دیا، یہ درست نہیں، وہ جس زبان کے لقب سے مشہور تھے تحریر میں

وہی الفاظ آنے چاہئیں، یہ لکھنے کے آداب میں سے ہے، آئندہ اپنی طرف سے غلط درستگی نہ کریں۔

آپ نے کئی ایک نایاب کتابیں شائع کروائیں۔ ایک نادر و نایاب کتاب "مخزن احمدی" از سید محمد علی (جو کہ سید احمد بریلوی کے بڑے بھانجے تھے) کی تقریباً سو سال بعد دوبارہ اشاعت کرائی، یہ ہمارے برادر محترم اور حضرت حکیم صاحب کے خادم خاص میاں زبیر احمد قادری ضیائی صاحب نے شائع کیا۔ اس کتاب میں سید احمد بریلوی کی انگریز دوستی اور میلاد کرنے کا واقعہ بھی درج ہے۔ اس کتاب کے متعلق مشہور غیر مقلد مورخ غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

"اس کا ایک قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں ہے اور حضرات کے پاس بھی اس کی نقلوں کا علم ہے۔ ۱۲۹۹ھ/ ۱۸۸۲ء میں نواب احمد علی خاں مرحوم نے اسے مطبع مفید عام آگرہ میں چھپوا بھی دیا تھا، مطبوعہ نسخہ آج کل بہت کمیاب ہے، میرے پاس موجود ہے، ضخامت ایک سو بیس صفحے، کاغذ اتنا ناقص کہ ورق گردانی میں خاص احتیاط سے بھی کام لیا جائے تو ورق پھٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے"۔

(کتاب "سید احمد شہید" از غلام رسول مہر، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷)

حضرت حکیم اہل سنت علیہ الرحمہ کی نظر میں لائبریری کی اہمیت کا اندازہ اس ایثار سے لگایا جاسکتا ہے جو کہ آپ نے آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے کیا، اور اپنا قیمتی کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی کو دے دیا۔ سید جمیل احمد سابق لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور اپنے مضمون "پنجاب یونیورسٹی لائبریری فریدی ادب میں ذخیرۂ کتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں!

"یہ ذخیرہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں بطور عطیہ لائبریری میں وصول ہوا، اس کو لاہور کی علمی شخصیت حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے عطا کیا ہے، اس میں اس وقت کتابوں کی کل تعداد سات ہزار پانچ سو ساٹھ (بشمول جلدیں و نسخے) ہے (سن ۲۰۰۰ء میں اس میں کتب کی تعداد گیارہ ہزار سے تجاوز کرگئی تھی، اب ۲۰۰۴ء میں آپ کے خادمانِ خاص میاں زبیر احمد قادری اور محمد ریاض ہمایوں سعیدی کی کوششوں سے کتب کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے، اور اس کا سارا ریکارڈ "فہرست ذخیرۂ حکیم محمد موسیٰ امرتسری" کے نام سے چار ضخیم جلدوں میں پنجاب یونیورسٹی لاہور نے شائع کردیا ہے، ابھی اور جلدیں بھی اشاعت کی منتظر ہیں۔ خلیل احمد)۔ یہ عربی، فارسی، اردو، پنجابی، اور انگریزی میں کتب پر مشتمل ہے، چند کتابیں سندھی، پشتو اور ترکی زبان میں بھی ہیں، زیر نظر ذخیرہ تصوف، سوانح (انفرادی و اجتماعی)، تاریخ پاکستان و تحریک پاکستان، ادبیات اور طب کے موضوعات پر مشتمل ہے۔ اسلام علوم، قرآنیات،

حدیث، فقہ، سیرت (بشمول میلاد پاک) اور نعت پر بھی کتب موجود ہیں۔ اس ذخیرے میں بطور خاص تصوف پر نہایت وقیع اور قابل قدر کتب ملتی ہیں۔ اولیاء اور صوفیاء کے تذکرے کا پہلو بہت نمایاں ہے، پرانے رسائل و جرائد بھی اس کا حصہ ہیں، کتابوں کے کئی نسخے ایسے ہیں جو کمیاب اور نادر کے زمرے میں آتے ہیں۔ زیر حوالہ ذخیرے میں مختلف موضوعات پر پمفلٹ اور کتابچے نہایت احتیاط سے محفوظ کیے گئے ہیں۔ حکیم صاحب نے باریک بینی اور دور اندیشی کے گہرے شعور کے ساتھ ان کی حفاظت کا اہتمام کیا ہے، اس ذخیرے کا جب بغور جائزہ لیا جاتا ہے تو اس کے کئی امتیازی خصائص سامنے آتے ہیں، اس کے وصول ہونے سے لائبریری میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے"۔

(سہ ماہی خبر نامہ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن، پنجاب، ۱۹۹۴ء، ص ۱۰، ۱۱)

ذخیرۂ کتب پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں منتقل ہونے کے بعد چیف لائبریرین نے حکیم صاحب کو جو خط تحریر کیا اس کی ایک نقل حضرت مخدومی حکیم صاحب نے اس احقر کو بھی عنایت فرمائی تھی جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پنجاب یونیورسٹی لائبریری

قائد اعظم کیمپس لاہور

حوالہ نمبر ۷/۴۱/ ڈی

تاریخ۔ ۱۴ر جنوری ۱۹۹۰ء

محترم حکیم صاحب

السلام علیکم! ۲۴ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو آپ کا قابل قدر ذخیرۂ کتب ہماری لائبریری میں منتقل ہوگیا، آپ کی جانب سے بعد میں بھی کتابیں وصول ہوتی رہیں، اس طرح اس وقت تک کتابوں کی تعداد ۵۳۷۵ (بشمول جلدیں و نسخے) ہوگئی ہے۔ ہم اس گراں قدر عطیہ کے لیے آپ کے تہہ دل سے ممنون ہیں۔ یونیورسٹی کے طلبا، اساتذہ اور محققین یقیناً اس ذخیرے سے مستفید ہوتے رہیں گے، یہ ایک ایسا صدقہ جاریہ ہے جو آپ کے لیے ہمیشہ باعث ثواب ثابت ہوگا، ہم دعا گو ہیں کہ خداوند عالم اس کار کے لیے آپ کو اجر عظیم عطا کرے۔

آپ کی خواہش کے مطابق اس ذخیرہ کی مرتبہ فہرست کی دو کاپیاں آپ کے ریکارڈ اور استعمال کے لیے ارسال کردی جائیں گی۔ اللہ کرے آپ کے مزاج بخیر ہوں۔

والسلام مع الاکرام

مخلص،

نصیر احمد چیف لائبریرین

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا ہماری پاکستانی قوم بے شعور ہے، باشعور قوم کی مثال ہمارا ہمسایہ ملک ایران ہے، حکومت ایران نے ہمارے ملک میں فارسی لٹریچر کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قیمتاً خرید کیا اور کتاب خانہ گنج بخش مرکز تحقیقاتِ فارسی ایران پاکستان کے نام سے اسلام آباد میں محفوظ کردیا۔

حضرت مخدومی حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ نے بڑی علمی شخصیت ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی گزاری، آپ کو ایک نظر دیکھنے سے کوئی یہ یقین نہیں کرسکتا تھا کہ اس سادہ سے بزرگ کو علم و ادب میں اتنا بڑا مقام حاصل ہے۔ کوئی زندہ قوم ہوتی تو انہیں سونے میں تولتی۔ ہماری قوم نے اس مجسمۂ علم و ادب کی قدر نہ کی، وہ تو خود ہی اپنا فیض لٹا گئے۔ باشعور قومیں اپنے محسنوں کی قدر کرتی ہیں، پاکستان کے مشہور دانشور، ادیب، شاعر، معلم، مصور، مصنف، ڈرامہ نگار، براڈ کاسٹر، مقرر، جناب اشفاق احمد (لاہور) پاکستان بننے کے ابتدائی سالوں میں اٹلی (یورپ) کی روم یونیورسٹی میں بطور پروفیسر تعینات ہوئے، آپ ماہنامہ "سیارہ ڈائجسٹ لاہور، شمارہ دسمبر ۱۹۸۷ء میں اپنے ایک انٹرویو میں بیان کرتے ہیں!

"ایک دن میں دوسرے پروفیسرز صاحبان کے ساتھ اسٹاف روم میں بیٹھا ہوا تھا کہ ستر سال کے ایک بزرگ وہاں تشریف لائے، ان کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا جس میں سبزی تھی اور مولیوں کے پتے نظر آرہے تھے، انہوں نے پاؤں میں کینوس کے فلیٹ بوٹ پہن رکھے تھے، بوڑھے آدمیوں کے پاؤں پر جہاں گھٹے وغیرہ پڑ جاتے ہیں وہاں سے اس بزرگ نے بلیڈ سے اپنے جوتوں کو کاٹا ہوا تھا اور ہاتھ میں چھڑی تھی، یہ بزرگ سٹاف روم کی طرف چلے آرہے تھے، ان کا حلیہ بالکل سادہ آدمیوں کا سا تھا، میں حیرت زدہ تھا کہ سٹاف روم میں یہ کیوں چلے آرہے ہیں، جب وہ دو تین سیڑھیاں چڑھ کر اسٹاف روم میں داخل ہوئے تو وہاں جو پینتیس چھتیس پروفیسر صاحبان بیٹھے ہوئے تھے، اس بزرگ کو دیکھ کر سب کے سب اٹلی زبان میں "بنجو ماسترد" کہتے ہوئے اُٹھ کر کھڑے ہوگئے، میں بھی ان کی دیکھا دیکھی اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اٹلی زبان میں "ماسترو" کہتے ہیں "دی ماسٹر" کو، ماسٹر سے مراد "سقراط" لی جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص پروفیسر اور پی ایچ ڈی سے گذر گیا وہ ایک ماسٹر ہوگیا یعنی ایک آفاقی علوم رکھنے والا۔ میرے پاس اس وقت پروفیسر باؤ سائی صاحب بیٹھے ہوئے تھے جو یہاں پاکستان بھی آتے رہے ہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟، انہوں نے کہا یہ بزرگ "پروفیسر اونگا رتی" ہیں، یہاں کے ملک الشعراء، یہ بین الاقوامی اہمیت کے بہت بڑے شاعر ہیں اور اس یونیورسٹی کے اعزازی پروفیسر، میں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ اتنے بڑے پروفیسر کیسے بن گئے، انہوں نے مجھے

بتایا کہ یہ شخص صرف چوتھی پانچویں جماعت تک پڑھا ہوا ہے، لیکن اس کے تبحر علمی کے سامنے کوئی آدمی کھڑا نہیں ہو سکتا اور اس کی جو تخلیقی صلاحیت ہے اُس کو سارا یورپ بالخصوص اور ساری دنیا بالعموم تسلیم کرتی ہے، مجھے حیرانی ہے کہ تم پروفیسر اونگاریتی کے نام سے واقف نہیں ہو، میں نے کہا میں معافی چاہتا ہوں کہ میں ان کی شخصیت سے ناواقف ہوں۔ بہر حال وہ بزرگ اسٹاف روم میں بیٹھ گئے، وہاں ایک پروفیسر نے ان بزرگ سے میرا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ پاکستان ایک نیا ملک ہے وہاں سے یہ ایک نیا پروفیسر آیا ہے، اس پر پروفیسر اونگاریتی مجھ سے بڑی شفقت اور محبت سے ملے، پھر وہ دوسرے پروفیسروں سے گفتگو کرنے لگے، جب وہ اُٹھ کر جانے لگے تو انہوں نے کہا کہ اب مجھے جا کر بس پکڑنی ہے چنانچہ وہ ایک بہت ہی فکر انگیز مضمون بیان کر کے چل دیئے اور تمام پروفیسر صاحبان انہیں بس اسٹاپ تک چھوڑنے کے لیے گئے"۔

ہم لوگ تو ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھنے کے عادی ہیں، ہم ان لوگوں کی عزت و تکریم کرتے ہیں جن کی رہائش اعلیٰ بنگلوں میں ہو اور لباس اعلیٰ قسم کا ہو، لیکن یورپ اور امریکہ کے اہل علم نے حضرت مخدومی حکیم اہل سنت کو خوب پہچانا ماسکو یونیورسٹی (روس) کیلیفورنیا یونیورسٹی (امریکہ)، جاپان، انگلینڈ وغیرہ نہ جانے کہاں کہاں سے اہل علم اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے مضامین مکمل کرنے کے لیے آپ کے پاس آتے رہتے تھے۔ میں نے خود دیکھا کہ ایک امریکی نژاد محقق خاتون "ماریا" جب حضرت حکیم صاحب سے ملنے آتی تو آپ کی نشست گاہ کے باہر کھڑی رہتی کہ حضرت اجازت دیں تو میں اندر آؤں۔

ہر قمری ماہ کے دوسرے اتوار بعد نماز عصر تا مغرب بمقام مقابر چشتیاں قبرستان حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں آپ کے ایصال ثواب کے لیے ماہانہ ختم شریف ہوتا ہے تو اس میں بھی ختم کے اختتام پر حاضرین میں کتابیں ہی تقسیم ہوتی ہیں۔ یہ چند یادداشت تھیں جو میں نے درج کر دی ہیں، میں نے آپ سے زیادہ سے زیادہ دس بارہ مختصر ملاقاتیں کی ہیں، دور ہونے کے سبب زیادہ رابطہ خط کے ذریعے رہتا تھا، جو لوگ زیادہ قریب رہے ہیں وہ زیادہ لکھ سکتے ہیں۔ اللہ حافظ
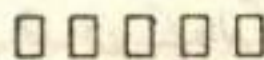
□□□□□□

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

ناشرِ مسلکِ اہلِ سنّت، عاشقِ رسول، محبِّ صحابہ و آلِ بتول

# خطیبِ اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (رحمۃ اللہ علیہ) اور فکرِ رضا

تحریر: کوکب نورانی اوکاڑوی، کراچی

انسان کا ''میلاد'' قرآنِ کریم میں بیان ہُوا اور حدیث شریف میں ہے کہ ''شکمِ مادر میں نطفے پ
جب چار ماہ کا عرصہ گزر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ اس میں جان ڈالتا ہے
اور چار چیزیں لکھنے کا اسے حکم دیا جاتا ہے، یعنی رزق، عمر، عمل اور یہ کہ بدبخت ہے یا نیک بخت۔ (صحیح
مسلم شریف، ص۲۳۲/۲)۔ لیکن تذکروں میں درج ''واقعات'' بتاتے ہیں کہ کتنے ہی ایسے خوش بخت اس
دنیا میں آئے کہ ان کی آمد سے مدتوں قبل ان کی سعادت و مرتبت کی بشارت سنائی گئی اور بشارت کے
مطابق وقوع و ظہور بھی ہُوا۔ اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ بشارت سنانے والے، اللہ تعالیٰ
کی عطا سے صاحبانِ بصیرت تھے، انہوں نے لوحِ محفوظ میں درج، دیکھا پڑھا بیان کر دیا، یا یہ کہیں گے کہ
ہونے والی بات کا انہیں چشمِ بصیرت سے مشاہدہ کروا دیا گیا تو انہوں نے اسے بیان کر دیا یعنی ان کی
زبانِ حق ترجمان سے اس کی خبر نشر ہوگئی۔

میرے دادا جان حضرت الحاج میاں شیخ کرم الٰہی ابن شیخ میاں اللہ دتا علیہ الرحمہ، مشرقی پنجاب
کے علاقے ''کھیم کرن'' میں اپنے چچا محترم کے پاس رہتے تھے۔ باپ کے سایۂ عاطفت سے وہ کم سِنی ہی
میں محروم ہوگئے تھے۔ بہت مشقت میں ابتدائی عمر گزری کیوں کہ چچا محترم کا سلوک کچھ نامہربانی کا رہا
لیکن دادا جان نے فرماں برداری اور صبر و رضا ہی کو اپنی خُو بنایا۔ انہیں پابندی سے باجماعت نماز ادا کرنا
اور اہل اللہ کی مجلس میں بیٹھنا بہت مرغوب تھا۔ ان کے والد گرامی (میرے پردادا) ایسے صاحب حال تھے
کہ اُن کے قلب جاری کی آواز سے ان کا ہم نشین بھی اسمِ الٰہی کی صدا سُن لیا کرتا اور یہ بات وہاں زبان
زدِ عام ہوگئی تھی۔ دادا جان کی عمر سترہ، اٹھارہ برس کے لگ بھگ ہوگئی تھی۔ پنج وقتہ نماز کی ادائی کے لیے
بھملاں والی مسجد میں جایا کرتے۔ کھیم کرن کی اس مسجد میں حضرت حافظ کرم الٰہی صاحب سے اس علاقے
میں بیش تر افراد نے قرآنِ کریم پڑھنے اور یاد کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ حافظ صاحب ظاہری بصارت

سے محروم تھے لیکن ان کی بصیرت کے واقعات آج بھی مشہور ہیں۔ مکتب میں پڑھنے والے متعدد بچوں میں جو تلاوت روک دیتا یا آواز کم کر دیتا، اسی کا نام لے کر پکارتے کہ تمہاری آواز نہیں آ رہی۔ فجر کے نمازیوں کے وضو کے لیے رات بھر وہ کنویں سے ''ڈول'' کے ذریعے پانی کا ٹینک بھر دیتے اور اس دوران بھی ان کے لب وِرد کلامُ اللہ سے متحرک ہوتے، دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ وہ مسجد میں بستر پر دراز ہوتے لیکن تلاوت جاری رہتی۔ تقسیم ہند کے بعد حافظ صاحب ہجرت کر کے قصور شہر آبسے تھے اور وہیں وصال فرمایا۔

حافظ کرم الٰہی صاحب میرے دادا جان قبلہ کے مشفق استاد بھی تھے اور دوست بھی۔ حافظ صاحب کی زبانی دادا جان نے بارہا طریقت کے سلسلۂ عالیہ نقش بندیہ مجددیہ کے شیخ کامل شیرِ ربانی حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سُنا۔ ان کے کشف و کرامات اور ان کے زہد و تقویٰ کی باتیں روز ہی وہ سنا کرتے۔ دادا جان کا حضرت میاں صاحب سے عقیدت کا رشتہ قائم ہوگیا تھا۔ وہ اپنے خیالوں میں انہیں سوچنے اور دیکھنے لگے۔ دادا جان کے ان دنوں ایک ہی دوست تھے، مسجد و مدرسہ کے ساتھی جناب حاجی محمد علی (یہ نورانی چہرہ بزرگ آخر عمر میں راول پنڈی قیام پذیر رہے اور وہیں وصال ہُوا)۔ دونوں کے مزاج اور ذوق کی ہم آہنگی نے انہیں مسجد و مدرسہ کے بعد بھی دوستی میں باندھے رکھا۔

حضرت میاں صاحب سے ملنے اور انہیں دیکھنے کی للک حاجی محمد علی صاحب کو بھی تھی۔ شوق فزوں ہُوا تو ارادے میں پختگی آ گئی، اب انتظار کی تاب نہ رہی اور 1925ء کی ایک صبح یہ دونوں کھیم کرن سے شرق پور شریف کے لیے چل پڑے۔ کھیم کرن سے قصور کی مسافت پانچ میل کی تھی اور وہاں سے لاہور کا فاصلہ تقریباً تیس میل تھا لیکن سواریاں عام نہیں تھیں اور لاہور سے شرق پور کے راستے میں دریائے راوی پڑتا تھا۔ کچھ سفر سواری پر اور کچھ پاپیادہ طے کر کے شرق پور شریف کے قصبے تک پہنچتے رات ہوگئی۔ عشاء کی نماز کے بعد لوگ گھروں میں بند ہو چکے تھے۔ رات کا سناٹا چھا چکا تھا۔ ایسے میں کوئی راہ گیر بھی نہیں کہ کچھ پوچھیں۔ انہیں ''مسجد'' ہی کی سوجھی۔ حضرت میاں صاحب کی مسجد میں خادم بھی سو چکا تھا۔ عشاء کی نماز ادا کر کے مسجد کے صحن میں بیٹھے ان نوجوانوں کو تھکن سے زیادہ بھوک کی شدت پریشان کر رہی تھی۔ گھر سے دُور ایسی جگہ آئے تھے جہاں کسی سے شناسائی بھی نہیں تھی۔ ان کی کسی آہٹ سے مسجد کا خادم بے دار ہوگیا اور پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ بتایا کہ حضرت میاں صاحب سے ملنے آئے ہیں۔ خادم نے کہا حضرت میاں صاحب سے صبح فجر کے بعد ملاقات ہوسکے گی تم نے اگر رات یہیں گزارنی ہے تو مسجد کے تہہ خانے (بھورے) میں سو رہو۔

مسجد کے کنارے زیریں حصہ تھا، خادم کے کہنے پر وہاں جا کے لیٹ رہے مگر بھوک کا اثر تھا یا نئی جگہ کا، کچھ گھبراہٹ سی ہو رہی تھی اور نیند کا تو دُور تک پتا نہیں تھا۔ خادم نے پوچھا تک نہیں تھا کہ کہاں سے

آئے ہو؟ کھانا کھایا ہے یا نہیں؟ حضرت میاں صاحب سے تو فجر کے بعد ملاقات ہوگی، رات کیسے گزرے گی؟ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مسجد کے دروازے سے کسی نے بآواز بلند صدا لگائی کہ "کھیم کرن سے جو دو نوجوان آئے ہیں انہیں حضرت میاں صاحب نے بلایا ہے۔" دادا جان جب بھی یہ رُوداد سناتے ان کی آنکھوں کی چمک بڑھ جاتی اور پھر ان کی آنکھیں بھیگ جایا کرتیں۔ وہ کہتے اس روز ہمیں حضرت میاں صاحب کے کشف و بصیرت کا جیتا جاگتا مشاہدہ ہُوا۔ صدا سُن کر یہ دونوں فوراً لپکے، قریب ہی گلی میں حضرت کی "بیٹھک" تھی۔ اس کمرے میں داخل ہوئے تو سامنے وہ ہستی تشریف فرما تھی جسے ملنے یہ لوگ گئے تھے اور وہیں ان کے قریب دسترخوان بچھا تھا جس پر تازہ کھانا رکھا تھا۔ انہوں نے سلام کیا تو سلام کا جواب دے کر حضرت نے فرمایا: تم نے کھانا بھی نہیں کھایا اور بھورے میں تمہیں گھبراہٹ بھی ہو رہی تھی آؤ پہلے ہاتھ دھو کر کھانا کھالو پھر بات کریں گے۔ حضرت نے مسنون طریقے سے بیٹھنا تعلیم فرمایا اور کھانا پیش فرمایا۔ طعام کے بعد ان سے فرمایا، کہو کیسے آنا ہُوا؟ انہوں نے عرض کی کہ بیعت کے ارادے سے آئے ہیں۔ حضرت نے دریافت فرمایا، کیا نام ہے؟ دادا جان نے کہا: "کرم الٰہی"۔ دادا جان فرماتے تھے کہ بس میرے نام بتانے کی دیر تھی، بے ساختہ حضرت میاں صاحب نے فرمایا: "کرمِ الٰہی دیاں نہراں وگیاں، کرم الٰہی! نور دیاں نہراں چلن لگیاں"۔ (اللہ تعالیٰ کے کرم کی نہریں چلیں، نور کی نہریں رواں ہوں گی) یہ جملے جوش سے تین مرتبہ فرمائے۔ پھر حاجی محمد علی صاحب سے ان کا نام سن کر دو مرتبہ اس نام کو دُہرایا اور فرمایا دونوں کا فیض پاؤ گے۔ ہم دونوں کو حضرت نے اپنے دائیں بائیں باہوں میں بھر لیا اور دعائیں دیں۔ فرمایا، ابھی آرام کرو، ان شاء اللہ صبح فجر کے بعد بیعت کریں گے۔ دادا جان کہتے تھے کہ اس رات دیر تک انہوں نے خوشی کی سرشاری میں نیند ہی نہیں کی۔ اب تک انہوں نے دوسروں سے سُنا تھا اس روز تو سب کچھ وہ خود دیکھ رہے تھے۔ حضرت میاں صاحب نے کشف و بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ دو نوجوان آئے ہیں، کھیم کرن سے آئے ہیں، صبح سے ابھی تک انہوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ کرم حضرت کا یہ بھی بہت ہوتا کہ کسی کو کھانا دے کر بھجوا دیتے۔ حضرت نے تو خود اسی وقت بُلا کر زیارت کا شرف بھی عطا فرمایا اور اپنی بیٹھک میں خود کھانا بھی کھلایا اور اس قدر شفقت فرمائی اور اتنا نوازا کہ روح جھوم اُٹھی۔ یہ دونوں دیر تک یہی باتیں کرتے رہے۔ میرے دادا جان فرماتے تھے کہ حضرت میاں صاحب کے فرمائے ہوئے ان دو جملوں کا واضح مفہوم اس وقت مجھے سمجھ میں نہیں آیا۔ بہت بعد اپنے فرزند کو دینِ مصطفیٰ ﷺ کا مثالی مبلغ دیکھ کر واضح ہُوا کہ حضرت میاں صاحب کیا اور کہاں تک دیکھ رہے تھے۔ فجر کے بعد حضرت قبلہ میاں صاحب نے انہیں بیعت میں داخل فرمایا، مختصر وظائف تعلیم فرمائے اور بشارت کے وہی جملے پھر دُہرائے۔ حضرت قبلہ سے اجازت پا کر شاداں و فرحاں یہ دونوں وہاں سے کھیم کرن واپس

آئے۔ رُوحانی کیف و سرور نے مادّی مشکلات اور مشقتوں کا ہر ملال بھلا دیا تھا۔ حافظ کرم الٰہی صاحب سے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ حافظ صاحب نے بہت مبارک باد دی اور ان جملوں کو بشارت قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسی اولاد دے گا جس سے دین کی روشنی پھیلے گی۔ میرے دادا جان کی شادی کا مرحلہ آیا تو حضرت میاں صاحب قبلہ سے دعاؤں کی درخواست کرنے پھر شرق پور شریف کا سفر کیا، حضرت قبلہ نے پھر وہی بشارت دُہرائی اور بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ کھیم کرن والوں سے کہہ دینا کہ شرق پور شریف تک کی مسافت طے کرنے کی بجائے حافظ کرم الٰہی صاحب ہی سے مل لیا کریں۔ شادی کے بعد دادا جان ایک مرتبہ پھر اپنے پیر و مرشد حضرت میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی زیارت و عیادت کے لیے شرق پور شریف گئے تو حضرت نے بشارت کے وہ جملے پھر بار بار ارشاد فرمائے۔

حضرت شیرِ ربانی میاں شیر محمد صاحب شرق پوری علیہ الرحمہ کی اس بشارت کے علاوہ میرے دادا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے یہ خواب بھی دیکھا کہ پورا روشن چاند ان کی گود میں اتر آیا اور اس کی ٹھنڈی روشنی سمتوں میں پھیل رہی ہے اس کی تعبیر انہیں یہ بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا فرزند عطا فرمائے گا جس سے دینِ متین کی روشنی پھیلے گی۔

دو ۲ رمضان المبارک ۱۳۴۸ ہجری کے دن میرے دادا جان عصر کی اذان ہوتے ہی نماز ادا کرنے مسجد پہنچے۔ باجماعت نمازِ عصر سے نمازیوں نے ابھی سلام پھیرا تھا کہ مسجد کے دروازے پر کسی نے آواز بلند کی اور میاں شیخ کرم الٰہی کے ہاں بیٹے کی ولادت کی خوش خبری سنائی۔ تکبیر و رسالت کے نعروں سے اس خوش خبری کی پذیرائی ہوئی۔ حافظ کرم الٰہی صاحب نے نومولود کے کانوں میں دُرود شریف سنا کر اذان و اقامت کہی۔ میرے دادا جان نے پہلے سے نام سوچ رکھا تھا۔ اپنے پہلے بیٹے (میرے ابا جان قبلہ) کا انہوں نے نام "محمد شفیع" رکھا۔ حافظ کرم الٰہی صاحب ہی سے میرے دادا جان نے بسم اللہ کروائی اور قرآن کریم یاد کروانے کا سلسلہ تعلیم شروع ہُوا۔ انہی دنوں کی بات ہے کہ حضرت پیر سید علی حسین شاہ اشرفی میاں کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کسی تقریب میں شرکت کے لیے کھیم کرن تشریف لائے۔ میرے والد گرامی کو دیکھا تو انہوں نے بھی ان کے علوِ مرتبت کی بشارت دی۔ اللہ کریم جل شانہ نے خوش الحانی سے خوب نوازا تھا، نعت خوانی کا آغاز کم سنی ہی میں ہوگیا اور اس کا خوب شہرہ بھی ہُوا اور یوں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام اور کلام ان کے لبوں پر آنے لگا۔

شرق پور شریف کا تذکرہ گھر میں روز ہی ہوتا، ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو حضرت میاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی باتیں ان کے استاد حافظ کرم الٰہی صاحب، حاجی محمد علی صاحب اور دوسرے بھی سناتے۔ ان کے لیے یہ ذکر کس قدر مرغوب و محبوب ہوگا؟ اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ 1927ء میں حضرت میاں

صاحب قبلہ علیہ الرحمہ وصال فرما گئے تھے۔ میرے دادا جان قبلہ ہر سال عرس شریف میں تشریف لے جاتے۔ صفر کا مہینا 29 کا شمار کر کے 3 ربیع الاول کو ختم شریف ہوتا۔ ابا جان قبلہ کو شرق پور شریف جانے کا شوق کب سے اور کتنا ہوگا، مگر سفر کی کٹھنائیوں کی وجہ سے دادا جان قبلہ انہیں سات برس کی عمر ہونے سے پہلے نہیں لے گئے۔

حضرت شیرِ ربانی میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ان کے برادر اصغر حضرت میاں غلام اللہ شرق پوری ہوئے جنہیں حضرت ثانی صاحب قبلہ (رحمۃ اللہ علیہ) پکارا جاتا ہے۔ یوں کہوں کہ وہ تو میرے ابا جان قبلہ کے منتظر تھے۔ شرق پور شریف میں ابا جان قبلہ کی جو پذیرائی انہوں نے فرمائی، ابا جان قبلہ سے جب کبھی وہ رُوداد سننی چاہی، وہ بیان شروع تو کر دیتے مگر مکمل نہ کر پاتے، اپنے شیخ کریم سے پہلی اور آخری ملاقات کا احوال سناتے ہوئے ان کی ہچکیاں بندھ جاتیں، بلاشبہ اپنے مرشدِ گرامی سے انہیں عشق تھا۔ قیامِ پاکستان سے قبل شرق پور شریف میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس کے اجتماع میں جو مشائخ وعلمائے کرام تشریف لاتے، اس فہرست کو دیکھوں تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے بھی کا بلاواسط نہ سہی، بالواسطہ کوئی تعلق ضرور رہا، حالانکہ حضرت قبلہ میاں صاحب شرق پوری کا سنِ وصال 1927ء ہے اور اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کا سنِ وصال 1921ء ہے۔ دنیا میں ان دونوں ہستیوں کی مدت حیات کا عرصہ بھی 65 برس ہی شمار ہُوا۔ حضرت میاں صاحب قبلہ نے بذاتِ خود سفر کر کے اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ سے ملاقات بھی فرمائی، اس ملاقات کی تفصیل تذکروں میں درج نہیں۔ اکیس برس پہلے جب مجھے حضرت میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ خطوط حاصل کرنے میں کامیابی ہوئی تو میرے لیے یہ امر نہایت مسرت کا باعث ہُوا کہ ان خطوط میں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کے نام حضرت میاں صاحب شرق پوری نے سلام تحریر فرمایا ہے۔ (ان مکتوبات میں سے ایک مکتوب شریف کا عکس میں نے 1984ء میں اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم شریف کے موقع پر شائع کیے جانے والے رسالے میں شامل کیا تھا۔ اس مکتوب کا عکس حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری علیہ الرحمہ نے بھی مجھ سے لیا تھا۔)

ان دونوں ہستیوں میں ربط و تعلق تو واضح ہے گو کہ اس کا تفصیلی تذکرہ (تاحال) بیان نہیں ہُوا۔ نیو جرسی (امریکا) میں مقیم ممتاز سائنس دان اور عالم دین حضرت مولانا غفران علی صاحب صدیقی (تلمیذ رشید حضرت محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحب حامدی علیہ الرحمہ آف فیصل آباد) نے بھی میرے رُو بہ رُو یہ بات دُہرائی کہ ''خواص'' میں یہ مشہور ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد (پاکستان میں) ان کے بیش تر وابستگان کے نزدیک حضرت شیر ربانی میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ روحانی فیوضات کا مرکز ہوئے۔ اسی لیے حضرت محدث اعظم اور دیگر علمائے کرام وہاں باقاعدگی سے جایا کرتے تھے۔

ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے حضرت میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس شریف میں شرکت کی تو تادمِ وصال ہر سال اس پر مداومت فرمائی۔ وہ خود فرماتے تھے کہ مسلسل 47 برس تک شرق پور شریف جاتا رہا ہوں اور 45 سال سالانہ عرس شریف میں شرکت کی ہے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انہیں ابتداء ہی سے ان علماء سے ملنے اور انہیں سننے کا موقع ملا کہ جو علمی اعتقادی گفتگو میں کسی طور بھی اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کا ذکر ضرور کرتے ہوں گے۔ علاوہ ازیں نعت خوانی کے حوالے سے اس وقت دینی محافل میں کلامِ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کس قدر پڑھا جاتا ہوگا۔

قیامِ پاکستان سے قبل ہی ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ بالخصوص دینی حلقوں میں پہچانے جاتے تھے اور تحریکِ پاکستان ہی میں ان کی شعلہ نوائی کا چرچا ہوگیا تھا تاہم بھرپور انداز میں ان کی خطابت کا ثمرہ 1949ء میں ہُوا۔ تقسیم ہند کے بعد وہ ہجرت کرکے اوکاڑا آگئے تھے۔ یہاں درسی نصابی علوم کی تکمیل انہوں نے حضرت شیخ الاسلام والمسلمین شیخ القرآن الحاج مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی سے کی، یوں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ سے تعارف ہی نہیں، تعلق بھی اور پختہ اور زیادہ ہوگیا۔ حضرت شیخ القرآن کو حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اور شیخ المحدثین حضرت ابوالبرکات سید احمد الوری رحمۃ اللہ علیہما سے مدتوں اکتسابِ علوم و فیوض کا شرف رہا۔

ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے "برلا ہائی اسکول، اوکاڑا" میں شعبۂ دینیات کے انچارج اور معلم ہونے کے ساتھ ساتھ منٹگمری کی جامع مسجد مہاجرین میں جمعہ کی خطابت کا سلسلہ رکھا اور ساتھ ہی پنجاب کے چھوٹے بڑے علاقوں میں روزانہ جلسوں سے خطاب ان کا معمول رہا۔ میرے پاس متعدد بڑے جلسوں کے کچھ اشتہارات اب بھی محفوظ ہیں جن میں ان کا نام عقیدت و محبت سے لکھا گیا ہے۔ اس دور کی ان کی کچھ "نوٹ بکس" بھی میرے پاس ہیں۔ ان کاپیوں میں وہ اپنی تحقیق اور حاصل مطالعہ اہم باتیں تحریر کیا کرتے تھے۔ مجھے ان کے مطالعے میں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی تصانیف کے حوالے بھی دیکھنے میں آئے۔ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس دور کی تقاریر میں بھی وہ تاج دارِ بریلی کا تذکرہ ضرور کرتے ہوں گے۔ ابتدا میں کبھی وہ اپنی تقریر پہلے لکھا بھی کرتے تھے، لیکن یہ شغل بہت کم رہا، البتہ ہر موضوع پر انہوں نے اپنے مطالعہ سے خاصے حوالے ضرور جمع کیے ہوئے تھے اور تقریر کا انداز کچھ یوں تھا کہ وہ خطبۂ مسنونہ کے بعد ایک نعت شریف پڑھا کرتے پھر جو آیت قرآنی تلاوت کی ہوتی اس کی تفسیر میں گھنٹوں پورے جوش و جذبے سے بے تکان گفتگو فرماتے اور اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے انداز میں یہ التزام رکھا تھا کہ ہر بات کا حوالہ ضرور پیش کرتا ہے، یوں ان کا خطاب مفصل ہی نہیں، نہایت مدلل، جامع اور تحقیقی و علمی ہوتا۔ اپنے موضوع پر رہتے اور دلائل کا انبار لگا دیتے اور آسان الفاظ میں اس طرح بیان

کرتے کہ سننے والے کو بات یاد ہو جاتی۔ موضوع کی مناسبت سے وہ اشعار بھی ترنم سے سناتے اور بیش تر اشعار، کلامِ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ سے ہوتے۔

اوکاڑا شہر سے لاہور کی جانب تین میل کے فاصلے پر برلبِ سڑک ایک خانقاہ ہے ''حضرت کرماں والا''۔ گنج کرم حضرت قبلہ پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ نے اسے آباد کیا۔ حضرت گنج کرم علیہ الرحمہ، حضرت شیر ربانی میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ وہ متبحر عالم و فقیہ اور باکمال ولی اللہ تھے۔ تقریباً دس برس کا عرصہ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے حضرت گنج کرم علیہ الرحمہ کی خدمتِ و صحبت میں گزارا۔ حضرت گنج کرم علیہ الرحمہ میرے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ سے کچھ نعتیں بطور خاص سُنا کرتے۔ ''سی حرفی'' ایک صنفِ سخن ہے۔ نبی پاک ﷺ کا حلیہ شریف، پنجابی زبان میں کسی صوفی بزرگ کا کہا ہُوا، انہیں بہت پسند تھا۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ سے بطور خاص اس کا سُننا مجھے تو یوں لگتا ہے کہ ابا جان قبلہ کی کتاب ''ذکر جمیل'' کی تحریک تھا۔ اوکاڑا ہی کے قیام میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت تاج دارِ بریلی علیہ الرحمہ کے کہے ہوئے سلام ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کے اشعار سے انتخاب فرمایا اور نبی کریم ﷺ کا حلیہ شریف لکھنا شروع کیا۔ تحصیل علم کے بعد ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ صرف تاج دارِ بریلی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے نام ہی سے نہیں ان کے علمی مقام اور نبی پاک ﷺ سے ان کے ہمہ جہت والہانہ انتساب سے بھی خوب واقف ہو چکے تھے، اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ نے حقائق و معانی کا وہ دریا جسے لفظوں کے پیمانوں میں بیان کرنے کی سعادت اپنے کہے ہوئے سلام میں حاصل کی تھی، ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے اس دریا کی کچھ موجیں جھلکائیں اور ''ذکر جمیل'' ان کی شاہ کار کتاب ہوگئی۔ یہ کتاب فکرِ رضا کا گلشن سدا بہار ہے۔

علامہ شمس بریلوی نے مجھ سے کئی مرتبہ کہا کہ انہیں یہ کتاب بہت پسند ہے، وہ ''ذکر جمیل'' پر مجھے بہترین تبصرہ لکھ کر دیں گے، وہ جب ملتے اس ارادے کا ذکر کرتے، میرے پاس تو ان کا فون نمبر بھی نہیں تھا، اسے میری کوتاہی کے سوا کیا کہا جائے کہ مَیں نے ان سے رابطہ ہی نہیں کیا۔ پیر زادہ سید محمد عارف شاہ صاحب اویسی نے یہ خواب گزشتہ برس ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس شریف کی محفل میں سُنایا کہ رسول پاک ﷺ نے ذکر جمیل کتاب کے لیے فرمایا کہ انہیں بہت پسند ہے۔ 1954ء سے اب تک یہ کتاب پاکستان ہی میں ایک لاکھ سے زیادہ طبع ہو چکی ہے۔

53-1952ء میں تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو ضلع منٹگمری کا امیر مقرر کیا گیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہ پہلی بڑی تحریک تھی، اس کی تمام تفصیل لکھوں تو پورا کتابچہ ہو جائے۔ حکمرانوں نے اس تحریک کو دبانے کے لیے پوری قوت استعمال کی، مسلمان کہلانے والے ہی مسلمانوں پر

اس مملکت میں ٹوٹ پڑے جو اسلام ہی کے نام پر حاصل کی گئی۔ حکمرانوں نے اس تحریک کی قیادت کو گرفتار کرنا شروع کیا تا کہ یہ تحریک دم توڑ جائے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ بھی قید بلکہ نظر بند کردیے گئے۔ تحذیر الناس کتاب اور اس کے مصنف کے کتنے حامی اور فتاویٰ ثنائیہ کے کتنے مبلغ معافیاں چاہ کے رہا ہوگئے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے معافی نامے پر دستخط سے انکار کیا تو انہیں مزید صعوبتیں سہنی پڑیں۔ اسیری میں بھی ان کا وقت تعلیم و تحقیق اور تصنیف میں گزرا۔ ان دنوں کتابوں پر لگائے ان کے حوالے اور حاشیے دیکھتا ہوں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں وقت اور دین سے اپنے پیمان کی کتنی قدر تھی۔ دس دن کی مختصر مدت میں میرے دو بڑے بھائی یکے بعد دیگرے وفات پاگئے۔ اس وقت ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی اولاد بھی دو بیٹے تھے۔ اس سخت امتحان، اس سانحے کی شدت کے باوجود ان کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ حضرت ثانی صاحب قبلہ شرق پوری کے وہ مکاتیب جو اُن دنوں انہوں نے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو لکھے تھے وہ بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ حضرت ثانی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ خود بھی ملاقات کو تشریف لائے تھے۔ دس ماہ کے بعد ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو رہائی ملی تو منٹگمری سے اوکاڑا تک جشن منایا گیا۔

پنجاب کے شہروں، قصبوں، دیہاتوں میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کا مثالی شہرہ تھا۔ ان کا ہر خطاب صحیح عقائد و اعمال کی تبلیغ و ترویج کے لیے اہم اور مؤثر ہوتا رہا، اور یہ بھی ہوا کہ عوام کی بہت بڑی تعداد کو اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے نام اور کام سے بہت عمدگی سے واقفیت ہوئی۔

حضرت والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ بہت عام فہم لب و لہجہ میں سامعین کو بخوبی باور کرادیتے تھے کہ مخالفین (بدعقیدہ لوگ) کس طرح سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں، وہ اپنے سامعین کو صحیح عقائد سمجھاتے اور ان کی پابندی سکھاتے، اللہ کریم جلّ شانہ نے انہیں علوم و معارف اور فہم و فراست کے ساتھ ساتھ پُرکشش صورت، سیرت، وجاہت، تکلم، ترنم، تبسم، آواز و انداز اور جانے کتنی خوبیوں سے بہت نوازا تھا، وہ بلاشبہ مثالی خطیب تھے اور صدق و اخلاص کے ساتھ ہمہ دم ہمہ جاں، مسلسل و پیہم اپنے نصب العین کے لیے کام کرتے رہے۔

انہوں نے بچیوں اور عورتوں کے لیے بھی دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا۔ "اسلامی چارٹ" کے عنوان سے بالترتیب ہر ماہ پوسٹر تیار کیے جو ہر علاقے اور محلے میں تعلیم و تبلیغ کے لیے بہت مؤثر ثابت ہوئے۔ بچیوں کے اساتذہ اور مساجد کے ائمہ کو فکرِ رضا کی تبلیغ کے لیے انہوں نے لائحہ عمل اور نصاب مرتب کرکے دیا۔ کلام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ انہوں نے اسکول اور مدرسے کے بچوں کو اس عمدگی سے پڑھنا سکھایا کہ سننے والے جھوم جھوم جاتے۔ بالخصوص یہ نعت شریف "سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی" ﷺ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے سکھائے ہوئے انداز ہی میں ہر شخص گنگناتا نظر آتا۔

اوکاڑا میں کسی غیر مقلد نے "یارسول اللہ" (صلی اللہ علیک وسلم) کی "ندا" پر شدید الفاظ میں اعتراض کرتے ہوئے لوگوں کو بہکانے کی کوشش کی۔ ماحول میں کشیدگی ہونے لگی۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے "جمالِ مصطفیٰ" (ﷺ) کے عنوان سے بلا تاخیر ایک رسالہ تحریر کیا اور مخالفین کو علمی تحقیقی جواب دیا، اس کتابچے کی اشاعت سے مخالفین مبہوت ہوگئے، ان سے کوئی جواب نہ ہوسکا، اس کتابچے میں بھی اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے اقتباس لیے گئے تھے۔ بعد میں اضافے کے ساتھ یہ کتاب "راہِ حق" کے نام سے شائع ہوئی اور لاجواب رہی۔

1954ء میں جی ٹی روڈ اوکاڑا کے ساتھ ہی زمین کے ایک رقبے پر "جامعہ حنفیہ دارالعلوم اشرف المدارس" کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت شیخ القرآن مولانا غلام علی صاحب اشرفی نے 1955ء میں ماہِ صیام کا آخری عشرہ کراچی شہر گزارنے کا پروگرام بنایا۔ وہ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو اپنے ساتھ لائے۔ کراچی شہر میں ابا جان قبلہ کی یہ پہلی آمد تھی۔ علاقے کا نام "رام باغ" پکارا جاتا تھا۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے اسے "آرام باغ" کہا اور یہی منظور ہوگیا۔ اس علاقے ہی کے نام سے جامع مسجد میں شبانِ قدر کے اجتماع ہوا کرتے تھے۔ 21 ویں شب میں کراچی والوں نے پہلی مرتبہ میرے والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا خطاب سُنا، اور سچ کہوں کہ اس پہلے خطاب ہی سے ابا جان قبلہ نے کراچی کو فتح کرلیا۔ بغیر ناغے کے روزانہ خطاب ہوئے حالاں کہ پہلے صرف طاق راتوں میں کسی قدر اجتماع ہوتا تھا، اس سال کچھ منظر یہی تھا کہ سارا شہر وہیں جمع ہونے لگا۔ کلام اعلیٰ حضرت بریلوی اس طرح کسی خطیب سے یہاں پہلے نہیں سُنا گیا۔ صرف کلام ہی نہیں اس کی شرح ہورہی تھی، لفظ لفظ آئینہ ہورہا تھا۔ جمعۃ الوداع سے پہلے واپسی کا ارادہ تھا لیکن لوگوں نے 29 ویں کی صبح سے پہلے جانے نہ دیا۔ کراچی شہر کی آبادی اس وقت آج کی آبادی سے بہت کم تھی۔ جس قدر تھی اس میں "مخالفین" ہی نے اپنی دُھند گہری کی ہوئی تھی۔ ماہِ صیام کے بعد کراچی والوں نے مسلسل رابطہ رکھا۔ ابا جان قبلہ نے ان کا اصرار دیکھتے ہوئے ماہِ محرم میں اہلسنّت و جماعت کی طرف سے عشرۂ محرم کی مجالس کا پروگرام ترتیب دیا۔ ان مجالس کے بعد بھی دو ہفتے روزانہ ان کے جلسے ہوئے۔ تین ہفتے کے اس قیام ہی سے وہ "دُھند" چھٹنے لگی جس کو مخالفین نے برسوں میں گہرا کیا تھا۔ کراچی والوں کو کھرے کھوٹے میں تمیز ہونے لگی۔ قدرت نے ان پر مزید مہربانی فرمائی تھی، اس کے اسباب ظاہر ہوئے۔ نیو میمن مسجد نزد بولٹن مارکیٹ، بندر روڈ (ایم اے جناح روڈ) کی تعمیر انہی دنوں مکمل ہوئی تھی۔ مسجد کی انتظامیہ نے خطیب و امام کے لیے ابا جان قبلہ کا انتخاب کیا۔ اس تقرری کا مبارک واقعہ میں اس کتابچے میں لکھ چکا ہوں جو حضرت صاحب زادہ پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری المعروف پیر جی سرکار کرماں والے رحمۃ اللہ علیہ کے جہلم کی فاتحہ پر شائع ہُوا تھا۔ اسی کتاب سے یہاں نقل کرتا ہوں، بیانیہ میرے والد گرامی علیہ

الرحمہ کا ہے، ملاحظہ ہو:

''برلا ہائی اسکول اوکاڑا میں دینیات پڑھانے کی اضافی ڈیوٹی مَیں نے قبول کرلی تھی۔ مسجد مہاجرین (منٹگمری) میں جمعہ پڑھاتا تھا۔ راتوں کو مختلف علاقوں میں جلسے ہوتے تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب بہت خوش تھے کہ جب سے مَیں نے تدریس شروع کی تھی، طلبہ کے نتیجے اچھے تھے۔ انسپکشن کے لیے انسپکٹر کے آنے کی خبر آئی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے کہا کہ: ''مدرس کی تقرری کی شرائط میں ہے کہ وہ بی اے، (بی ٹی) بی ایڈ ہو اور آپ کے پاس صرف دینی تعلیم کی اسناد ہیں۔ اگر انسپکٹر آف اسکولز معترض ہُوا تو مشکل ہو جائے گی اور مَیں نہیں چاہتا کہ آپ کو اسکول سے بے دخل کیا جائے، کیوں کہ آپ کی وجہ سے طلبہ میں دینیات کا شوق فزوں ہو رہا ہے اور نتیجہ نہایت عمدہ ہے۔ مَیں کوشش کروں گا کہ وہ آپ کے بارے میں سوال نہ کرے تاہم اگر وہ آپ سے کچھ پوچھے تو توجہ سے جواب دیجئے گا، اللہ کرے کہ وہ آپ کے بارے میں اچھی رپورٹ لکھے۔'' ہیڈ ماسٹر صاحب فکر مند تھے۔ مَیں شام کو حضرت شاہ صاحب کرماں والے کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ خاموش بیٹھا تھا۔ حضرت نے فرمایا: ''حافظ جی! آج آپ چُپ کیوں ہیں؟'' عرض کی کہ اسکول میں صبح انسپکٹر نے آنا ہے۔ فرمایا: ''وہ کیا ہوتا ہے؟'' اور انسپکٹر کے لفظ کو تین ٹکڑوں میں دُہرایا: ''انس۔ پک۔ ٹر''۔ فرمایا: ''وہ کیا کرے گا آ کر؟'' عرض کی کہ وہ رپورٹ لکھے گا۔ فرمایا: ''رپورٹ کیا ہوتی ہے؟'' عرض کی کہ وہ اگر گڈ (Good) لکھ دے گا تو نوکری بھی پکّی رہے گی اور تنخواہ بھی بڑھ جائے گی۔ فرمایا: ''گڈ کیا ہوتا ہے؟ آپ تو بہت اچھے ہیں۔'' پھر فرمایا: ''کتنی تنخواہ بڑھ جائے گی؟'' عرض کی پانچ یا دس روپے۔ پوچھا: ''آپ کی تنخواہ کتنی ہے؟'' عرض کی ۸۰ روپے ماہانہ۔ فرمایا: ''حافظ جی آپ کی تنخواہ چار سو روپیہ ہے''۔ مَیں نے عرض کی کہ ہیڈ ماسٹر صاحب کی بھی تنخواہ اتنی نہیں ہے۔ فرمایا: ''آپ کی تنخواہ چار سو روپیہ۔'' جانتا تھا کہ یہ ولی اللہ ہیں اور مقرب الٰہی ہیں، جو فرمارہے ہیں وہی ہوگا۔ اگلی صبح انسپکٹر آیا، طلبہ سے جس قدر سوال کیے سب کا جواب صحیح اور عمدہ پایا تو بہت خوش ہُوا، مجھے بلایا، مجھ سے چند سوال کیے اور جواب پا کر نہایت متاثر ہُوا اور کئی جملے میری تعریف میں لکھے۔ ہیڈ ماسٹر حیران تھے کہ یہ سب کیسے ہُوا؟ مَیں نے بتایا کہ حضرت گنج کرم کا فیض و اثر ہے۔

میرے استاد محترم شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی صاحب نے فرمایا کہ اہلِ کراچی ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کی رقم سے دینی مدارس کی امداد کرتے ہیں تو اس سال آخری عشرہ کراچی گزارنا ہے۔ پہلی مرتبہ کراچی آیا، آرام باغ کی مسجد میں شبانِ قدر کے مرکزی اجتماع ہوتے تھے۔ پہلی شب مختصر تقریر کی اور چند اشعار پڑھے تو کراچی والے دیوانے ہوگئے۔ اتنے متاثر ہوئے کہ طاق راتوں کے علاوہ بھی مقاریر ہوئیں اور جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑا کے لیے چندہ بھی خوب ہُوا۔ ارادہ تھا کہ جمعۃ الوداع اوکاڑا پہنچ کر ادا

کریں گے لیکن کراچی والوں (گویا) نے چاند رات تک جانے نہ دیا۔ عید کی صبح اوکاڑا پہنچا۔ اس کے بعد محرم کے پہلے عشرے میں اہلِ سنّت کی طرف سے مجالس کے لیے پروگرام بنا اور دس روز مسلسل جلسے ہوئے تو گویا پوری کراچی میں دھوم مچ گئی۔ محرم شریف کا پورا مہینا گزار کر اوکاڑا چلا گیا تو بولٹن مارکیٹ کے قریب ایم اے جناح روڈ پر کراچی کی سب سے بڑی میمن مسجد کی خطابت و امامت کے لیے مسلسل اصرار کیا جانے لگا۔ مَیں اکیلا اعزہ و اقربا سے اتنی دُور آنے پر راضی نہیں تھا۔ ادھر کراچی والے اظہارِ عقیدت و محبت میں دیوانگی تک پہنچ رہے تھے۔ مسجد کے ٹرسٹیوں کی طرف سے جو خط ملا تھا اس میں اقامت وغیرہ کے علاوہ ماہانہ تنخواہ چار سو روپیہ تحریر تھی۔ طے پایا کہ حضرت صاحب قبلہ کرماں والے سے پوچھا جائے، جیسے آپ فرمائیں گے ویسا ہی کیا جائے گا۔ ابھی حاضر ہو کر سلام ہی کیا تھا کہ حضرت صاحب قبلہ کرماں والے نے فرمایا: ''حافظ جی آپ سے کہا تھا نا کہ آپ کی تنخواہ چار سو روپے ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''حافظ جی! کراچی، مدینہ منورہ کا دروازہ ہے۔ اللہ کریم کثرتِ مال بھی دے گا اور کثرتِ اولاد بھی، اللہ کریم اتنی برکتیں دے گا کہ کبھی ختم نہیں ہوں گی۔'' کچھ باتیں تعلیم فرمائیں۔ ڈیوٹی لگ گئی تھی، مَیں کراچی چلا آیا۔ اب روزانہ حضرت صاحب قبلہ کی زیارت و ملاقات میسر نہیں تھی مگر فیضان جاری تھا اور نظرِ کرم ہر دم شاملِ حال تھی۔'' (ص ۸ تا ۱۰)

ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے نیو میمن مسجد میں روزانہ درسِ قرآن و حدیث کا سلسلہ بھی رکھا، وہ خود بھی اس شہر میں سُنّی انقلاب بپا کرنے کا عزم لے کر آئے تھے اور انہیں اللہ کریم کی عطا سے غوثِ زماں ہستی نے اس کے لیے مامور بھی فرمایا تھا۔ اللہ کریم جل شانہ نے انہیں صدق و اخلاص اور عزیمت و استقامت کا پیکر بنایا تھا۔ انہوں نے خداداد صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا اور صدیوں کی سی محنت مہینوں میں کی۔ وہ شہر، جہاں میلادِ مصطفیٰ (ﷺ) کے کھلے عام جلسے نہیں ہوتے تھے، روز ہی ہونے لگے۔ در در گھر گھر دُرود و سلام سے مہکنے لگے، مطلع صاف ہُوا تو اُجالا پھیلنے لگا۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی ہر تقریر، تحریر اور درس میں ''ذکرِ رضا'' ضرور ہوتا، یوں ہر کوئی اس نام سے واقف ہونے لگا کہ جس نام والے نے اس برِّعظیم میں مسلکِ حق کی پاس بانی کے لیے وہ کام کیے جو آج بھی ہر سُنّی کا اعتبار و افتخار ہیں۔ یہ محض عقیدت یا خوش فہمی ہی نہیں، ایک نالائق بیٹے کا اپنے باکمال والدِ گرامی کے لیے کوئی ایسا بیان بھی نہیں جسے مبالغہ یا مغالطہ کہا جائے بلکہ یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی کے نام اور فکرِ رضا کو بالخصوص کراچی اور بالعموم پورے وطنِ عزیز اور متعدد شہروں ملکوں میں متعارف کروانے کا سب سے نمایاں کام میرے والدِ گرامی ہی کا حصہ رہا ہے۔

قطبِ مدینہ حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی، غزالیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی،

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی، شارح بخاری شریف حضرت مولانا سید محمود احمد رضوی، حضرت مولانا مفتی تقدس علی خاں، حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین رحمۃ اللہ علیہم کے اس حوالے سے اعترافی اور تعریفی کلمات خود میں نے بارہا سُنے ہیں اور ان کی تحریروں میں بھی موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب حقانی کے الفاظ تو یہ ہیں کہ: ''مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' کو مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب نے انٹرنیشنل بنادیا۔'' وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ''1970ء کے ملکی انتخابات میں اہلِ سنّت و جماعت کی نمایاں کام یابی بھی حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کی مرہونِ منت ہے کہ انہوں نے شبانہ روز تقریروں اور اپنی تحریروں سے مسلکِ حق کے لاکھوں کارکنان اور وابستگان بنادیئے۔'' بحمدہٖ تعالیٰ آج بھی دنیا بھر کے متعدد ممالک میں تقاریر کی ریکارڈنگ سب سے زیادہ میرے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی سنی جاتی ہے، جنوبی افریقا والے برملا اعتراف کرتے ہیں کہ انہیں مسلکِ حق کی صحیح پہچان میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ سے ہوئی اور عوام کی اکثریت کو اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کا تعارف ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ ہی نے کرایا۔ برطانیا کے جناب محمد الیاس نے گزشتہ برس مجھے بتایا کہ جس علاقے میں وہ ہیں، وہاں انہوں نے میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی دو تقریروں کی کیسٹوں ہی سے مسلکِ حق کی تبلیغ کا سلسلہ پھیلایا اور انہیں اتنی کام یابی ہوئی کہ آج وہ پچاس سے زائد کتب وہاں انگریزی میں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی شائع کرچکے ہیں۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا (رحمۃ اللہ علیہ)'' آج ''رضویات'' کے حوالے سے ایک نمایاں نام ہے۔ اس کے بانی مولانا سید ریاست علی قادری مرحوم و مغفور نے 25 برس قبل ٹی آئی پی کے دفتر میں فرید چیمبرز میں میرے اور مولانا غلام حیدر سعیدی مرحوم کے رُو بہ رُو دیر تک اپنے احوال سنائے کہ ان کی زندگی میں انقلاب کیسے آیا؟ اور وہ تاج دارِ بریلی علیہ الرحمہ کی محنتوں کو منصۂ شہود پر لانے کے لیے کیوں کمربستہ ہوئے؟ انہوں نے واضح اعتراف کیا کہ میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ سے انہیں بے داری کا شعور اور کام کی تحریک ملی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ابنِ اعلیٰ حضرت حضرت مفتی اعظم قبلہ علیہ الرحمہ سے بھی انہوں نے میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی بہت تعریف سُنی۔ حضرت مفتی اعظم قبلہ علیہ الرحمہ کو مَیں نے ابا جان قبلہ کی کتاب ''تعارف علمائے دیوبند'' پیش کی تھی۔ سید ریاست علی صاحب نے بتایا کہ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ بطورِ خاص اس کتاب کا تذکرہ فرماتے تھے۔

ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ ہی کے ایک عقیدت مند الحاج حسین میاں نے ابا جان قبلہ ہی سے ذکرِ رضا سن کر ڈربن میں ''رضا اکادمی'' کے لیے اپنی عمارت ہدیہ کی۔

شارح صحیح مسلم شریف، علامہ غلام رسول سعیدی نے کراچی ایئرپورٹ پر میرے رُو بہ رُو واضح اور برملا اعتراف کیا کہ ان کے والدِ گرامی انہیں ساتھ لے کر میرے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے خطاب کی ایک

محفل میں گئے۔ علامہ سعیدی نے کہا کہ اس دن مَیں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے ایسا (میرے ابا جان قبلہ جیسا) بننا ہے یعنی انہیں علم دین کے حصول کی ترغیب میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ کی بدولت ہوئی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی بدولت کتنے اور کیسے کیسے افراد متاثر ہوئے۔

فروری 1992ء میں کلیر شریف (رُڑکی، بھارت) کچھ دوستوں کے ساتھ میرا جانا ہُوا۔ نمازِ عصر وہاں ادا کرنے کے بعد ایک شخص سے معلوم کیا کہ طعام (لنگر شریف) کے لیے ہم کچھ ہدیہ کرنا چاہتے ہیں، یہاں کوئی انتظام ہو تو بتائیں۔ اس شخص نے مسجد کے امام صاحب کو بلایا اور کہا کہ وہ ہمیں اس دفتر میں لے جائیں جہاں رقم جمع ہوتی ہے۔ دفتر کی طرف جاتے ہوئے امام صاحب نے ہم سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہیں؟ مَیں نے کہا پاکستان کے شہر کراچی سے آئے ہیں۔ امام صاحب نے سنتے ہی کہا: ''کیا آپ مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی کو جانتے ہیں؟'' اپنے آنسو پونچھتے ہوئے مَیں نے ان امام صاحب سے پوچھا کہ آپ انہیں کیسے جانتے ہیں؟ وہ کہنے لگے کہ: ''وہی تو اہلِ سنّت کے شیر ہیں وہاں، مَیں نے ان کی ایک دو تقریروں کی ریکارڈنگ سُنی ہے یا پھر ''ذکرِ جمیل'' دیکھی ہے مگر نام بہت سُنا ہے۔'' جب انہیں بتایا کہ مَیں انہی کا بیٹا ہوں تو وہ دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گئے۔ ابا جان قبلہ کے وصال کی انہیں خبر دی تو انہیں اتنا مَلال ہُوا کہ وہ آواز سے رونے لگے۔

موزم بیق، شکاگو، لاس اینجلس، ملاوی اور جانے کہاں کہاں میرے ساتھ کچھ ایسے ہی واقعات پیش آئے۔ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی مقبولیت کے جلوے سمتوں میں نظر آتے ہیں، الحمدللہ علیٰ احسانہ

1956ء میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے ''جماعتِ اہلِ سنّت'' کی بنیاد رکھی، وہی اس کے بانی اور امیرِ اوّل تھے۔ اس جماعت کے تحت لوگوں کے گھروں میں ہر اتوار کو عصر تا مغرب، درس کا سلسلہ ہونے لگا۔ ہفتہ وار ان اجتماعات نے چند ماہ میں وابستگان کا حلقہ وسیع کرلیا۔ ملازمت پیشہ افراد (آفیسرز) کے لیے پانچ ہفتوں کا فقہی معلومات پر مبنی نصاب مرتب کر کے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے خود تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ فتاویٰ رضویہ (قدیم) کی پہلی تین چار جلدوں اور تکمیل الایمان کتاب سے انہوں نے تین سو مسائل پر مشتمل ایک نصاب کی تدریس ہفتہ وار سلسلے میں ایک برس تک کی۔ 1962ء میں ان پر ہونے والے شدید قاتلانہ حملے کے بعد یہ سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ 1960ء سے قبل ہی مشرقی پاکستان میں بھی انہوں نے جماعتِ اہلِ سنّت قائم کی اور 1976ء میں جنوبی افریقا میں جماعتِ اہلِ سنّت کی بنیاد رکھی۔

آج ملک بھر اور بیرونِ ملک مساجد انتظامیہ اور مذہبی اداروں کے ''ٹرسٹ ڈیکلریشن'' کی رجسٹریشن میں عقائد و نظریات کی وضاحت میں یہ جملے درج ہوتے ہیں کہ ''اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا

خاں فاضلِ بریلوی اور شیخ محقق حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہما کی تحریرات و تعلیمات کے مطابق یہ ادارہ مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کے عقائد و نظریات کا پابند ہوگا۔" میری معلومات کے مطابق یہ جملے میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ ہی نے یہاں سب سے پہلے لکھے اور سُنّی حلقوں میں لوگوں کو اس طرح لکھنے کی ترغیب دی۔ 1964ء میں انہوں نے کراچی شہر کے علاقے پی ای سی ایچ سوسائٹی (پاکستان ایمپلائز کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی) کے بلاک 2 میں جامع مسجد غوثیہ کی تعمیر کی اور اس علاقے میں مسلکِ حق کی تبلیغ و ترویج کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیے۔

گورنمنٹ کے مختلف محکموں سے وابستہ خاصا بڑا طبقہ اس علاقے میں ان کی تبلیغ سے فیضیاب ہُوا۔ اسلام آباد میں مقیم جناب سید منیر حسین شاہ بخاری کا کہنا ہے کہ: "اس دَور میں پڑھے لکھے طبقے میں سنّیت کا تعارف اور فروغ صرف مولانا اوکاڑوی کا مرہونِ منت ہے۔" اس دَور میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ ہی تنہا وہ ہستی تھے جسے ملک بھر میں سرکاری اور عوامی سطح پر نمایاں شمار کیا جاتا اور سب سے زیادہ سنا جاتا تھا۔ عوامی جلسوں میں ان کے گھن گرج اور ترنم والے مفصل خطاب ہوتے۔ اداروں، نشریاتی مراکز، دفتروں اور دیگر محفلوں میں سامعین اور ماحول کو دیکھتے ہوئے ان کا لب ولہجہ اور انداز عام تقریر سے بالکل مختلف اور اتنا عمدہ ہوتا کہ کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ بالخصوص کراچی شہر میں یہ عالم تھا کہ لوگ اپنا دینی مسلکی تعارف میرے والد گرامی علیہ الرحمہ کے نام و نسبت سے کراتے اور مخالفین بھی اپنا حریف و مقابل صرف انہیں شمار کرتے اور "الصلوة والسلام عليك يارسول الله" کے الفاظ سے دُرود و سلام کو وہ "دُرودِ اوکاڑوی" کہتے تھے۔

ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے نعت شریف کے فروغ کے لیے جہاں اور بہت خدمات انجام دیں وہاں "نغمہ حبیب" کے نام سے 1958ء میں یہاں پہلا مجموعۂ نعت شریف مرتب کیا اور اس میں کلام اعلیٰ حضرت بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) سے انتخاب زیادہ شامل کیا۔ نبیرۂ اعلیٰ حضرت مفسر قرآن حضرت مولانا ابراہیم رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ جب کبھی یہاں تشریف لائے تو ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ ہی کو خطاب کے لیے مدعو کرتے اور پسند فرماتے۔ کراچی میں عالم گیر روڈ پر دارالعلوم امجدیہ قائم ہُوا، وہاں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس شریف منایا جانے لگا۔ حضرت علّامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ ہر سال ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو خصوصی خطاب کے لیے خود مدعو کرتے۔ متعدد شہروں اور علاقوں میں سالانہ "یوم رضا" منانے کے لیے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے لوگوں کو راغب کیا۔ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور کا تحریری ریکارڈ اگر محفوظ ہو تو اس بات کی گواہی مل جائے گی کہ موچی دروازہ، لاہور کے قریب برکت علی اسلامیہ ہال میں پہلا سالانہ یومِ رضا، میرے والدِ گرامی علیہ الرحمہ ہی کی تحریک پر منعقد ہُوا اور پہلے دو برس انہی کا اس

اجتماع میں مرکزی خطاب ہُوا۔ انہوں نے ہی مقالاتِ یومِ رضا اور اپنوں بے گانوں کے تاثرات کے حوالے سے اشاعت کی تجاویز پیش کیں۔ مجھے مہلت نہیں ملی ورنہ بغور دیکھوں تو ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی بکھری تحریروں اور ڈائریوں سے جانے کیا کیا انکشاف ہوں۔

محدثِ اعظم حضرت مولانا سردار احمد صاحب آف فیصل آباد نے دارالعلوم امجدیہ میں منعقدہ عرس رضوی میں ابا جان قبلہ کا مفصل خطاب سُنا، وہ ایک عرصے تک علما و احباب میں اس کی بہت زیادہ تعریف فرماتے رہے اور ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو ''مسلکِ حق کے مبلّغ اعظم'' کے لقب سے یاد فرماتے رہے۔

مولانا حکیم تجمل حسین صاحب مجھے خوب یاد ہیں، وہ اکثر ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے اور گھنٹوں نشست رکھتے تھے، کاش کہ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ سے اور حکیم صاحب کے مابین ہونے والی گفتگو ہم محفوظ کرلیتے۔ حکیم صاحب کو کراچی شہر میں لاہور کے حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا کسی قدر عکس کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔

ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو بے گانوں کے نشتر اور اپنوں کے حسد نے بھی کام سے کبھی غافل نہیں کیا، انہیں جب دیکھا کام کرتے دیکھا، کتابوں اور لوگوں میں گھرے دیکھا۔ ''اَن تھک'' کسے کہتے ہیں؟ اس کی پہچان انہیں دیکھ کے ہوئی۔

کراچی میں اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی جس قدر کتابیں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کے پاس تھیں، اس دَور میں یہاں کسی کے پاس اتنی نہیں تھیں، اکثر اہلِ علم ان کتابوں کی تلاش میں ان کے پاس آتے اور ابا جان قبلہ ان لوگوں سے بھرپور تعاون کرتے۔ ان کی ڈائریوں میں کتنے ہی لوگوں کے نام درج دیکھے کہ کون سی کتاب کسے برائے مطالعہ دی۔

ریڈیو پاکستان میں اسکندر مرزا کے دورِ حکومت سے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ براڈ کاسٹ کیے جاتے رہے۔ ریڈیو پاکستان کے خطباء کی آؤٹ اسٹینڈنگ کیٹگری میں وہ سرِ فہرست تھے۔ ریڈیو پاکستان والوں نے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی خداداد خوش الحانی سے متاثر ہو کر ان کی آواز میں کچھ نعتیں بھی ریکارڈ کیں جنہیں سیکڑوں بار نشر کیا گیا، اپنی معلومات کے مطابق عرض گزار ہوں کہ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کا نعتیہ کلام سب سے پہلے ریڈیو پاکستان کراچی سے نشر کروانے کا اعزاز بھی انہی کا حصہ ہے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کو کلامِ اعلیٰ حضرت پڑھنے ہی نہیں سُننے سے بھی بہت لگاؤ تھا۔ حضرت الحاج قاری غلام رسول، صوفی محمد ریاض قادری وغیرہ کو خود گھر مدعو کر کے سنتے اور اکثر یہی دیکھا کہ دورانِ سماعت روتے رہتے۔

حضرت پیر ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف صاحب جیلانی اشرفی نے ایک دن مجھ سے بہت پیاری بات

فرمائی کہ: ''آپ کے والد صاحب کی یہ خوبی تھی کہ ہر درس گاہ اور ہر خانقاہ میں وہ محبوب و محترم تھے۔ تمام علما و مشائخ انہیں محبوب رکھتے تھے اور وہ ہر جگہ کام یاب رہے۔''

کراچی شہر میں حضرت شاہ انصار الہ آبادی وہ بزرگ ہیں جن کے لیے ''شیخ النعت'' کا لقب پکارا گیا، ان کی عمر نوے برس سے زیادہ ہوگئی ہے۔ یہ بات ان سے کئی مرتبہ سُنی گئی کہ: ''اعلیٰ حضرت نے خوب لکھا اور خطیبِ پاکستان نے خوب پڑھا بلکہ وہ جس طرز و انداز سے پڑھ گئے، وہی طرز اس کلام کے لیے مخصوص و مقبول ہوگئی۔''

اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ''مخالفین'' نے مسلسل اعتراض کرنا ہی اپنی پالیسی رکھا۔ ان کی یہ سازش رہی کہ وہ ''جارح'' رہیں تا کہ صحیح العقیدہ اہلِ سنت و جماعت (بریلوی) خود سے دفاع پر مجبور ہوں اور ان ''مخالفین'' کے کفریات اور غلط نظریات کی نقاب کشائی نہ کریں۔ لوگوں میں یہ مشہور کیا گیا کہ ''بریلوی'' وہ ہیں جو میلاد و گیارہویں شریف مناتے ہیں اور دیوبندی وہابی یہ فعل نہیں کرتے، بس یہی اختلاف ہے۔ مخالفین نے ظلم کرتے ہوئے طرح طرح کے الزام بھی اہلِ سنت و جماعت (بریلوی) پر لگائے۔ تحریر کے میدان میں خیانت و بددیانتی تو مخالفین کا مرغوب وتیرہ ہے۔

عوام تو حقائق سے پوری طرح آگاہ نہیں ہوتے اس لیے غلط پروپیگنڈے کی تکرار انہیں ضرور پریشان کردیتی ہے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے محققانہ بصیرت اور علمی تبحر سے اپنی تقاریر میں عوام کو حقائق سے اتنا آگاہ کیا کہ ان کے بیش تر سامعین مقرر اور مناظر ہوگئے۔ مراڑیاں شریف کے حضرت مولانا مفتی محمد اشرف القادری اور ان کے علاوہ بھی دیگر علما نے اپنی تحریر و تقریر میں برملا یہ بات بیان کی کہ مخالفین کے مدارس میں اساتذہ اپنے طلبہ کو اس حلفیہ اقرار پر مجبور کرتے کہ وہ مولانا اوکاڑوی کی تقریر نہیں سنیں گے کیوں کہ مولانا اوکاڑوی کی تقریر سن کر کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا اور وہ اساتذہ اپنے ان طلبہ کے سامنے لاجواب ہوجاتے جو مولانا اوکاڑوی کے دلائل دُہراتے۔

مولانا قاری شمس الرحمٰن ہزاروی کی یہ تحریر شائع ہوچکی کہ ان کے آٹھ ساتھی علما کے رُوبرو، راجا بازار، راول پنڈی کے غلام خاں صاحب (جنھیں ان کے ماننے والے شیخ القرآن غلام اللہ خاں کہتے ہیں) نے یہ کہا کہ: ''مولانا اوکاڑوی جیسا شخص ہمارے پاس ہوتا تو پورے ملک کے عوام ہمارے ہم مسلک ہو جاتے۔'' ایک شدید مخالف کا یہ اعتراف اس قول کو واضح کرتا ہے کہ بزرگی وہ ہے کہ دشمن بھی اس کی گواہی دے۔

مسلکِ حق کے لیے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی تجدیدی و انقلابی کارگزاری سے خائف ہو کر ہی ان مخالفین نے اُن پر شدید قاتلانہ حملہ کروایا لیکن قدرت نے ابا جان قبلہ سے جو کام کروانا تھا وہ ہو کے رہا اور

مخالفین خاسر و ناکام ہوئے۔

پانچ شدید زخموں کے باوجود ابا جان قبلہ کو اللہ کریم نے صحت و عافیت سے نوازا۔ ڈھائی ماہ کا عرصہ ہسپتال میں زیرِ علاج رہنے کے بعد ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے پہلا خطاب اسی جگہ فرمایا جہاں اُن پر قاتلانہ حملہ ہُوا تھا، ہر سال اسی علاقے میں گیارہویں شریف کے پانچ روزہ جلسوں سے خطاب فرماتے رہے۔ وہ نڈر، بے باک، غیور مجاہد تھے، تین مرتبہ قاتلانہ حملے ہوئے لیکن ہر بار ہمت فزوں ہوئی۔ کیوں نہ ہوتی، کیوں کہ انہیں تو نبی پاک ﷺ نے اپنی معیت کا مژدہ سنا دیا تھا۔ دو مرتبہ انہیں خواب میں رسولِ کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہُوا۔ اپنی انگلیوں سے سرکار کی زلفوں میں شانہ کیا تو تعبیر یہی ملی کہ ان کے دین کی وہ ایسی عمدہ خدمت کریں گے کہ زینت ہوگی۔

قاتلانہ حملے سے صحت یاب ہوکر ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ اوکاڑا گئے۔ وہاں جلسے میں حضرت صاحب زادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب آلومہار شریف والے بھی مدعو تھے۔ ابا جان سے مخاطب ہوکر انہوں نے فرمایا: "مولانا آپ کو مبارک ہو، آپ کا خون بہت اچھا ہے کہ اسے دینِ مصطفیٰ کے لیے منتخب کیا گیا۔"

تاج دارِ بریلی اور اپنے ابا جان قبلہ میں مجھے یہ خوبی بھی واضح نظر آتی ہے کہ نبی پاک ﷺ سے والہانہ عشق اور غوث پاک رضی اللہ عنہ سے کمالِ محبت کا وصف دونوں ہستیوں میں نمایاں رہا۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی بیعت تو سلسلہ عالیہ نقش بندیہ میں تھی لیکن ان پر قبضہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا رہا۔

حضرت الحاج پیر شوکت حسن خاں صاحب نوری بریلوی سے بھی سنیے، ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی مدح وہ بہت بلیغ فرماتے ہیں۔ تصلب فی الدین اور مسلکِ حق پر استقامت کے لیے ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی وہ مثال دیا کرتے ہیں۔ ان کے الفاظ ہیں کہ مولانا اوکاڑوی صاحب کی ہر تقریر سے مسلکِ حق اور فکرِ رضا ہی کی تبلیغ و اشاعت ہوئی ہے۔

کراچی کے ککری گراؤنڈ میں ہر سال اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کا خصوصی خطاب ہوتا اور مثالی ہوتا۔ جس کسی علاقے میں کوئی بدعقیدہ "لاف زنی اور بد زبانی" کرتا، وہاں کے لوگ ایک ہی شخصیت کے پاس آتے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ مصلحت و مفاہمت کے خوگر نہیں، جرأت و ہمت کے پیکر تھے، لوگوں سے کہتے کہ فوراً جلسے کا انتظام کرو اور اسی جگہ جاکر حقائق بیان کرتے۔ حق و صداقت کی ترجمانی اور مسلکِ حق کے باب میں ان کی خدمات آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔

یہ سب کچھ قلم برداشتہ لکھا ہے، مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ اتنا لکھ گیا ہوں۔ بیان تو ابھی بہت باقی ہے، عقیدتوں محبتوں کا بیان کہاں پورا ہوتا ہے۔ ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ نے آخری بیرونِ ملک سفر بھارت

کے لیے کیا، وہ رضا اکادمی ممبئی کے زیرِ اہتمام ابنِ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے عرس شریف ہی میں مدعو کیے گئے تھے۔ اس سفر میں پہلی مرتبہ وہ بریلی شریف بھی گئے اور بہت خوش تھے کہ وہ وہاں بھی جاسکے۔

ابا جان قبلہ علیہ الرحمہ کی یہ سعادت بھی کیا خوب ہے کہ انہوں نے اس دنیا میں آتے ہی پہلی آواز جو سُنی وہ دُرود وسلام کے کلمات سے مزین تھی اور اس دنیا سے رخصت ہوئے خود ان کی آخری آواز جو سُنی گئی وہ بھی درود وسلام کے کلمات سے مزین تھی۔ درود شریف کی ساعت سے آغاز اور دُرود شریف کی تلاوت پر انجام بھی ان کی مقبولیت کی سند ہوئی اور جب انہیں لحد میں اُتارا جارہا تھا تو ہزاروں کا ہجوم بآواز بلند صلوٰۃ وسلام ہی پڑھ رہا تھا۔

یہ واقعہ ۲۲ رجب ۱۴۰۴ھ 25 اپریل 1984ء کا ہے۔ مجھے یاد آیا، ماہِ صفر ۱۳۴۰ھ، 1921ء میں بریلی شریف میں بھی پہلی مرتبہ اتنا ہجوم جمع ہوا تھا کہ شاید اس سے پہلے کبھی نہ ہُوا ہوگا۔ اس دن اس ہجوم کا ہر فرد بھی صدائے دُرود ہی بلند کررہا تھا۔

کعبے کے بدرالدجیٰ تم پہ کروڑوں دُرود
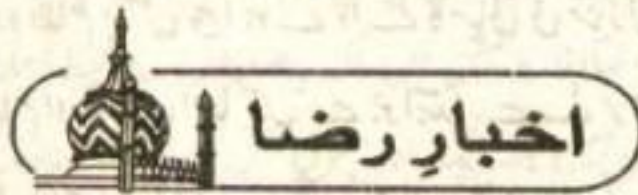
## اخبارِ رضا

☆ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب نے ''مفتیٔ اعظم ہند مجدّد کیوں؟'' قیمت -/12 اور ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' (ہندی) قیمت -/10 تحریر فرما کر شائع کی ہیں۔ کتابیں حاصل کرنے کے لیے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی۔ 104، جسولی، بریلی شریف سے رابطہ کریں۔ ☆ حدائقِ بخشش کی طباعت کے سو۱۰۰ سال مکمل ہونے پر انجمن ضیاءِ طیبہ، میٹھادر، کراچی نے علامہ نسیم احمد صدیقی نوری کی مرتبہ ''ضیاءِ حدائقِ بخشش'' کرکے مفت تقسیم کی ہے۔ ☆ علامہ مفتی ابو طاہر محمد طیب صاحب صدیقی قادری دانا پوری ثم پیلی بھیتی مفتی جاورہ رتلام ایم پی کے مقالات و فتاویٰ کی پہلی اور دوسری قسط بنام ''مقالاتِ طیب'' شائع ہوچکی ہیں۔ رابطہ کا پتہ: دفتر مرآۃ الدعوۃ الاسلامیہ، گلویا، سکولہ، پیلی بھیت، یوپی۔ ☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پر روہیل کھنڈ یونی ورسٹی، بریلی سے پی ایچ، ڈی کرنے کی منظوری: ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کی کاوش سے اسکالر مس حامدہ کو ''اردو نثر نگاری اور مولانا احمد رضا خان'' عنوان پر پی ایچ ڈی کی منظوری مل گئی ہے۔

☆ ''حسام الحرمین کے سو سال۔ پسِ منظر اور پیش منظر'' ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی (ایم بی بی ایس) نے حسام الحرمین کے سو سال (۱۳۲۵ھ تا ۱۴۲۵ھ) مکمل ہونے پر تحریر کی ہے۔ جسے جلد ہی تحریکِ فکرِ رضا شائع کررہی ہے۔

# یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا

تحریر: غلام مصطفیٰ رضوی، باسنی، ناگور، راجھستھان

الحمد للّٰہ و کفی و سلام عبادہ الذین اصطفیٰ

اسلام اپنی عالم گیریت اور آفاقیت میں اب بے مثال ہو چکا ہے۔ دیگر ادیان و مذاہب کے مقابلے میں دنیا میں سب سے زیادہ اب اسی کا مطالعہ کیا جارہا ہے۔ اگر چہ مطالعہ کرنے والوں میں جانب دار بھی ہوتے ہیں اور غیر جانب دار بھی مگر اب دنیا اور خاص طور سے اہلِ یورپ اسلام کی پُرکشش اور اخلاقی تعلیمات سے ضرور متاثر ہورہے ہیں اور اس کے بے مثال نظامہائے حیات کو دیکھ اور سُن کر عش عش کررہے ہیں۔ نیز قومِ مسلم کے عزم و استقلال، بلند ہمتی، اعلیٰ حوصلگی اور قوتِ استقامت کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

بلاشبہ اسلام قیامت تک کے لیے ایک کامل اور اکمل مذہب ہے اور مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس کی مقدس تعلیمات اور متعین کردہ نظام پر عمل پیرا ہونے والے کامیابی کی منازل طے کررہے ہیں اور کیوں نہ ہو کہ انسانوں کا خود ساختہ نظام اور آئین ایسا نہیں ہے جو ابتدا سے لے کرتا امروز مضبوط اور مستحکم رہا ہو۔ ضرور اس میں ترمیم و اضافے کی نوبت آئی۔ بے شمار خامیاں، کمزوریاں آئیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ چند دنوں تک اس کی کرنوں سے اہل علم نے روشنی حاصل کی بعدہٗ ہمیشہ کے لیے وہ صفحۂ ہستی سے نیست و نابود ہوگیا۔ مگر نظامِ اسلام اور آئینِ اسلام کی خصوصیت رہی کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کسی بنیادی تبدیلی کی ضرورت پیش آئی اور نہ کبھی آئے گی اس لیے کہ یہ انسان کا نہیں بلکہ خالقِ کائنات جل و علا کا وضع کردہ نظامِ حیات ہے۔ جس میں انسان کی ہر حاجت و ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ اور اس کا اعتراف اپنے اور دوسرے بھی کرنے پر مجبور ہیں۔

محمد اسد نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الاسلام فی مفترق الطریق'' میں اسلام کے بالمقابل مادہ پرست مغربی تہذیب کے زوال و انحطاط کی پیشین گوئی کی تھی۔ اپنی اس کتاب میں انہوں نے اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات کے طور پر پیش کیا اور یہ ثابت کیا کہ ''بنی نوع انسانی کی بقاء اسلامی نظام میں مضمر ہے''

یقیناً اسلام آج اپنی حقانیت اور بے مثال تعلیمات کی بناء پر قائم اور دائم ہے اور اپنے پرکشش اور محبت بھرے نظریات سے پتھر دلوں کو بھی موم کرنے والا دین ہے۔ اس کی ان خوبیوں اور کمالات پر آج امریکہ اور یورپ میں ریسرچ اور تحقیق ہورہی ہے۔ حالانکہ اہل مغرب نے اسلام اور اسلامی تعلیمات کو سمجھنے میں کہیں کہیں سخت غلطیاں کی ہیں اور جنہوں نے صحیح معنی میں مطالعہ کیا ہے وہ حقیقت کا اظہار کرنے

پر مجبور ہیں۔ مثلاً مسٹر جوزف لیفن نے بہت پہلے لکھا تھا۔

''اس وقت دنیا میں مسلمان سات سو پچاس ملین ہیں اور عیسائیوں کی آبادی نو سو پچاس ملین ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عیسائیت اسلام سے طاقتور ہے۔ عیسائیت محض اسلام کی ارٹری کی دین ہے اسلام عیسائیت کی طرح ایک فرقہ کے اندر محض ایک چرچ نہیں ہے، بلکہ ایک ایسی کمیونٹی ہے جو مذہب سے منسلک ہے اور یہی اس کی مخصوص قوت ہے۔'' (ڈیگر آف اسلام بحوالہ یورپ اور اسلام ص ۷)

ان تمام حقائق پر مبنی باتوں کے وجود آج اہل مغرب اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑنے کے لیے انتھک کوششیں کررہے ہیں اور اس کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لیے نئے نئے حربے اور اسلحے تیار کر کے استعمال میں لارہے ہیں۔ مگر انہیں اپنے مقاصدِ خبیثہ میں کامیابیاں نہیں مل رہی ہیں اور ان کی رکاوٹیں ناکام ثابت ہورہی ہیں۔ آخر اسلام ہی کے خلاف یہ اپنے قوت و بازو کیوں صرف کررہے ہیں؟ آخر اس کی کونسی خوبی ہے جو اُن مخالفین اسلام کی نیندیں خراب کئے ہوئے ہیں۔ مسٹر آئی یوجین روستو نائب امریکی وزیر خارجہ نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں یہ بیان دیا کہ

''ہمیں یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ ہمارے (یورپ اور امریکہ) اور عرب اقوام کے اختلافات محض دو ریاستوں کے اختلافات نہیں ہیں بلکہ یہ صدیوں سے محیط اسلام اور عیسائیت کے مابین پائی جانے والی کشمکش کا نتیجہ ہے'' یہی نہیں بلکہ ایک اور مغربی محقق گارز لکھتا ہے۔''اسلام کے اندر وہ غیر معمولی قوت و طاقت پوشیدہ ہے جو یورپ کے لیے حقیقی اور اصلی خطرہ کی حیثیت رکھتی ہے۔'' (التبشیر ص ۳۹)

جرمنی سیاح پول احمیڈ نے اس موضوع پر ایک خاص کتاب لکھی جس کا نام ''اسلام مستقبل کی طاقت'' رکھا۔ اس کا کہنا ہے کہ مشرق کی قوت کا انحصار تین عناصر پر ہے۔

۱۔ پہلی چیز تو یہ کہ ان کی طاقت کا اصل سرچشمہ دین اسلام ہے جن پر ان کا کامل ایمان و یقین ہے۔ رنگ و نسل اور ثقافت و کلچر کے اختلاف کے باوجود اسلامی تعلیمات کے مطابق ان کے عالمگیر اخوت کا رشتہ مستحکم ہے۔

۲۔ عالم اسلام کے بیشتر علاقے قدرت کے مادی وسائل و معدنی ذخائر سے مالا مال ہیں اور یہ علاقہ مغرب میں بحر محیط سے مراکش کی سرحدوں سے ہوتا ہوا مشرق میں بحر ہادی سے ہوتا ہوا انڈونیشیا کی سرحدوں تک جا پہنچتا ہے۔ اگر ان علاقوں میں موجود قدرتی وسائل و ذرائع کو منظم کرلیا گیا تو یہ علاقہ ایک مستحکم اور اقتصادی اکائی میں تبدیل ہوسکتا ہے جو اپنی ضرورتوں کے لیے خود کفیل ہوگا، اقتصادی میدان میں ان ممالک کے درمیان باہمی معاونت و مفاہمت کی صورت میں ان کو یورپ اور دیگر مغربی ممالک کی قطعی ضرورت نہ ہوگی۔

۳۔ اور اخیر میں اس نے مسلمانوں کی قوت کے تیسرے اہم عنصر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ مسلمانوں کی آبادی بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے جس کے سبب ان کی نفری قوت میں برابر اضافہ ہورہا ہے۔''

پھر وہ کہتا ہے ''جب یہ تینوں قوتیں یکجا ہو جائیں گی یعنی مذہب وعقیدہ کی بنیاد پر مسلمانوں کے درمیان اخوت کا رشتہ بہت مضبوط ہو جائے گا، ان کے قدرتی و مادّی وسائل ان کی بڑھتی ہوئی آبادی کی ضرورتوں کی کفالت کے لیے کافی ہو جائیں گے۔ تو پھر یہ اسلام یورپ کے اندران کی عالمی سیادت کے لیے خطرہ ثابت ہوگا جسے آج پوری دنیا میں مرکزیت حاصل ہے''۔

مذکورہ بالاسطور سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام اور مسلمان اپنی عظیم بنیادی طاقت کے ساتھ زندہ ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ زندہ رہیں گے۔ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

آج سے چند سال قبل فرانس میں ایک عظیم پیمانے پر مستشرقین یورپ کی میٹنگ ہوئی جس میں دنیا بھر کے بڑے بڑے دانشور اور پروفیسر صاحبان جمع ہوئے تھے۔ موضوع یہ تھا کہ ہم نے ہمیشہ یہ بات ملاحظہ کی ہے کہ جو قوم ایک بار صفحہ ہستی سے مٹ جاتی ہے یا زوال پذیر ہو جاتی ہے تو پھر دوبارہ نہیں ابھرتی۔ اس کی کئی مثالیں ہیں مگر ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ یہ مسلمان اور ان کا مذہب اسلام روز بروز ابھرتا ہی جا رہا ہے۔ ہم نے اسے ہر چند مٹانے کی کوشش کی مگر یہ سیلاب رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا ہے...... آخر اس کے اسباب وعلل کیا ہیں۔ کئی دانشوروں نے الگ الگ Judement دیا اور اس کی وجوہات بیان کیں مگر ایک دانشور اور پروفیسر نے اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے کہا۔ کہ ان کی قوت وتوانائی کو سلب کرنے کی ایک ہی تدبیر ہے ان کو زوال کی طرف دھکیلنے کی ایک ہی ترکیب ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے دلوں میں سے ان کے پیغمبر ﷺ کی عقیدت ومحبت کا جو چراغ روشن ہے اُسے گل کر دیا جائے۔ انہیں بے کساں ﷺ کی محبت والفت اُن کے دل سے نکال دی جائے۔ جب ہم ایسا کریں گے تو پھر وہ خود بخود بے جان لاشہ ہو جائیں گے۔

اسلام دشمن طاقتیں اب بخوبی واقف ہوگئی ہیں کہ اسلام اور اہل اسلام کی سربلندی اور شان و شوکت کے قلعے کو مسمار کرنے کے لیے اب ایٹمی طاقتوں اور میزائل جیسے اسلحوں کا استعمال نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ ان کے خاتمہ کے لیے ہمیں ان کے رسول رحمت ﷺ سے ان کے بے مثال تعلق اور لگاؤ کو ختم کرنا چاہیے ان کو ان کے بتائے ہوئے طریقوں اور اُن کے پرتاکید نظریات سے برگشتہ کرنا چاہیے۔ تبھی پوری دنیا میں ہماری عظمت وشہرت کا جھنڈا لہرائے گا۔ اکناف عالم میں شہرہ اور چرچا ہوگا۔

اسلام کی عظمت سے، سربلندی اور روز بروز مسلمانوں کے اضافے کی صورت نے یورپی ممالک میں ہلچل مچا رکھی ہے عیسائیت اور صلیبیت کے ایوانوں میں کھلبلی مچا رکھی ہے۔ وہ مسلسل اسی تگ و دو میں ہیں کہ کس طرح اسلام کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کیا جائے اور ان کو محکومیت کے قید خانے میں ڈالا جائے۔ ان کی اس ناکام کوشش کی سیکڑوں مثالیں مل سکتی ہیں۔ اسلام کی انقلابیت اور اس کی قوت کے راز سے امریکی غیر مسلم عوام اب بخوبی واقف ہو چکی ہے۔ سنئے امریکی یہودی پروفیسر ہرٹز (Hertz) جو فوجی

امور کا ماہر تھا کتنی وضاحت کے ساتھ اعتراف حقیقت کر رہا ہے۔

''مسلمانوں اور بالخصوص پاکستانیوں کے دل رسول عربی ﷺ کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور یہی وہ جذبہ ہے جو عالمی صیہونیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے اور جو اسرائیل کی توسیع کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ ہے۔ لہٰذا یہودیوں کے لیے بہت ضروری ہے کہ وہ محمد ﷺ کے ساتھ مسلمانوں کے اس جذبۂ محبت کے تمام وسیلوں کو کمزور تر کردیں تبھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتے ہیں'' (الفلسطین جنوری ۱۹۷۲ء بحوالہ افکار رضا ممبئی)

اسی طرح پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری پاکستان نے انکشاف کیا ہے کہ ''بیسویں صدی میں یورپ کے مشنری ادارے تمام عالم اسلام کے گلی کوچوں میں حشرات الارض کی طرح پھیل گئے اور ہزارہا ہزار سرطان کی طرح اُمتِ مسلمہ کے جسم میں اپنے زہریلے پنجے گاڑ دیئے۔ ان مشنری اداروں کا مقصد اساسی متعین کرتے ہوئے ایک رپورٹ تیار کی گئی جس کا عنوان تھا ( Christian workers in Islamic world ) اس رپورٹ کا مرتب لکھتا ہے۔

''ہم مسیحی کارکنوں کا فرض ہے کہ ہم اسلام کے خلاف تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لاتے ہوئے مسلمانوں کے دلوں میں یقین و اعتماد کو متزلزل کردیں اور ایسی کتابیں لٹریچر اور دیگر چیزیں شائع کرتے رہیں جس سے اللہ کی ذات و صفات، محمد ﷺ کی رسالت، عظمت و سیرت، نیز قرآن کی محفوظیت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوں'' (التبشیر والا استعمار ص ۱۹۱) (بحوالہ افکار رضا ممبئی)

الغرض اسلام اور مسلم کش پالیسیاں ہر دور میں اپنائی گئیں اور رسولِ خدا ﷺ کی ذات کو مجروح کرنے کے لیے نت نئے اسلحوں سے کام لیا گیا اور ان کی ذات سے ہماری عقیدت ومحبت کے چراغ کو گل کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ اور اپنے ترکش کے آخری تیر کے طور پر اس محبت وعشق رسول ﷺ کی شمع کے پیچھے پڑ گئے۔ اور اپنی پوری طاقت وتوانائی اسی کے پیچھے صرف کردی۔ قلندر لاہوری مفکر مشرق نے اسی راز کو فاش کرتے ہوئے کہا تھا۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا ۔۔۔ روح محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

لہٰذا ایسی صورت میں آج بھی ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اسلام کے خلاف ان معاندانہ حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اپنی اصل پونجی سرمایۂ ایمان کی حفاظت کریں۔ نیز محبتِ رسول ﷺ میں اضافے کے لیے انیس بے کساں ﷺ سے تعلق اور محکم ومستحکم کریں۔ ہمارے لیے یہی سب سے بڑا ہتھیار ہے جس سے ہم اقوامِ عالم جو اسلام کے خلاف نبرد آزما ہیں، کو جواب دے سکیں۔ نئی نسل کے ذہنوں میں اس چراغ عشق مصطفوی ﷺ کو روشن کریں جس سے ان کے قلوب واذہان مضبوط ہوسکیں اور مایوسی و نا امیدی کی تاریکی چھٹ سکے۔ OOOO

# بائبل کے متن میں بریکٹیں کیوں؟

خورشید احمد سعیدی، ایم اے تقابل ادیان، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

E-mail: khursheedsaeedi@hotmail.com

عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل کو قرآن میں توراۃ، زبور اور انجیل کے تذکرہ کے ضمن میں سمجھا جا سکتا ہے۔ قرآنِ مجید میں انجیل کا صراحۃً ذکر بارہ جگہ ہوا ہے (1) جو یہ واضح کرتا ہے کہ انجیل ان چار کتابوں میں سے ایک اہم کتاب تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس مقدس کتاب کا ذکر بڑے خوبصورت الفاظ اور دلکش انداز میں یوں فرمایا ہے:

وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ‌ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ O (2)

ترجمہ: "اور ہم نے ان کے پیچھے ان کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا تصدیق کرتا ہوا اس کی جو موجود تھا اس کے سامنے تورات سے اور ہم نے اسے انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت اور نور تھا دراں حالیکہ وہ تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو اس کے سامنے تھی تورات سے اور (انجیل) ہدایت اور نصیحت تھی پرہیز گاروں کے لیے۔"(3)

وہ لوگ جنہیں یہ کتاب دی گئی تھی قرآن مجید کے الفاظ میں انہیں نصاریٰ اور اہل کتاب بھی کہا گیا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ انجیل کے ہر لفظ اور ہر آیت کو نہ تو زبانی حفظ اور نہ ہی اس پر عمل کر کے یاد رکھا بلکہ جب اس سے غفلت برتی تو اس کا کچھ حصہ بھلا دیا۔ اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَمِنَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَهُمۡ فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ.. (4)

ترجمہ: "اور جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں"۔ (5)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک جلیل القدر بندے اور نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کی طرف اپنی ایک کتاب انجیل بھیجی اس لیے قرآن انہیں اہلِ کتاب بھی کہتا ہے۔ اہلِ کتاب نے اللہ کی نازل کردہ انجیل کی عبارتوں میں باطل باتیں شامل کیں اور اس میں لکھی ہوئی حق باتوں کو چھپایا بھی۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں انہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: يٰۤـاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَلۡبِسُوۡنَ الۡحَـقَّ بِالۡبَاطِلِ

وَتَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o (6) ترجمہ: "اے کتابیو حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے۔" (7)

اکثر اہلِ کتاب سچائی اور حق کے متلاشیوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کے لیے بعض اوقات حق میں باطل ملاتے اور کبھی اسے بالکل چھپا دیتے تھے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کے دو طریقے تھے۔ پہلا یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے حق بات کے دلائل سُن لیے ہوں تو اُسے گمراہ کرنے کے لیے وہ اُن دلائل میں شکوک اور شبہات پیدا کر دیتے۔ دوسرا یہ ہے کہ اگر کسی نے حق کے دلائل نہ سُنے ہوتے تو وہ دلائل اس شخص سے چھپا لیتے اور ان تک پہنچنے نہ دیا جاتا۔ مذکورہ آیت کے الفاظ "تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ" سے پہلے اور "تَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ" سے دوسرے طریقے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جبکہ "لَبْسُ الْحَقِّ بِالْبَاطِلِ" کا معنی تحریف یعنی اللہ کے کلام میں انسانی باتوں کو شامل کر دینا ہے۔ (8)

اس لیے عیسائیوں کے پاس آج جو چار انجیلیں اور سینٹ پال وغیرہ کے خطوط ہیں وہ اصل انجیل نہیں ہیں جس کا ذکر قرآن مجید کرتا ہے اور جو اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ وہ اصل انجیل تو اب صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہے۔ ہاں اُس کی کچھ عبارتیں آج کی انجیلوں میں ضرور پائی جاتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محمد اسد مرحوم جو پہلے یہودی تھے لیکن نورِ اسلام نے انہیں مسلمان کر دیا، لکھتے ہیں:

It was probably the source from which the Synoptic Gospels derived much of material and some of the teachings attributed to Jesus."

ترجمہ: غالبًا یہی وہ منبع تھا جہاں سے اناجیل مماثلہ نے بہت سا مواد لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تعلیمات کو اخذ کیا گیا۔ (9)

اصلی اور موجودہ دونوں انجیلوں کے متعلق یہ تو تھا مسلمانوں کا مؤقف لیکن عیسائی اسے دُرست نہیں مانتے۔ وہ آسمان سے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ اصل انجیل جس کا ذکر قرآن میں ملتا ہے کو قبول نہیں کرتے۔ البتہ موجودہ انجیل جسے وہ الہامی مانتے اور بنیادِ عمل بھی بناتے ہیں اس کے متعلق ان کے اعتقادات کا تعارف درج ذیل میں کروا دیتے ہیں۔ تاکہ بعد میں جب ہم بریکٹوں کے ذریعے اس مزعومہ الہامی انجیل کے متن کی صحت پر بحث کریں تو ان اعتقادات کی قیمت معلوم ہو جائے اور دعوتِ اسلام کا کام آسان بن سکے۔

### موجودہ انجیل اور بنیاد پرست عیسائی:

آج کل عیسائیوں کے لاتعداد فرقے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً لبرل کرسچین جن کی تعداد کافی زیادہ

ہے تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی کتابیں اب اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہیں لیکن فنڈامنلسٹ یعنی بنیاد پرست کٹر عیسائیوں کا اب بھی ایمان ہے کہ ان کی بائبل اور انجیلیں ویسی کی ویسی ہیں جیسے حضور ﷺ بلکہ آپ کے دور سے بھی پہلے تھیں۔ مثلاً چرچ آف سکاٹ لینڈ کے ایک پادری جیمز رٹی کہتے ہیں:

"Let us first say quite definitely that the Bible as we have it is the same as that extant in Muhammad's day, and for at least 300 years before. This is testified to adequately by many old Manuscripts and Papri."(10)

ترجمہ: آیئے ہم کھلے لفظوں میں کہہ دیتے ہیں کہ بائبل ویسی ہی ہمارے پاس ہے جیسی کہ یہ محمد ﷺ کے دور میں بلکہ اس سے بھی تین سو سال پہلے تھی۔ کئی قدیم مخطوطے اور نسخے بڑے مناسب انداز میں اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

جیمز رٹی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کیتھولک فرقے کے ایک عالم فادر جان وائن گارڈ لکھتے ہیں:

''علما کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے کہ آج ہم شرحِ صدر کے ساتھ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ جو الہامی دفتر ہمارے پاس موجود ہے وہ اصل کے مطابق ہے۔''(11)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے بارے میں بتایا ہے کہ ان لوگوں نے انجیل کی عبارتوں میں ردّ و بدل کیا مگر جیمز رٹی اور جان وائن جو کہ عیسائیوں کے بڑے عالم ہیں ان بیانات میں دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں ردّ و بدل نہیں کیا گیا۔ ان دونوں کے مذکورہ بیانات میں کیے گئے دعوے کی حقیقت اور اصلیت تو بریکٹوں کے متعلق بحث والے حصے میں تفصیل سے سامنے آئے گی البتہ یہاں ہم پہلے ان کے خود اپنے تین علما جن کے درمیان کئی صدیوں کا فاصلہ ہے کی تحریروں سے چند سطور نقل کر دیتے ہیں تا کہ تفصیلی سے پہلے ایک اجمالی جواب یہیں مل جائے۔

**انجیل اور قدیم و جدید عیسائی علما:**

اورگین (۲۵۴۔۱۸۵ء) جس کا شمار عیسائیت کے بڑے بڑے علما میں ہوتا ہے انجیل کے نسخوں میں مختلف قسم کی تحریف اور ردو بدل کے بارے میں کھل کر لکھتا ہے۔ یونانی کلیسا کے اسی عظیم عالم کا حوالہ دیتے ہوئے موجودہ انجیل کے مشہور امریکی پروفیسر بروس میٹزگر نے لکھا ہے:

"He [Origen] complains that 'the differences among the manuscripts [of Gospels] have become great, either through the negligence of some copyists or through the perverse audacity of others; they either neglect to check over what they have transcribed, or, in the process of checking, they lengthen or shorten, as they please. ... Origen suggests that perhaps all of the manuscripts existing in his day may have become corrupt." (12)

ترجمہ: وہ (اورگین) شکایت کرتا ہے کہ (اناجیل کے) مخطوطوں کے درمیان اختلافات بہت بڑھ گئے ہیں۔ یہ یا تو کاتبین کی غفلت کی وجہ سے ہوئے ہیں یا دوسروں کی بے لگام گمراہی کی وجہ سے۔ وہ یا تو اپنے ہاتھ کے لکھے کو چیک کرنا نظر انداز کر دیتے ہیں یا چیکنگ کے کام میں اپنی پسند کے مطابق عبارتوں کو بڑھا یا گھٹا دیتے ہیں.......اورگین کا اندازہ ہے کہ اس کے زمانے میں دستیاب شاید سارے نسخوں میں تحریف ہو چکی تھی۔

اورگین کے بعد جیروم کا نام آتا ہے۔ وہ ایک معروف ماہر متن اور مترجم بائبل تھا۔ اس نے یونانی انجیل اور اس کی تعلیمات کو مغرب میں متعارف کروانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس لیے اس کا بیان بہت اہم ہے۔ انجیل کے متن میں واقع ہونے والی خرابیوں کے متعلق اس کے حاصلِ مطالعہ کو پروفیسر میٹزگر اِن لفظوں میں بیان کرتا ہے:

"St. Jerome (c.347-420) was a more sgacious textual critic than Origen, well aware of the varieties of errors which arise in the transcription of manuscripts. He refers, for example, to the possibility of confusion of similar letters, confusion of abbreviations, accidents involving dittography and haplography, the metathesis of letters, assimilation, transpositions, and deliberate emendations by scribes." (13)

ترجمہ: سینٹ جیروم (۳۴۷-۴۲۰ء) متن پر تنقید کے بارے میں اورگین سے زیادہ معاملہ فہم تھا۔ وہ نسخوں کی نقل کے دوران پیدا ہونے والی غلطیوں کی انواع واقسام سے زیادہ واقف تھا۔ مثلاً وہ کاتبین کی ایک جیسے حروف کی وجہ سے اُلجھن کے امکانات، مخففات کی وجہ سے پریشانیاں، تکرارِ حروف اور ترکِ حروف کو شامل واقعات، حروف کی نقل مکانی، انضمامِ حروف، حروف کی باہم نقل مکانی اور قصداً ترامیم کی طرف واضح اشارہ کرتا ہے۔

طوالت کے خوف سے ہم درمیانی صدیوں سے کسی عیسائی عالم کی تحریر سے صرفِ نظر کرتے ہیں اور پانچویں کے بعد بیسویں صدی کے ایک مشہور عیسائی عالم کا حوالہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ فرڈرک جان کینیان (Frederic G. Kenyon) عہد نامہ جدید کے یونانی، لاطینی ولگیٹ، شامی، کاپٹک، آرمینی، ایتھوپی، گوتھک وغیرہ زبانوں میں نسخوں کی تعداد بتا کر ان میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور اختلافات کے متعلق یوں لکھتا ہے:

"It is therefore probably within the mark to say that there are now in existence twelve thousand manuscript copies of the New Testament, of which no two are precisely alike." (14)

ترجمہ: اس لیے غالباً یہ کہا جا سکتا ہے کہ عہد نامہ جدید کے بارہ ہزار نسخے جو اَب موجود ہیں ان میں سے کوئی دو بھی مکمل طور پر ایک جیسے نہیں ہیں۔

جیمز رشی اور جان وائٹ جو کہ عیسائیوں کے نمائندہ عالم ہیں کے دعووں کے اجمالی جواب کے بعد اب آیئے تفصیلی جواب کی طرف تا کہ معاملہ بالکل بے غبار ہو جائے۔

## بائبل کا متن اور بریکٹیں:

مذکورہ بیانات صرف عہد نامہ جدید اور اس کی اناجیل کے متن کے متعلق تھے۔ آئندہ صفحات میں ہمارے زیرِ غور چار بائبلیں ہوں گی۔ دو انگریزی بائبلوں یعنی کنگ جیمز بائبل اور نیو انٹرنیشنل ورژن سے تو ہم پوری بائبل سے بریکٹوں کے مسئلہ کو زیرِ غور لائیں گے مگر طوالت سے بچنے کے لیے دو اُردو بائبلوں یعنی کتابِ مقدس اور کلام مقدس میں سے صرف متی کی انجیل کے متن سے متعلق بریکٹوں کے مطالعہ کی روشنی میں ایک جائزہ پیش کریں گے۔ آگے بڑھنے سے پہلے مذکورہ چار بائبلوں کا مختلف عیسائیوں کے ہاں مقام اور اہمیت مختصر الفاظ میں واضح کر دینا مفید اور مناسب رہے گا۔

<u>کنگ جیمز بائبل</u>: اس بحث میں پہلی بائبل کنگ جیمز ورژن کے نام سے مشہور ہے۔ اسے ۱۶۱۱ء میں بنایا گیا تھا۔ اس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ یوں ہے:

"Thus we see it is the King James, God's perfect, preserved Bible which has **accurately** preserved the reading of the originals, **not the unreliable** New International Version." (15)

ترجمہ: اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہ خدا کی کامل اور محفوظ کنگ جیمز بائبل ہے جس نے درست طریقے سے اصل عبارتوں کو محفوظ کیا ہے نہ کہ بے اعتماد نیو انٹرنیشنل ورژن۔

<u>کتابِ مقدس</u>: دوسری بائبل ''کتابِ مقدس'' کے نام سے مشہور ہے۔ پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی یہ اردو بائبل ۱۹۳۰ء میں بنائی گئی۔ اس کے متعلق برکت اللہ صاحب جو پہلے شیعہ تھے لیکن بعد میں عیسائی بن گئے، لکھتے ہیں: ''اب اُردُو خوان پبلک کے ہاتھوں میں کتبِ مقدسہ کا صحیح ترین متن خُدا کے فضل وکرم سے موجود ہے۔'' (16)

<u>کلام مقدس</u>: تیسری بائبل ''کلام مقدس'' کے نام سے معروف ہے۔ یہ اردو میں کیتھولک عیسائیوں کی بائبل ہے۔ اس کے بارے میں ایک عیسائی عالم لکھتا ہے: ''موجودہ ترجمہ فادر لائیمر لیس پیٹرس کے زیرِ ادارت تیار ہوا، جسے ۱۹۵۸ء میں رومہ کی سوسائٹی آف سینٹ پال نے شائع کیا۔ یہ پہلا ترجمہ ہے جو ولگاتا کی بجائے براہِ راست عبرانی اور یُونانی نسخہ جات سے کیا گیا'' (17)۔

اِس بائبل کو بنانے پر کتنا وقت لگا؟ اور اس کے عبرانی اور یونانی متن کی مقبولیت کیسی تھی؟ ان سوالوں کے جواب میں ایک اور عیسائی عالم لکھتا ہے:

"The translation was completed in four years (1952-1956) and was based

on the accepted Greek and Hebrew text available at that time." (18)

ترجمہ: ترجمہ چار سال (۵۶۔۱۹۵۲ء) میں مکمل ہوا اور یہ اس وقت دستیاب متفقہ یونانی اور عبرانی متن پر مبنی تھا۔ (19)

نیو انٹرنیشنل ورژن: چوتھی بائبل نیو انٹرنیشنل ورژن ایک جدید بائبل ہے اسے ۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۸ء کے عرصہ میں تیار کیا گیا۔ اس کے بارے میں عیسائی لکھتے ہیں: ''اس ترجمہ نے بائبلی متن کو اصل کے قریب ترین بنانے کے لیے اپنے ہم عصر تراجم کی نسبت سب سے زیادہ مؤثر سعی کی ہے۔ اس پر ۱۹۶۵ء میں کام شروع ہُوا جس میں عالمگیر سطح پر مختلف بشارتی گروہوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً سو علماء نے حصہ لیا۔ نیو یارک بائبل سوسائٹی کی سرپرستی میں یہ کام دس سال جاری رہا۔ شاید ہی کسی اور ترجمے پر اس قدر جامع طریقے سے کام ہُوا ہو۔ اِس میں بہترین آرامی، عبرانی اور یونانی متن کا استعمال کیا گیا۔'' (20)

اگر ہم اِن قدیم و جدید چاروں بائبلوں کے متعلق عیسائی علما کے مذکورہ بیانات پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ ہر فرقہ اپنی بائبل کو دوسرے عیسائی فرقوں کی بائبل پر ترجیح اور فوقیت دیتا ہے اور یہ کہ ان کی انجیل اصل یونانی سے ترجمہ کی گئی ہے۔ لیکن یہاں ہمارا مقصد یہ ثابت کرنا نہیں کہ کونسی بائبل راجح ہے اور کونسی مرجوح، یا کسے فوقیت دینی چاہیے اور کسے نہیں۔ بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہ بائبلیں جن سے ہم اپنی بحث میں عبارات نقل کریں گے ان کے متعلق عیسائیوں کا کیا عقیدہ اور ایمان ہے اور وہ آپس میں کتنی مختلف ہیں۔

زیرِ مطالعہ چاروں بائبلوں کے تعارف اور عیسائیوں کے ہاں ان کی اہمیت کو جان لینے کے بعد اب آیئے ان کے متن میں استعمال کی گئی بریکٹوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

## عہد نامہ قدیم میں بریکٹ زدہ وَرسیں (Verses)

اگر ہم کنگ جیمز بائبل اور نیو انٹرنیشنل ورژن بائبل کے اس حصے کا تقابلی مطالعہ کریں جو عہد نامہ قدیم (Old Testament) کہلاتا ہے تو ان کی بریکٹ زدہ ورسوں کو تین مختلف انواع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی نوع میں وہ ورسیں آتی ہیں جو کنگ جیمز بائبل میں تو بریکٹ زدہ ہیں مگر نیو انٹرنیشنل ورژن میں نہیں۔ ان کی تعداد اِکانوے ہے۔ دوسری نوع میں وہ ورسیں آتی ہیں جو نیو انٹرنیشنل ورژن میں بریکٹ زدہ ہیں لیکن کنگ جیمز ورژن میں نہیں۔ ان کی تعداد تقریباً دو سو چھبیس ہے۔ تیسری قسم میں وہ ورسیں شامل ہیں جنہیں کنگ جیمز اور نیو انٹرنیشنل ورژن دونوں بائبلوں نے بریکٹ زدہ کیا ہے۔ ان کی تعداد انتالیس ہے۔

اِن دونوں بائبلوں کی بریکٹ زدہ ورسوں کو ہم ایک اور زاویے سے دیکھتے ہوئے چار قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلی قسم میں وہ ورسیں آتی ہیں جو جزوی طور پر بریکٹ زدہ ہیں یعنی ورس کی پوری عبارت نہیں بلکہ اس کا کچھ حصہ بریکٹ زدہ ہے (21)۔ دوسری قسم میں وہ ورسیں آتی ہیں جن کی پوری

عبارت بریکٹ میں ہے (22)۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ ورسیں بریکٹ میں ہیں (23)۔ چوتھی قسم میں وہ ورسیں ہیں جو کنگ جیمز بائبل میں پوری مگر نیو انٹرنیشنل ورژن میں جزوی طور پر بریکٹ زدہ ہیں (24)۔

**عہد نامہ جدید میں بریکٹ زدہ ورسیں**

کنگ جیمز بائبل اور نیو انٹرنیشنل ورژن کے اس حصے کا مطالعہ کریں جو عہد نامہ جدید ( New Testament ) کہلاتا ہے تو اس کی بریکٹ زدہ ورسوں کی تین قسمیں بنتی ہیں۔ پہلی قسم میں وہ ورسیں ہیں جو صرف کنگ جیمز بائبل میں بریکٹ زدہ ہیں۔ دوسری قسم میں وہ ورسیں ہیں جو صرف نیو انٹرنیشنل ورژن میں بریکٹ زدہ ہیں۔ تیسری قسم میں وہ ورسیں ہیں جو دونوں بائبلوں میں بریکٹ زدہ ہیں۔ مزید برآں ان تینوں قسم کی کچھ ورسیں جزوی اور کچھ کلی طور پر بریکٹ زدہ ہیں۔

کنگ جیمز بائبل کے عہد نامہ جدید کی بریکٹ زدہ ورسوں کی تعداد ستاسی ہے (25)۔ یہ ورسیں نیو انٹرنیشنل ورژن میں بریکٹ زدہ نہیں ہیں۔ ان میں سے اکتیس ورسوں کی پوری عبارت بریکٹ میں ہے جبکہ باقی چھپن ورسوں کی عبارت کا کچھ حصہ بریکٹ زدہ ہے۔ بریکٹ میں پائی جانے والی ان ورسوں کے دو گروہ بن سکتے ہیں۔ پہلا گروہ ایسا ہے جس میں اکیلی ایک ورس بریکٹ میں ہے۔ ان کی تعداد چودہ ہے (26)۔ دوسرا گروہ ہے جس میں ایک سے زیادہ ورسیں بیک وقت بریکٹ میں ہیں۔ اس گروہ میں پانچ مجموعے شامل ہیں (27)۔

نیو انٹرنیشنل ورژن کے عہد نامہ جدید کی بریکٹ زدہ ورسوں کی تعداد چھیاسٹھ ہے (28)۔ ان میں پندرہ ورسوں کی پوری عبارت بریکٹ میں ہے جبکہ اکاون ورسوں کی عبارت کا کچھ حصہ بریکٹ میں ہے۔ وہ پندرہ ورسیں جن کی پوری عبارت بریکٹ میں ہے ان کے دو مجموعے بن سکتے ہیں۔ پہلے مجموعے میں گیارہ ورسیں شامل ہیں (29)۔ جبکہ دوسرے مجموعے میں چار ورسیں ہیں جس کی دو دو ورسوں کے گرد بریکٹ ہے (30)۔

وہ ورسیں جو کنگ جیمز بائبل اور نیو انٹرنیشنل ورژن دونوں میں بریکٹ زدہ ہیں ان کی تعداد اکتیس ہے (31)۔ جو ورسیں علیحدہ علیحدہ طور پر بریکٹ میں ہیں ان کی تعداد چار ہے (32)۔ جب کہ تین ورسیں مجموعی طور پر بریکٹ میں ہیں (33)۔

کنگ جیمز بائبل اور نیو انٹرنیشنل ورژن نامی دو انگریزی بائبلوں میں بریکٹوں کی تفصیل جاننے کے ساتھ ہی یہ سوال جنم لیتا ہے کہ بائبلوں کے متن میں بریکٹیں کیوں ڈالی جاتی ہیں؟ اور ان کے ذریعے کیا مقاصد حاصل ہوتے ہیں؟ یہ بعض بائبلوں میں ہوتی ہیں تو بعض میں کیوں نہیں ہوتیں؟ آیئے ذیل میں

ان سوالوں پر غور کرتے ہیں۔

لیکن یہ ورسیں بریکٹ میں کیوں ہیں؟

اس سوال کے جواب کو اگر ہم بائبل کے مختلف مفسرین اور دوسرے عیسائی علما کی تصانیف میں تلاش کریں تو پتہ چلتا ہے کہ بریکٹوں کے استعمال سے کئی مقاصد حاصل کیے جاتے ہیں۔ ان مقاصد میں سے بعض یہ ہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ کرنا کہ بریکٹ زدہ عبارتیں محذوف ہونی چاہییں؛ یہ اصل متن میں اضافہ ہیں؛ یہ بین السطور حاشیے تھے مگر اب متن بنا دیے گئے ہیں؛ ان کا اصل متن اتنا خراب ہو چکا ہے کہ ان کا دُرست معنی بعید از فہم ہے؛ یہ دوسری ورسوں سے متضاد ہیں؛ یہ مختلف اصلی نسخوں میں متنازع ہیں؛ یہ کاتبین کی بے احتیاطیوں کی وجہ سے متن میں آ گئی ہیں وغیرہ۔

یہ مذکورہ سوال کا ایک مختصر جواب تھا۔ ذیل میں ہم مختلف عیسائی علما کے کچھ اقوال پیش کرتے ہیں جو بریکٹوں سے حاصل ہونے والے مقاصد پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔

(۱) نیو امریکن سٹینڈرڈ بائبل کے مترجمین کہتے ہیں: "In text, brackets indicate words probably not in the original writings." یعنی متن میں بریکٹ یہ ظاہر کرتی ہے کہ بریکٹ زدہ الفاظ غالباً اصل تحریروں کا حصہ نہیں ہیں (34)۔ اسی حوالے سے بات کرتے ہوئے ایک عیسائی عالم لکھتا ہے کہ نیو امریکن سٹینڈرڈ بائبل:

'... puts all these verses (Mark 16:9-20) in brackets, saying that these verses PROBABLY were not in the original writings.' (35)

مرقس کی انجیل کے (۱۶:۹۔۲۰) باب سولہ سے ورس نمبر نو تا بیس کو یہ کہنے کے لیے بریکٹ میں ڈالتی ہے کہ یہ ورسیں غالباً اصل تحریروں کے نہیں ہیں۔

(۲) نیو انٹرنیشنل ورژن (New International Version 1973-78) کے مترجمین کے مطابق بریکٹ عبارت کی صحت اور درُستگی کے لیے ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"To achieve clarity the translators sometimes supplied words not in the original texts but required by the context. If there was uncertainty about such material, it is enclosed in brackets." (36)

ترجمہ: صحت اور درستگی کی خاطر بعض اوقات مترجمین نے ایسے الفاظ بڑھائے ہیں جو اصل متن میں تو نہیں تھے لیکن سیاقِ کلام میں ان کی ضرورت تھی۔ اگر ایسے مواد کے متعلق یقین نہیں تھا تو اسے بریکٹ میں ڈالا گیا ہے۔

(۳) بائبل کے مترجمین کسی ورس کی عبارت کو بعض اوقات بریکٹ میں ڈال کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ

عبارت بعد میں متن کا حصہ بنادی گئی۔ بائبل کا ایک شارح عہد نامہ قدیم کی پانچویں کتاب تثنیہ سے ۳۱:۴
جسے کنگ جیمز بائبل کے مترجمین نے جزوی طور پر بریکٹ میں ڈالا ہے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:
"...there is a strong case for taking 29-31 as a later exilic insertion like xxx. 1-10. Berth's argument that 32 naturally follows v. 24 is met by the fact that it more naturally follows v. 28, and we have already seen that 25-28 are the natural continuation of v. 23. We may, therefore, take 25-28 as integral, and only 29-31 as a later exilic intrusion." (37)

ترجمہ: ۳۰:۱۔۱۰ کی طرح ورس ۲۹ تا ۳۱ کو جلا وطنی کے دُوسرے دَور کا ایک اضافہ ماننے کے لیے ایک ٹھوس دلیل موجود ہے۔ برتھ کی دلیل کہ ورس نمبر ۳۲ قدرتی طور پر ورس نمبر ۲۴ کے بعد آتی ہے، کو اس حقیقت سے بھی مدد ملتی ہے کہ اس کا ورس نمبر ۲۸ کے بعد ہونا زیادہ مناسب ہے اور ہم پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ ورس نمبر ۲۵ تا ۲۸ کی اصلی جگہ ورس نمبر ۲۳ کے بعد ہے۔ اس لیے ہم ورس نمبر ۲۵ تا ۲۸ کو تو متن کا لازمی حصہ مان سکتے ہیں جب کہ ورس نمبر ۲۹ تا ۳۱ جلا وطنی کے دوسرے دَور کی ایک غیر مطلوب مُداخلت کاری ہے۔

ایک اور عیسائی عالم عہد نامہ جدید کی پہلی کتاب متی سے ۲۴:۱۵ جسے کنگ جیمز بائبل نے جزوی طور پر بریکٹ میں ڈالا ہے، پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:
"These words are almost beyond a doubt an insertion of the Evangelist, and not part of our Lord's discourse."(38)

ترجمہ: یہ الفاظ بلاشبہ انجیل نویس کا اپنی طرف سے اضافہ ہیں۔ یہ ہمارے رب (Lord) کی گفتگو کا حصہ نہیں ہیں۔

(۴) ورسوں کی عبارت کو زیادہ تر اس لیے بریکٹ میں ڈالا جاتا ہے کہ ان کا اصل متن بہت گنجلک، نا قابل فہم اور مشکوک ہوتا ہے۔ آدم کلارک اس سلسلے میں عہد نامہ قدیم کی پانچویں کتاب تثنیہ سے ۲۰:۱۹ کی شرح میں لکھتا ہے: "The original is exceedingly obscure, and has been variously translated."(39) یعنی اس ورس کا اصل متن بہت زیادہ تاریک ہے اسی لیے اس کا ترجمہ مختلف کیا جاتا رہا ہے۔

(۵) بائبل کی ورسوں کو بعض اوقات اس لیے بریکٹ زدہ کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں تحریف اور رد وبدل ہو چکا ہے۔ بائبل کے عہد نامہ قدیم کی بارہویں کتاب ۲ سلاطین سے ۷:۱۳ جس کا کچھ حصہ بریکٹ میں ہے پر تبصرہ کرتے ہوئے آدم کلارک لکھتا ہے:
"This is a very difficult verse, and the great variety of explanations given of it cast but little light on the subject. I am inclined to believe, with Dr. Kennicott, that there is an interpolation here, which puzzles, if not

destroys, the sense. Several instances have been given of words improperly repeated by Jewish transcribers, who have been careless enough to make such mistakes, and yet cautious not to alter or erase, for fear of discovery."(40)

ترجمہ: یہ بہت ہی مشکل ورس ہے اور اس کے حل کے لیے جتنی بھی وضاحتیں سامنے آئی ہیں وہ اس پر کوئی روشنی نہیں ڈالتیں۔ ڈاکٹر کنی کٹ کے ساتھ میں یہ ماننے کے لیے تیار ہوں کہ یہاں تحریف اور رد و بدل ہوا ہے جو اگر چہ مفہوم کو تباہ نہیں کرتا مگر پریشان کن ضرور ہے۔ کئی مثالیں ایسی سامنے آئی ہیں جہاں یہودی کاتبین بڑے غلط طریقے سے الفاظ کا اندراج کرتے تھے۔ وہ ایسی غلطیاں اپنی انتہائی لا پروائی کی وجہ سے کرتے تھے۔ پھر پکڑے جانے کے خوف سے وہ انہیں بدلتے یا مٹاتے بھی نہیں تھے۔

(۶) بعض اوقات بریکٹیں یہ واضح کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں کہ یہاں اصل متن میں اضافہ بعض معلوم افراد نے کیا ہے۔ بائبل کے عہد نامہ قدیم کی پانچویں کتاب تثنیہ سے ۲:۱۰۔۱۲ کو نیو انٹرنیشنل ورژن نے بریکٹ میں لکھا ہے۔ ورس ۱۲ پر تبصرہ کرتے ہوئے آدم کلارک لکھتا ہے: "The whole of this verse was probably added by Joshua or Ezra."(41) یعنی یہ پوری ورس غالباً یوشع یا عزرا نے بڑھائی تھی۔

(۷) بائبل میں بریکٹیں یہ ظاہر کرنے کے لیے بھی ڈالی جاتی ہیں کہ بریکٹ زدہ عبارت کا اصل متن موجودہ عبرانی میں تناقض اور تضاد کو جنم دیتا ہے۔ نیو انٹرنیشنل ورژن نے بائبل کے عہد نامہ قدیم کی پانچویں کتاب تثنیہ سے ۱۰:۶۔۹ کو بریکٹ زدہ کیا ہے۔ ان کے متعلق آدم کلارک کھلے لفظوں میں لکھتا ہے:

"... we have now four verses, (x. 6, 7, 8, and 9,) which not only have no kind of connection with the verses before and after them, but also, as they stand in the present Hebrew text, directly contradict that very text; and the two first of these verses have not, in our Hebrew text, the least connection with the two last of them."(42)

ترجمہ: ...اب ہمارے سامنے چار ورسیں ۱۰:۶۔۹ ہیں۔ ان کا نہ تو سابقہ ورسوں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق اور ربط ہے اور نہ ہی ان کے بعد آنے والی ورسوں کے ساتھ۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس طرح یہ عبرانی متن میں پائی جاتی ہیں یہ براہِ راست دوسرے متن سے متضاد ہیں۔ ہمارے موجودہ عبرانی متن میں ان میں سے پہلی دو ورسوں کا آخری دو سے کوئی بھی ربط نہیں ہے۔

(۸) بائبل کی عبارتوں کو یہ ظاہر کرنے کے لیے بھی بریکٹ میں ڈالا جاتا ہے کہ بریکٹ زدہ حصے اصل میں بین السطور یعنی توضیحی نوٹ تھے جو بعد میں متن کا حصہ بنا دیئے گئے۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس عہد نامہ قدیم کی آٹھویں کتاب رُوت کی ورس ۴:۷ بطور مثال ہے۔ بائبل کے تنقیدی مطالعے کے عالم آر۔ ایس

ڈرائیور (R. S. Driver) کے متعلق بتایا جاتا ہے:

"Driver thinks that the present verse [Ru. 4:7] is also an explanatory gloss, because it is not needed in the narrative, and has the appearance of being a later addition". (43)

ترجمہ: روت ۴:۷ کی موجودہ ورس کے متعلق ڈرائیور کی رائے ہے کہ یہ ایک توضیحی عبارت ہے کیونکہ سیاق میں اس کی ضرورت نہیں اور اس میں بعد کے ایک اضافہ کی جھلک ہے۔

یسعیاہ ۲۹:۱۰ کی عبارت کو نیو انٹرنیشنل ورژن نے جزوی طور پر بریکٹ میں ڈالا ہے۔ بائبل کا ایک مشہور شارح اس ورس کی تشریح میں لکھتا ہے:

"The expressions *the prophets* and *the seers* are obviously glosses, based on a misconception of the meaning of the verse."(44)

ترجمہ: انبیاء اور غائب بین کے الفاظ (جو اب متن میں ہیں) صراحۃً توضیحی نوٹ ہیں۔ ان کی بنیاد ورس کے مفہوم کو نہ سمجھ سکنا ہے۔

(۹) بائبل کی ایک ورس کے بعض الفاظ کو اگر ان کی اصل جگہ سے کاٹ کر دوسری ورس کے الفاظ میں ملا دیا جائے تو اس تبدیلی کو ظاہر کرنے کے لیے بھی بریکٹیں استعمال کی جاتی ہیں۔ اس کی مثال نیو انٹرنیشنل ورژن کا عہد نامہ قدیم کی ستائیسویں کتاب دانی ایل ۱۰:۲۱۔۱۱:۱ کو بریکٹ میں ڈالنا ہے۔ ان پر تبصرہ کرتے ہوئے بائبل کا ایک مشہور شارح لکھتا ہے:

"The words seem to connect with the end of v. 20, rather than with the first part of v. 21, which is perhaps to be regarded as parenthetical."(45)

ترجمہ: یہ الفاظ ورس اکیس کی بجائے بیس سے جڑے ہوئے نظر آتے ہیں جسے شاید بین القوسین عبارت سمجھنا چاہیے۔

اسی جگہ ہمارے پاس دوسری مثال عہد نامہ قدیم کی تیسویں کتاب آموس سے ۵:۸۔۹ ورسیں ہیں۔ یہی شارح ان دونوں ورسوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The verses are introduced abruptly, and interrupt somewhat violently the connexion between v. 7 and v. 10".(46)

ترجمہ: یہ ورسیں بلا ربط اور بغیر مقصد کے یہاں آ گئی ہیں اور ورس نمبر ۷ اور ۱۰ کے درمیان ربط اور تعلق کو بڑی سختی سے منقطع کر دیتی ہیں۔

(۱۰) بائبل میں کچھ ورسوں کو یہ ظاہر کرنے کے لیے بھی بریکٹ میں ڈالا جاتا ہے کہ یہ کچھ نسخوں میں نہیں پائی جاتیں۔ کنگ جیمز بائبل نے لوقا کی انجیل ۱۹:۲۵ کو بریکٹ میں ڈالا ہے۔ اس کے متعلق آدم کلارک نے لکھا ہے:

"This whole verse is omitted by the Codex Bezae, a few others,

and some copies of the Itala." (47) یعنی یہ پوری ورس کوڈیکس بیزہ وغیرہ اور اٹالا کے بعض نسخوں میں نہیں پائی جاتی۔

کنگ جیمز بائبل اور نیو انٹرنیشنل ورژن میں بریکٹ زدہ ورسوں کے متعلق مذکورہ بحث میں ہم نے دیکھا کہ ان دو بائبلوں میں تین سو چھپن ورسیں بریکٹ میں ڈالی گئی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بریکٹوں کا مقصد حذف، اضافے، بین السطور حاشیوں کو متن کا حصہ بنا دینا، مختلف نسخوں میں اختلافات، باہم متضاد و متناقض ورسوں وغیرہ جیسے امور کی طرف توجہ دلانے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ کلامِ خدوندی کے ساتھ اس طرح کا سلوک یہ واضح کرتا ہے کہ یہود و نصاریٰ نے کلام الٰہی کو کئی طریقوں سے تحریف و تخریب کا نشانہ بنایا ہے۔ اس کے بعد اب آیئے دو اردو بائبلوں کی مدد سے بھی مذکورہ بحث کو ذرا اور آگے بڑھاتے ہیں۔

**اُردو بائبلیں اور بریکٹوں کا مسئلہ:**

جب ہم اردو بائبلوں یعنی کتابِ مقدس اور کلام مقدس کا بریکٹوں کے حوالے سے مطالعہ کرتے ہیں تو یہاں صورتِ حال ذرا مختلف نظر آتی ہے۔ انگریزی بائبلوں میں بریکٹ کی صرف ایک قسم یعنی "()" ملتی ہے جسے ہم قوسین بھی کہتے ہیں مگر اُردو بائبلوں میں بریکٹوں کی دو قسمیں نظر آتی ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جسے ریاضی کی زبان میں بڑی بریکٹ اور انگریزی میں اسے Square Bracket کہتے ہیں۔ اس کی شکل "[]" ہوتی ہے۔ دوسری قسم وہی ہے جسے اوپر ہم چھوٹی بریکٹ یا قوسین کہہ آئے ہیں۔ درج ذیل میں انہیں کا مطالعہ مع امثلہ پیش ہے مگر اختصار کے پیشِ نظر مثالیں صرف متی کی انجیل تک محدود رہیں گی۔

متی کی انجیل میں بڑی بریکٹیں: بڑی بریکٹوں کے حوالے سے اپنے دائرے کو متی کی انجیل تک محدود رکھتے ہوئے ہم درج ذیل میں چار مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے متن میں کی گئی تبدیلی اور رد و بدل پر روشنی پڑتی ہے۔

متی ۲۱:۱۷ [لیکن یہ قسم دُعا کے سوا اور کسی طرح نہیں نکل سکتی]۔ (کتاب مقدس)
مگر یہ جنس دُعا اور روزے کے بغیر نہیں نکلتی۔ (کلام مقدس)

یہاں بالکل واضح فرق یہ ہے کہ کلام مقدس نے روزے کا اضافہ کر دیا ہے اور ساتھ ہی بریکٹ بھی ہٹا دی ہے۔ ڈین برگن اس ورس کے متعلق نسخوں کی کیفیت بتاتے ہوئے لکھتا ہے: "Only 6 MSS. have it, besides 7 in margin or interlined: 11 omit wholly."(48) یعنی یہ ورس چھ نسخوں کے متن میں ہے، ان کے علاوہ یہ سات نسخوں کے حاشیہ یا بین السطور میں ہے اور گیارہ اسے مکمل طور پر حذف کر دیتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں بائبل کے تنقیدی مطالعے کا مشہور اسکالر پروفیسر بروس میٹزگر اس ورس کو واٹیکن نسخہ

کی بنا پر حذف کر دینے کا حکم دیتا اور اس تحریف کے متعلق لکھتا ہے:

"Since there is no good reason why the passage, if originally present in Matthew, should have been omitted, and since copyists frequently inserted material derived from another Gospel, it appears that most manuscripts have been assimilated to the parallel in Mark 9.29."(49)

ترجمہ: اگر اصلاً یہ عبارت متی کی انجیل میں موجود تھی تو اسے کیوں حذف کر دیا جائے؟ اس حذف کی کوئی مناسب وجہ نہیں ہے لیکن کیونکہ کاتبین اکثر اوقات ایک انجیل سے الفاظ لے کر دوسری میں داخل کر دیا کرتے تھے اس لیے ایسا نظر آتا ہے کہ کثیر نسخوں کو اس عبارت کے ذریعے مرقس ۹:۲۹ کی متوازی عبارت کے مماثل بنایا گیا ہے۔

متی ۱۸:۱۱ [کیونکہ ابنِ آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے]۔ (کتاب مقدس)

کیونکہ ابنِ انسان اِس لِئے آیا ہے کہ کھوئے ہُوئے بچائے۔ (کلام مقدس)

اِس وَرس میں کلامِ مقدس نے صِرف بریکٹ ہی نہیں بلکہ 'ڈھونڈنے' کے تصور کا بھی خاتمہ کر دیا ہے۔ بائبل کا مشہور مفسر آدم کلارک اس ورس کے متعلق یوں لکھتا ہے:

" This verse is omitted by five MSS., two versions, and three of the fathers; but of its authenticity there can be no doubt, as it is found in the parallel place, Luke xix. 10, on which verse there is not a single various reading found in any of the MSS. that have ever been discovered, nor in any of the ancient versions." (50)

ترجمہ: یہ وَرس پانچ نسخوں، دو تراجم اور تین آبائی تحریروں سے محذوف ہے۔ لیکن اس کے مستند ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ یہ ایک متوازی جگہ یعنی لوقا کی انجیل ۱۹:۱۰ میں پائی جاتی ہے جس پر اب تک دریافت نسخوں اور قدیم تراجم میں سے کوئی ایک بھی مخالف عبارت نہیں رکھتا۔

ایک اور عیسائی عالم اِسی وَرس کے متعلق مشہور نسخوں کی اختلافی حالت اور ماہرینِ متن کے اس وَرس کو رَد یا قبول کرنے کے رویوں کے بارے میں یوں لکھتا ہے:

This verse is omitted in the Sinaitic and the Vatican MSS., and is consequently rejected by Lachmann, Tischendorf, and Treglles. (51)

ترجمہ: یہ ورس سینائی اور واٹیکن نسخوں میں محذوف ہے اور نتیجۃً لاکمن، ٹشنڈارف اور ٹریجلو نے بھی اسے رد کر دیا ہے۔

اِسی وَرس سے متعلق نیو انٹرنیشنل ورژن جیسی کئی جدید بائبلوں کے حاشیوں میں اعترافِ تحریف والی درج ذیل الفاظ پر مشتمل عبارت ملتی ہے:

Some authorities add v. 11,, 'For the Son of man has come to save what was lost.'

ترجمہ: بعض مستند نسخے ورس گیارہ میں 'کیونکہ ابنِ آدم اسے بچانے کے لیے آیا ہے جو کھو چکا تھا۔' کی عبارت کا اضافہ کرتے ہیں؛

اگر کچھ نسخے اس وَرس کو حذف کرتے اور کچھ بڑھا دیتے ہیں تو کیا یہ وَرس کہیں من گھڑت تو نہیں؟ اس سوال کے جواب میں پروفیسر بروس میٹزگر لکھتا ہے:

"There can be little doubt that the words *hlqen gar o uioV tou anqrwpou (zhthsai kai) swsai to apolwloV* are spurious here, being omitted by the earliest witnesses representing several textual types (Alexandrian, pre-Caesarean, Egyptian, Antiochian), and manifestly borrowed by copyists from Lk 19.10. The reason for the interpolation was apparently to provide a connection between ver. 10 and verses 12-14." (52)

ترجمہ: اس میں ذرا بھر بھی شک نہیں ہے کہ" کیونکہ ابنِ انسان اِس لیئے آیا ہے کہ کھوئے ہُوئے بچائے۔" کے الفاظ یہاں من گھڑت ہیں۔ (اسکندری، قیصری سے پہلے کے، مصری، انطاکیہ) اقسامِ متن کی نمائندگی کرنے والے قدیم ترین نسخوں میں یہ عبارت محذوف ہے۔ اسے لوقا ۱۹:۱۰ سے لیا گیا ہے۔ اس تحریف بالاضافہ کی وجہ بظاہر ۱۲۔۱۴ اور وَرس نمبر ۱۰ کے درمیان ربط پیدا کرنا ہے۔

اس ورس کو متن سے نکال دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سارے انسانوں کے گناہوں کو اپنے سر پر اُٹھا کر انہیں نجات دِلانے کے لیے نہیں آئے تھے۔ حالانکہ یہ عیسائیت کی تعلیم کا بنیادی پتھر ہے۔ کنگ جیمز بائبل کے مشہور حامی امریکی ڈاکٹر ویٹ(Waite) نے اس ورس کو شک کی بنا پر خارج کرنے والے تراجم کے نام بتائے ہیں اور اس ورس کے موضوع کی اہمیت کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"The entire verse has been removed by NIV and the NASV brackets it, showing great doubt upon it. Here is a clear statement of the mission of Christ. This is certainly a matter of doctrine and theology. At this point, these Greek texts and these English versions are theologically deficient, whereas the Textus Receptus and the King James Bible are theologically superior." (53)

ترجمہ: اس پوری ورس کو نیو انٹرنیشنل ورژن (NIV) نے خارج از متن کر دیا ہے۔ جب کہ نیو امریکن سٹینڈرڈ ورژن (NASV) نے اس کے گرد بریکٹ ڈال کر اس کی اصلیت کے متعلق شک کا اظہار کیا ہے۔ اس ورس میں مسیح (علیہ السلام) کے مشن کا واضح بیان ہے۔ یہ یقیناً عقیدے اور دین کی اساس کا

معاملہ ہے۔ اس جگہ یونانی متن اور انگریزی تراجم دین کی اساس کے لحاظ سے ناقص ہیں۔ جب کہ متن مقبول اور کنگ جیمز بائبل زیادہ مضبوط ہیں۔

متی ۲۳:۱۴ [اَے ریا کار فقیہو اور فریسیو تُم پر افسوس! کہ تُم بیواؤں کے گھروں کو دبا بیٹھے ہو اور دکھاوے کے لیے نماز کو طول دیتے ہو۔ تمہیں زیادہ سزا ہوگی]۔ (کتاب مقدس)

تُم پر افسوس! اَے فقیہو اور فریسیو۔ اَے ریاکارو جو بیواؤں کے گھروں کو نگلتے ہو اور دکھاوے کے لیے نمازوں کو طول دیتے ہو۔ تم اس لیے زیادہ سزا پاؤ گے۔ (کلام مقدس)

یہاں کتاب مقدس اور کلام مقدس میں بنیادی فرق صرف بریکٹ کا ہے۔ بائبل کا ایک مفسر کار (Carr) اس ورس کی تشریح میں اختلاف کی وجہ یہ بتاتا ہے:

"The Vatican and Sinaitic MSS. omit this verse, which occurs in Mark xii, 40, and Lk xx. 47." (54)

ترجمہ: واٹیکن اور سینائی دونوں نسخے اس ورس کو حذف کرتے ہیں جو مرقس ۱۲:۴۰ اور لوقا ۲۰:۴۷ میں وارد ہے۔

واٹیکن اور سینائی نسخے عیسائیوں کے نزدیک بہت اہم اور بہترین متن کے حامل ہیں۔ کار (Carr) کے قول کے مطابق اگر یہ ورس ان بہترین نسخوں میں نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ اردو بائبلیں اسے متی کی انجیل میں کیوں شامل کرتی ہیں۔ کتاب مقدس کا اسے بریکٹ میں لکھنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس عبارت کا اصل ہونا مشکوک ہے۔ لہٰذا مشکوک اور غیر یقینی باتیں خدا کا لاتبدیل کلام کس طرح ہو سکتی ہیں؟ کیا ایسی کتاب کو خدا کا لاتبدیل کلام قرار دینا خود کو اور دوسرے لوگوں کو دھوکا میں ڈالنا نہیں ہے؟

متی ۲۷:۳۵ ''اور اُنہوں نے اُسے مصلُوب کیا اور اُس کے کپڑے قُرعہ ڈال کر بانٹ لیئے۔'' (کتاب مقدس)

''اور جب اُنہوں نے اُسے مصلُوب کیا تو اُس کے کپڑوں کو قُرعہ ڈال کر بانٹ لیا۔ [تا کہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پُورا ہو کہ اُنہوں نے میرے کپڑے آپس میں بانٹ لیئے اور میرے کرتے پر قرعہ ڈالا]۔ (کلام مقدس)

یہاں دو باتیں بالکل واضح ہیں۔ ایک یہ کہ کیتھولک عیسائیوں کی بائبل کلام میں ایک لمبی چوڑی عبارت کا متن میں اضافہ ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ عبارت بریکٹ زدہ بھی ہے۔ اب ذیل میں عہد نامہ جدید کے دو مزعومہ اصل متنوں سے اس وَرس کی یونانی زبان میں عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ ٹرینی ٹیرین بائبل سوسائٹی لندن کے شائع کردہ یونانی متن جسے متنِ مقبول (Textus Receptus) بھی کہا جاتا ہے، کے الفاظ یوں ہیں:

staurwsanteV de auton, diemerisanto ta imatia autou, ballonteV klhron. ina plhrwqh to rhqen upo tou projhtou, Diemerisanto ta imatia mou eautoiV, kai epi ton imatismon mou ebalon klhron.(55)

جبکہ یونائیٹڈ بائبل سوسائٹی کے تیسرے ایڈیشن جسے بعد از تصحیح ۱۹۸۳ء میں شائع کیا گیا کی عبارت یوں ہے:
staurwsanteV de auton, diemerisanto ta imatia autou, ballonteV klhron.(56)

پہلی یونانی عبارت کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جسے کلام مقدس نے اختیار کیا ہے جبکہ دوسری عبارت کا ترجمہ وہ ہے جسے کتاب مقدس نے اپنایا۔ آپ غور کریں کہ اول الذکر جس یونانی عبارت کو ہم نے خط کشیدہ کیا ہے وہ مؤخر الذکر یونانی متن میں نہیں ہے۔ اور یہاں کوئی بریکٹ بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اصل کی روشنی میں بریکٹ زدہ عبارت کوئی توضیحی جملہ نہیں ہے۔ اس تحریف اور ردّ و بدل کے متعلق عیسائی محققین کیا کہتے ہیں؟

یہاں ہم صرف چار محققین کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ کار (Carr) نامی بائبل کا ایک مفسر لکھتا ہے:
"The leading MSS. omit this quotation, which has probably been inserted from Mark."(57)

ترجمہ: اہم نسخے اس عبارت کو حذف کرتے ہیں جو غالباً مرقس کے انجیل سے لے کر یہاں ڈالے گئے ہیں۔

مشہور مفسرِ بائبل آدم کلارک نے ذرا تفصیل سے اس وَرس کے معاملے پر بحث کی ہے۔ اس نے مختلف نسخوں، قدیم تراجم اور ابتدائی عیسائیوں کی تحریروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا ہے۔
"The whole of this quotation should be omitted, as making no part originally of the genuine text of this evangelist. It is omitted by almost every MS. of worth and importance, by almost all the versions, and the most reputable of the primitive fathers, who have written or commented on the place. The words are plainly an interpolation, borrowed from John xix. 24, in which place they will be properly noticed." (58)

ترجمہ: یہ ساری عبارت خارج کر دینی چاہیے انجیل نویس کے مستند متن میں یہ متن کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ تقریباً ہر اہم اور قابل اعتماد نسخے، تقریباً تمام تراجم اور اکثر معروف قدیم آباء کی تحریروں سے محذوف ہے جنہوں نے اس مقام پر کچھ لکھا یا تبصرہ کیا ہے۔ یہ الفاظ واضح تحریف بالاضافہ ہے، اسے یوحنا کی انجیل ۲۴:۱۹ سے لیا گیا ہے، وہاں یہ اپنی مناسب جگہ پر نظر آتے ہیں۔

جان ولیم برگن (John William Burgon) جو کہ کنگ جیمز بائبل کے غالباً پہلے بڑے حامی اور دفاع کرنے والے تھے، اس وَرس کی اس عبارت کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ "have been originally a gloss." "اصل میں ایک بین السطور میں لکھی تشریحی عبارت تھی جو وہاں سے اٹھا کر متن کا حصہ بنا دی گئی۔ (59)

پروفیسر بروس نے اس وَرس کو حذف کرنے والے مشہور نسخوں کے کاتبین کے عجیب و غریب رویے پر حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"Although it could be argued that the passage fell out by reason of homoeoteleuton, the eye of the copyist passing from *klhron* to *klhron*, the committee was impressed by the absence of the passage from early witnesses of the Alexandrian and the Western types of text ..." (60)

ترجمہ: اگر چہ یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ ایک لفظ پر سطر کے اختتام کی وجہ سے کاتب کی آنکھ پہلے کلے رَن '*klhron*' سے اگلے '*klhron*' پر پڑی تو یہ عبارت خارج از متن ہو گئی لیکن کمیٹی حیران تھی کہ یہ عبارت اسکندری اور غربی اقسامِ متن کے ابتدائی شواہد سے غائب تھی۔

## متی کی انجیل میں چھوٹی بریکٹیں

چھوٹی بریکٹوں کے حوالے سے اپنے دائرے کو متی کی انجیل تک محدود رکھتے ہوئے ہم درج ذیل میں تین مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے متن میں کی گئی تبدیلی اور ردّ و بدل پر روشنی پڑتی ہے۔

متی ۹:۶ (اُس نے مفلوج سے کہا) یہ الفاظ کلام مقدس میں پائے جاتے ہیں مگر وہاں بریکٹ کوئی نہیں ہے۔

متی ۲۴:۱۵ پس جب تُم اُس اُجاڑنے والی مکرُوہ چیز کو جس کا ذکر دانی ایلؔ نبی کی معرفت ہوُا۔ مقدس مقام میں کھڑا ہوُا دیکھو (پڑھنے والا سمجھ لے)۔ (کتاب مقدس)

پس جب تم اُس مکروہ اِتلاف کو جس کا ذکر دانیالؔ نبی کو معرفت ہوُا۔ جائے مقدّس میں کھڑا ہوُا دیکھو (جو پڑھے وہ سمجھ لے)۔ (کلام مقدس)

اِس وَرس کے جن آخری چار پانچ لفظوں کو اردو بائبلوں نے بریکٹ میں ڈالا ہے ان کے متعلق بعض انگریزی بائبلوں کا رویہ مختلف ہے۔ وہ اِن زیرِ بحث الفاظ کو عبارت کا حصہ تو بناتی ہیں لیکن ان کے گرد بریکٹ نہیں ڈالتی ہیں۔ مثلاً نیو انٹرنیشنل ورژن (NIV) نامی بائبل کے مطابق اس ورس کی عبارت یوں ہے:

"So when you see standing in the holy place 'the abomination that causes desolation,' spoken of through the prophet Daniel--let the reader understand-- " (61)

ہم دیکھتے ہیں کہ نیو لِونگ ٹرانسلیشن (NLT) اور کنٹمپر یری انگلش ورژن (CEV) نامی بائبلیں بھی ان الفاظ کو بریکٹ میں نہیں لکھتیں۔ ان الفاظ کو بریکٹ میں کبھی ڈالنا اور کبھی نہ ڈالنا عیسائیوں کی تذبذب، غیر یقینی اور عدم اطمینان کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس پریشانی کے پیچھے جو حقیقت کارفرما ہے اسے ظاہر کرنے کے لیے بائبل کے متن سے گہری واقفیت رکھنے والے عیسائی علما مثلاً کار (Carr) ان بریکٹ زدہ الفاظ کے بارے میں لکھتا ہے:

"These words are almost beyond a doubt an insertion of the Evangelist, and not part of our Lord's discourse."(62)

ترجمہ: یہ الفاظ بلا شک وشبہ انجیل نویس نے بڑھائے ہیں اور یہ خداوند کے کلام کا حصہ نہیں ہیں۔

کار (Carr) کی اس بات سے معلوم ہوا کہ متی کی انجیل کا متن حذف واضافے اور ردّ وبدل کا شکار رہا ہے اور اپنی اصلی حالت پر آج قائم نہیں ہے۔

متی ۹:۲۷ ...(اُس کی قیمت بعض بنی اسرائیل نے ٹھہرائی تھی)۔ (کتاب مقدس)

...جنہوں نے لگایا وہ بنی اسرائیل میں سے تھے۔ (کلام مقدس)

ان الفاظ کو بریکٹ میں لکھنا صرف کتاب مقدس کے ساتھ خاص ہے۔ کنگ جیمز بائبل (۱۶۱۱ء) سے لیکر دَورِ حاضر کی مشہور بائبلوں نے کلام مقدس کا مؤقف اپنایا ہے یعنی ان الفاظ کو بریکٹ میں نہیں ڈالا۔ ہم پہلے بھی ذکر کر آئے ہیں کہ عبارات کو عیسائی اس وقت بریکٹ میں ڈالتے ہیں جب انہیں ان کے اصلی ہونے کا یقینی علم نہیں ہوتا بلکہ شک ہوتا ہے۔ اگر کتاب مقدس والے عیسائی دوسرے تمام عیسائیوں اور ان کی بائبلوں کی مخالفت کرتے ہوئے ان الفاظ کو بریکٹ میں ڈالتے ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ انہیں یقین ہے کہ یہ الفاظ اصلی نہیں ہیں۔ اب آپ سوچیں اور فیصلہ کریں کہ وہ کتاب جس کی عبارتیں بعض عیسائیوں کے نزدیک اصلی اور بعض کے نزدیک مشکوک ہیں انسان کی نجات کی ضامن کیسے ہوسکتی ہے؟

خلاصۂ بحث: مندرجہ بالا بحث کا اگر ہم خلاصہ نکالیں تو درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ بائبل کے متن کی صحت کے متعلق عیسائی علما کا دعویٰ ریت پر بنے مکان کی مثل ہے جو ان کے اپنے علما کی تحریروں سے ماخوذ دلائل کے سامنے ذرا سی دیر بھی نہیں ٹھہر سکتا۔

۲۔ بائبل کے متن میں ردّ وبدل کو خود عیسائیوں کے قدیم وجدید انصاف پسند علما تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ ہم اوریگن، جیروم اور جان کنیان کی تحریروں سے واضح کر آئے ہیں۔

۳۔ بائبل میں بریکٹیں تحریفات، تبدیلیوں اور متن کی اصلیت کے متعلق شکوک کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا میں دس نکات واضح کرتے ہیں۔

۴۔ کنگ جیمز بائبل اور نیو انٹرنیشنل ورژن کے باہمی موازنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی تقریباً تین سو چھپن ورسوں کی عبارتیں بریکٹ زدہ ہیں۔

۵۔ اردو بائبلوں کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ یہ بھی بریکٹوں سے خالی نہیں ہیں۔ یہ عبارتوں کو بریکٹوں میں ڈالنے یا نہ ڈالنے میں انگریزی بائبلوں کی پابند نہیں بلکہ آزادی پسند ہیں۔

۶۔ عہد نامہ قدیم ہو یا جدید ان کی سو فیصد اصلیت یا صحت کا عقیدہ اب سارے عیسائیوں کا نہیں ہے بلکہ

اب ان کی خاصی تعداد متن کے متعلق شکوک وشبہات کا اظہار کرتی ہے۔

۷۔ ٹرینی ٹیرین بائبل سوسائٹی لندن اور یونائیٹڈ بائبل سوسائٹی جرمنی کے شائع کردہ یونانی متنوں (Texts) میں بہت اہم عقائد والی وَرسیں بھی متفق علیہ نہیں ہیں۔

۸۔ ساری بائبلیں سارے عیسائیوں کے نزدیک کلام خداوندی نہیں ہے بلکہ ہر عیسائی فرقے کی اپنی تیار کردہ بائبل ہے جو ان کے نزدیک قابلِ اعتماد اور باقی ناقابلِ اعتماد ہیں۔

۹۔ اگر کچھ وَرسیں ایک بائبل میں بریکٹ زدہ ہیں تو ضروری نہیں دوسری بائبل میں بھی وہی وَرسیں بریکٹوں میں ہوں۔ وہ بریکٹوں میں ہو بھی سکتی ہیں اور نہیں بھی۔

۱۰۔ ہر نئی بائبل کے مترجمین پرانی بائبل کے عبرانی اور یونانی متن کو غلط ثابت کرتے ہیں۔ گویا قدیم عیسائیوں کے اہم عقائد موجودہ عیسائیوں کے عقائد سے بہت مختلف تھے۔

ایسی صورت حال میں مسلمانوں کو ہر بائبل کے مطالعے کی شدید ضرورت ہے تاکہ دعوتِ اسلام کے لیے انہیں نت نئے دلائل کو استعمال کرنے کی اہلیت حاصل ہو سکے کیونکہ بائبل کا گہرا مطالعہ ہی ایک مسلمان کو اہلِ کتاب کے ساتھ صحیح معنی میں دُنیوی اور اُخروی خیر خواہی اور ہمدردی کے لائق بنا سکتا ہے۔ اس قسم کا مطالعہ ان علوم میں سے ایک ہے جس سے وہ اپنے سر پر كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کا تاج سجانے کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

## حواشی و حوالہ جات

(1) القرآن: سورۃ آل عمران ۳، ۴۸، ۶۵؛ اسورۃ لمائدہ ۴۶، ۴۷، ۶۶، ۶۸، ۱۱۰؛ سورۃ الاعراف ۱۵۷؛ سورۃ التوبہ ۱۱۱؛ سورۃ الفتح ۲۹؛ سورۃ الحدید ۲۷

(2) القرآن: سورۃ المائدۃ: ۴۶

(3) علامہ سید احمد سعید کاظمی، البیان، (ملتان: کاظمی پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)

(4) القرآن: سورۃ المائدۃ: ۱۴

(5) امام احمد رضا خاں، کنز الایمان فی ترجمہ القرآن، (لاہور: قدرت اللہ کمپنی، ۱۹۹۹ء)

(6) القرآن: سورۃ آل عمران: ۷۱

(7) کنز الایمان فی ترجمہ القرآن، حوالہ مذکور

(8) امام فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر، (لبنان، بیروت: دار الکتب، ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۰ء)، جلد ۲، جزء ۳، ص ۴۰؛ اور جلد ۴، جزء ۸، ص ۸۲

(9) Muhammad Asad, *The Message Of The Qur'an*, (Gibraltar: Dar

Al-Andalus, 1980), p. 66, n. 4

(10) James Mcl. Ritche, "Are the Old and New Testaments the same as the Towrat and Injil Referred to in the Qur'an?", *The Bulletin of Christian Institute of Islamic Studies*, India, vol. vi, No. 2 (1981), p. 59

(11) فادر جان وائن، صداقتِ انجیل مقدس، (کراچی: کرائسٹ دی کنگ سیکٹری، ۱۹۸۶ء)، ص ۲۳

(12) Metzger, Bruce M., *The Text of The New Testament: Its Transmission, Corruption, and Restoration*, (New York and Oxford: Oxford University Press, 1968), 2nd, p. 152

(13) Metzger, Bruce M., *The Text of The New Testament: Its Transmission, Corruption, and Restoration*, op. cit., p. 153

(14) Kenyon, Frederic G., *Handbook of the Textual Criticism of the New Testament*, (London: MacMillan and Co., 1901), p. 4

(15) Gipp, Samuel C., *The Answer Book: A Helpbook for Christians*, (Ohio, Northfield: Day Star Publishing, 5th ed. 1999), p. 86

(16) ریج ڈیکن برکت اللہ، صحتِ کتب مقدسہ، (لاہور: ایم۔ آئی۔ کے، ۳۶ فیروز پور روڈ، ۱۹۸۹ء)، ص ۲۹۱

(17) رہبر بسلسلہ مسیحی تعلیمات، (فیصل آباد: رہبر کرسچن پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء)، تیسرا ایڈیشن، ص ۳۲

(18) Tebbe, James A., "Bible Translations in Pakistani Languages", *Al-Mushir*, (Rawalpindi: Christian Study Center), 3, (1986), p. 112

(19) فادر لابیرلیس کی زیر ادارت تیار کی گئی اردو بائبل میں جو لوگ شامل تھے وہ یہ ہیں: ملتان ڈایوسس کے بشپ فادر سلویٹر، کراچی آرچ ڈایوسس کے بشپ فادر لابیرلیس، اور لاہور ڈایوسس کے بشپ فادر ایوارسٹ۔ ترجمہ کی اردو زبان درست بنانے میں پال ارنسٹ اور یعقوب متھیاس کی مدد حاصل کی گئی۔ (حوالہ مذکور)

(20) رہبر بسلسلہ مسیحی تعلیمات، حوالہ مذکور، تیسرا ایڈیشن، ص ۳۰

(21) See: Genesis 2:12; 9:18; 10:14; 13:10; 14:2,3,7,8,17; 19:20,22; 22:21; 23:2,19; 25:30; 30:35; 35:6,18,19,27; 36:1, 8,19; 38:16; 46:8,12; 48:7; 49:24 ; Exodus 4:26; 9:28; 15:23; 16:36; 23:15; 29:22; 30:13,23; 32:25; Leviticus 24:11; Number 3:41,47; 5:13; 13:11,22,20; 14:13; 27:14; 28:31; 32:38; 34:2; Deuteronomy 3:16,17,19; 4:31,48; 5:5,23; 6:15; 13:2,13; 14:24,29; 20:19; 21:23;Joshua 3:15,16; 8:6; 9:1; 11:10; 12:3; 13:3,27,31; 14:15; 15:8-10,13,15,25,49,54,60; 16:2; 17:11; 18:13,14,28; 19:2,8; 20:7; 21:11,13,21,27,32,34,38; 22:7,22; Judges 1:10,11,23; 7:1, 35; 8:24; 13:16; 19:10,16; 20:3;1 Samuel 9:27; 13:6; 14:18; 22:6; 27:8;2 Samuel 9:10; 11:4; 14:26; 21:2, 12; 1 Kings 2:17; 4:10,11,13,15,19; 7:42,49; 8:14,39,42,46; 9:11,20; 12:2; 13:18; 22:38; 2 Kings 2:18; 7:13; 10:33; 18:4,20; 22:14; 25:4; 1Chronicles 1:12,27;

2:18,21,23; 4:18,22; 5:23,26; 6:10,54,57,67; 8:12; 11:4; 12:19; 13:6; 18:10; 26:5,10; 28:5; 29:4; 2 Chronicle 4:13,21; 6:30,36; 8:7; 10:2; 11:21; 20:2,9; 22:9,11; 24:25; 32:9; 34:22; Ezra 1:3; Nehemiah 2:6; 6:1; 7:11,39,43,63; 8:5; 9:29; 13:2;Esther 1:1,7; 2:12,15; 3:7; 9:1,24,26; Psalms 7:4; Ecclesiastes 8:16; Isaiah 2:12; 20:1; 29:10; Joel. 2:11; 25:20; 26:5; 29:3; 42:2; 48:29; 52:7; Ezekiel 2:5,6,16,36,61; 3:8-10; 4:11; 10:23; 16:23; 18:11; 20:29; 33:33; 39:16; 45:14; 47:1,16; Daniel 2:26; 4:8,19; 9:1; Jonah 1:10; Obadiah1:5

(22) See: Genesis 10:5; Exodus 11:3; Leviticus 18:27; Number 12:3; 13:16; 14:25; 26:13,29,46; 31:53; Deuteronomy 1: 2,11; 2:29; 3:9,11;Joshua 2:6; 17:8; 19:47; 21:10; Judges 3:2; 14:4; 20:23; Ru. 4:7;1Samuel 9:9; 20:39; 23:6;2Samuel3:30; 4:4; 1Kings 1:6; 11:16,32;2Kings 9:29;15:37; 1Chronicles 7:24; Psalms 49:8; Jeremiah 29:2; Ezekiel 10:8,19; 40:30; Daniel 7:12

(23) See: Exodus. 9:31-32; 38:22-23; Leviticus 23:37-38;Number 26:58-61; 31:43-46; Deteronomy 2: 10-12,20-23; 3:13-14; 10:6-9; 13:6-7; 29:16-17; Joshua 12:7-8; Judges 9:17-18; 20:27-28; 2Samuel 4:2-3; 1Kings 9:16-17; 10:11-12; 18:3-4; 21:25-26; 2 Kings 9:14-15; 13:5-6; 1Chronicles 5:1-2; 7:14-15; 12:1-2; 2 Chronicles 5:11-12; 9:10-11; Nehemiah 7:6-7; 11:3-4;Esther 1:13-14; Proverbs 7:11-12; Joel. 26:20-23; Ezekiel 2:1-2; Daniel 10:21-11:1; Amos 5:8-9

(24) 2 Samuel 1:18

(25) See: Matthew 6:32; 9:6; 24:15;Mark 2:10; 5:13; 6:14; 13:14; 14:40; 15:41;Luke 2:4, 35; 3:23; 5:24; 8:29; 19:25; 23:17, 51;John 1:14; 2:9; 4:2; 6:23; 7:39, 50; 11:2; 19:31; 21:8; Acts 5:12-14, 17; 8:16; 10:36; 12:3; 13:9; 18:2; 22:2; Romans 1:2; 3:8; 4:17; 5:13-17; 7:1, 18; 9:11; 11:8;1 Corinthians 6:15; 2 Corinthians 5:7; 6:2, 13; 9:4, 9-10; 10:4; 11:21; 12:2, 3;Galatians 1:1; 2:6, 8;Ephesians 2:5; 3:3-4; 6:2;Philippians 3:18-19 ; Colossians 2:21-22; 2 Thessalonians 1:10; 1Timothy 2:7, 10; Hebrews 3:7-11; 7:21; 10:7, 23; 11:38; 12:20-21;1 Peter 3:21; 1John 1:2; Revelation 2:9.

(26) Luke 8:29; 19:25; John 4:2; 6:23; 7:39; 11:2;Acts 8:16; 22:2; Romans 1:2; 9:11; 2 Corinthians5:7; 6:2;Galatians 2: 8; Hebrews 7:21.

(27) Acts 5:12-14; Romans 5:13-17; 2 Corinthians 9: 9-10; Hebrews 3:7-11; 12:20-21.

(28) Matthew 10:2; 27:33; Mark 3:16, 17; 5:41, 42; 7:3, 4, 11, 19, 34;

9:6; 10:30, 46; 11:32; 15:16, 22, 42;Luke 1:70; 7:29-30; 8:2; 9:14, 33; John 1:41, 42; 3:24; 4:9, 25, 44; 6:1, 71; 11:16; 14:22; 18:5, 10; 19:13, 17; 20:9, 16, 24; 21:2, 20;Acts 1:18-19, 23; 2:11; 6:9; 9:36; 11:28; 13:1; 15:22; 23:8; 1Corinthians 1:16; 7:10, 12; 9:20:Ephesians. 2:11; 1Thessalonians 2:17; 1Timothy 4:10; Hebrews 7:19; 10:8; 12:8; Revelation 2:24; 19:8; 20:5.

(29) Mark 7: 4; 9:6; 11:32; Luke 1:70; John 3:24; 4:44; 6: 71; 20:9; 21: 20; Acts 23:1Corinthians 1:16.

(30) Luke 7:29-30; Acts 1:18-19.

(31) Luke 2:2, 23; 6:14; 23:19; John 1:38; 4:8; 7:22; 9:7; 21:7; Acts 1:15; 4:36; 13:8; 17:21; 21:29; Romans 1:13; 2:13-15; 3:5; 10:6, 7; 1 Corinthians 8:5; 9:21; 2 Corinthians 11:23;Ephesians 4:9-10; 5:9; Colossians 4:10; 1Timothy 3:5; Hebrews. 7:11; 2 Peter 2:8.

(32) Luke 2:2; John 4:8; Ephesians 5:9; 1Timothy 3:5.

(33) Romans. 2:13-15.

(34) *New American Standard Bible*, (California: Foundation Publications, 1960, Updated 1995), p. v (foreword)

(35) Burton, B.. *Let's Weigh The Evidence*, (USA: Chick Publications, 1983), pp. 63, 47, 16.

(36) *New International Version*, (USA: International Bible Society, 1984), p. xi (Preface)

(37) George A. S., *The Book of Deuteronomy*, (Cambridge: University Press, 1918), p. 70

(38) Carr, A., *St Matthew*, (Cambridge: University Press, 1902), p. 183

(39) Clarke, A., *A Commentary and Critical Notes*, CD Edition; see also his comments on Exo. 9:32 where the NIV has bracketed the verses Exo. 9: 31-32

(40) ibid.

(41) ibid; see his comments on the bracketed verse of Deuteronomy 3:11 also.

(42) Clarke, A., *A Commentary and Critical Notes*; His detailed comments on these four verses to prove that they do not belong to the original text deserve attention of the scholars.

(43) Cook, G.A., *The Book of Ruth*, (Cambridge: University Press, 1918), p.15

(44) Skinner, J., (ed.) *The Book of the Prophet Isaiah*, (Cambridge:

University Press, 1897), p. 220

(45) Driver, S.R., *The Book of Daniel*, (Cambridge: University Press, 1936), p. 162

(46) Driver, S.R., (ed.), *The Books of Joel and Amos*, (Cambridge: University Press, 1907), p. 179

(47) Clarke, A., *A Commentary and Critical Notes*

(48) Burgon, J. W., *The Traditional Text of The Holy Gospel*, (1896; USA: The Dean Burgon Society Press, re., 1998), p. 149

(49) Bruce M. Metzger, *A Textual Commentary On The Greek New Testament*, op.cit., p. 43

(50) Clarke, A., *A Commentary and Critical Notes*, op. cit.; See also: Vincent Taylor, *The Text Of The New Testament*, (London: Macmillan & Co, 2nd, 1963), p. 34

(51) Carr, A., (ed.), *St. Matthew*, op. cit., p. 143

(52) Bruce M. Metzger, *A Textual Commentary On The Greek New Testament*, op. cit., p. 45

(53) Waite, D.A., *Defending the King James Bible*, (New Jersey: The Bible For Today Press, re. 2002), p. 162

(54) Carr, A., (ed.), *St. Matthew*, op. cit., p. 176; See also: Burgon, J. W., *The Traditional Text of The Holy Gospel*, op. cit., p. 289

(55) *The New Testament: The Greek Text*, (London: Trinitarian Bible Society, 1894, 1998), p. 60

(56) Kurt Aland et al,(eds.), *The Greek New Testament*, (Stuttgart, West Germany: United Bible Society, 3rd. 1983), p. 111

(57) Carr, A., (ed.), *St. Matthew*, op. cit., p. 221

(58) Clarke, A., *A Commentary and Critical Notes*, op. cit.

(59) Burgon, J.W., *The Causes of Corruption of the Traditional Text*, (1896; USA: The Dean Burgon Society Press, 1998), p. 171

(60) Bruce M. Metzger, *A Textual Commentary On The Greek New Testament*, op.cit., p. 69; See also: Waite, D.A., *Defending the King James Bible*, op. cit., p. 144.

(61) *New International Version*, op. cit., Matthew 24:15

(62) Carr, A., *St Matthew*, op. cit., p. 183; See for detail: Burgon, J.W., *The Causes of Corruption of the Traditional Text*, op. cit., pp. 116-117

تحریر: اتوار ۵/ محرم ۱۴۲۵ ہجری بمطابق ۲۹ فروری ۲۰۰۴ء ، اسلام آباد

# خوش خبری خوش خبری خوش خبری خوش خبری

☆ عالمِ اسلام بالخصوص عالمِ عرب میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ سے متعلق نجدیوں، وہابیوں نے جو ہرزہ سرائیاں کی ہیں اس کا دنداں شکن جواب دینے کے لیے "مرکز اہل سنت برکات رضا، پور بندر" نے مکمل پروگرام کے تحت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے چند اہم رسائل کا ترجمہ عربی میں کیا ہے، تاکہ اہلِ عرب بذاتِ خود مؤلف کے افکار ونظریات سے واقف ہوسکیں۔ "سلسلہ من الدراست الحدیثیہ" کے عنوان سے مولانا منظر الاسلام، فاضل جامعۃ الازہر الشریف کے جدید عربی اسلوب میں تحقیق وتعلیق اور تخریج کے ساتھ عنقریب درج ذیل رسائل مرکز سے چھپ کر منظر عام پر آرہے ہیں۔

سلسلہ 1: منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین (۱۳۴۳ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 2: حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین (۱۳۱۳ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 3: حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۱۳۰۵ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 4: حواشی التعقبات علی الموضوعات (تقدیم، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

"سلسلہ من الدراسات الفقہیہ" کے عنوان سے درج ذیل رسائل منظر عام پر آرہے ہیں۔

سلسلہ 1: اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام (۱۳۳٤ھ) (تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 2: الجود الحلو فی ارکان الوضوء (۱۳۲٤ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 3: الطراز المعلم فیما هو حدث من احوال الدم (۱۳۲٤ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 4: نبه القوم ان الوضوء من ای نوم (۱۳۲۵ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 5: بارق النور فی مقادیر ماء الطهور (۱۳۲۷ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 6: بر کات السماء فی حکم اسراف الماء (۱۳۲۷ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

سلسلہ 7: ارتفاع الحجب عن وجوه قرائة الجنب (۱۳۲۸ھ) (ترجمہ، تحقیق، تعلیق اور تخریج)

ان کے علاوہ مرکز نے پورے "فتاویٰ رضویہ" کے بارہ ضخیم جلدوں کو جدید عربی ترجمہ میں منتقل کرنے کا بھی بیڑا اٹھالیا ہے۔ اس کے لیے عالمِ عرب کی قدیم ترین یونیورسٹی جامعۃ الازہر کے باوقار اسکالرز کی خدمات حاصل کی جارہی ہیں۔ عن قریب فتاویٰ رضویہ کا مکمل سیٹ آپ کے ہاتھ کی زینت بنے گا۔

منجانب: (علامہ) عبدالستار ہمدانی مصروفؔ برکاتی نوری

بانی وڈائریکٹر: مرکزِ اہل سنت برکاتِ رضا، امام احمد رضا روڈ، پور بندر۔ گجرات

Phone: 0091-286-2220886 Mobile: 9824277786/ 9879377786

# روداد پاکستان ۲۰۰۱ء (قسط ......۳)

(۲۲؍اپریل تا ۱۲؍مئی ۲۰۰۱ء)

از: محمد زبیر قادری

کھارادر پر مکتبوں سے کتابیں خرید کر اور احباب سے مل کر میں واپس گھر لوٹا اور دن تمام ہوا۔

بروز بدھ ۲۵؍اپریل ۲۰۰۱ء حسب معمول مولانا کوکب نورانی صاحب کا فون آیا۔ حال احوال دریافت کرنے کے بعد پوچھا' آپ کو کچھ کام ہو، کہیں جانا ہو یا کسی سے ملنا ہو یا اور کوئی ضرورت ہو تو بتائیں۔ مجھے لاہور بھی جانا تھا احباب سے ملنے۔ مَیں نے اُن سے ٹکٹ کی فراہمی کے لیے کہا تو انہوں نے میرا پروگرام دریافت کیا۔ مَیں نے ۳۰؍اپریل کے ٹکٹ کے لیے کہہ دیا۔

اس دن کراچی کے احباب سے ملنے کا پروگرام تھا اور کچھ دیگر کام بھی تھے۔ وہاں برادرم مقصود حسین اویسی صاحب ہمہ وقت میری خدمت کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جیسے ہی انہیں میری آمد کا پتہ چلتا ہے وہ اپنی خدمات کو میرے لیے وقف کردیتے ہیں۔ ایک دن قبل ہی مجھ سے پروگرام پوچھ کر میری قیام گاہ پر حاضر ہوجاتے ہیں۔ ہیں تو وہ غریب لیکن دل کے بہت امیر ہیں۔ وہاں اُن کی وجہ سے مجھے بہت سی آسانیاں ہوجاتی ہیں۔ جہاں جانا ہوتا وہ اپنے ہمراہ لے جاتے۔ اس طرح کہیں بھی پہنچنے میں ذرا بھی دقت یا پریشانی نہیں ہوتی۔ ماہر رضویات حضرت مسعودِ ملت ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سے ملاقات کو ترجیح دیتے ہوئے سب سے پہلے اُن کے دولت کدے کی طرف رُخ کیا۔

حضرت مسعودِ ملت ہمیشہ بڑے تپاک سے ملتے ہیں۔ مَیں نے ان کو پیر طریقت کی حیثیت سے بھی دیکھا ہے۔ رضویات کے باب میں اُن کا نام ہمیشہ سنہرے حرفوں سے لکھا جائے گا۔ حالانکہ اُن کا سلسلہ امام احمد رضا سے نہیں ملتا۔ حقیقت میں ایسے ہی لوگ کام کرجاتے ہیں۔ ...... ہم اُن کی بیٹھک میں گئے جہاں وہ اپنا لکھنے پڑھنے کا کام بھی کرتے تھے۔ اُن کی ڈھیر ساری کتابیں بھی وہیں رکھی ہوئی تھیں۔ خیر و عافیت جاننے کے بعد رضویات پر ہونے والے کام پر گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت ان دنوں اعلیٰ حضرت پر کوئی تحقیقی کام نہیں کررہے ہیں۔ اس کے باوجود وہ فاضل بریلوی سے متعلق نئی نئی معلومات اور ریسرچ اسکالرز کو جدید عنوانات پر کام کرنے پر آمادہ بھی کررہے ہیں اور انھیں مواد بھی فراہم کررہے ہیں۔ انہوں نے اپنے پیش رووں کے لیے اس قدر کام چھوڑا ہے کہ اسی کو آگے بڑھایا جائے تو بھی بڑا کام ہوگا۔ آپ نے امام احمد رضا کا پندرہ جلدوں پر مشتمل سوانحی خاکہ مرتب کیا بعنوان "دائرۂ معارف امام احمد رضا"۔ یہ تفصیلی خاکہ جامعات، کلیات اور تحقیقی اداروں کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ امام احمد رضا پر کن کن عناوین

سے کام ہونا چاہیے اُس کی ایک طویل فہرست بطور گائڈ لائن حضرت نے مرتب کی ہے۔ اس میں حیاتِ امام احمد رضا کے تمام ہی پہلوؤں کا تقریباً احاطہ کرلیا گیا ہے۔ جس میں سے بہت سا کام ہو چکا ہے اور بہت سا کام ہونا ابھی باقی ہے۔ اگر ان خطوط پر رفتہ رفتہ کام ہوتا رہے تو ان شاء اللہ ایک مبسوط سوانح امام احمد رضا مرتب ہوجائے گی۔

حضرت مسعودِ ملّت نے اپنی تازہ مطبوعات کا ایک سیٹ مجھے عنایت فرمایا۔ اور ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ وہ سراپا عجز و اخلاص کے پیکر ہیں۔ اپنے ہر مہمان کو اپنی کتب تحفے میں عنایت فرماتے ہیں۔ اُن کی تمام ہی کتب شائع ہوکر عوام و خواص کو افادیت پہنچا رہی ہیں۔ بلکہ دیگر زبانوں میں بھی ان کی کتب کے تراجم شائع ہورہے ہیں۔ اُن کی ایک کتاب ''عیدوں کی عید'' جو کہ عید میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ہے کا بے شمار زبانوں میں ترجمہ ہوا اور یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں تقسیم ہوچکی ہے بلکہ اب بھی ہر سال جشن میلاد النبی ﷺ پر شائع ہوا کرتی ہے۔

حضرت مسعودِ ملّت کے ان ہی کارناموں کے پیش نظر اُن کی حیات ہی میں مولانا اعجاز انجم لطیفی ایم اے نے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ کر ڈگری حاصل کرلی ہے۔ بہت کم لوگوں کو یہ اعزاز اُن کی حیات میں حاصل ہوتا ہے۔ یہ فیضِ رضا کی برکتیں ہیں جو آج ڈاکٹر محمد مسعود احمد ''ماہرِ رضویات'' سے ملقب ہوکر ہمیشہ کے لیے دنیا بھر میں سرخ رو ہوچکے ہیں۔

وہاں سے ہم برادرم سید صبیح رحمانی صاحب سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کی رہائش گاہ کراچی کے علاقہ شادمان ٹاؤن میں واقع ہے۔ وہ ہمیں اپنے فلیٹ میں مل گئے۔ ہماری آمد پر بڑی مسرّت کا اظہار کیا۔ اُن کا نام تو عرصہ سے سُن رکھا تھا مگر یہ معلوم نہ تھا کہ ایسی بہترین نعتیں لکھنے والا اس قدر جواں سال ہوگا۔ مجھے اُنھوں نے بتایا کہ کئی بار ایسا ہوا کہ کوئی ملاقات کے لیے آیا، جب مَیں نے دروازہ کھولا تو ملاقاتی نے کہا کہ بیٹے ذرا اپنے ابّا کو بلالیں۔ آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ظاہر میں وہ بلند قامت نعت گو کیسا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صبیح رحمانی کو یہ وصف عطا فرمایا ہے کہ وہ بچپن ہی سے نعت گو شاعر ہیں۔ وہ صرف اور صرف نعتیں لکھتے ہیں۔ اور نعتیں ہی اُن کی مقبولیت کا راز ہیں۔ اُن کی بہت سی نعتیں زبانِ زد عام و خاص ہیں۔ مشہور نعت خواں حضرات اپنی آوازوں کو اُن کی نعتوں سے سجاتے ہیں۔ مزے کی بات یہ کہ صبیح صاحب خود بھی بہترین نعت خواں ہیں۔ یعنی وہ اپنی لکھی ہوئی نعتوں کو اپنی دلکش آواز میں پڑھتے بھی ہیں۔ ان کی نعتوں کی کیسٹیں اور سی ڈیز دستیاب ہیں۔ اس کے علاوہ ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے نعت کے موضوع پر ایک تحقیقی مجلہ ''نعت رنگ'' کا اجراء۔ (باقی آیندہ۔۔۔۔۔۔ ان شاء اللہ)

☆ مفتی محمد عبدالمبین نعمانی قادری، مہتمم دارالعلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو، یو، پی

"افکار رضا" جنوری۔ مارچ اور اپریل۔ جون ۲۰۰۴ء دستیاب ہوئے، جنوری والے شمارے میں "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کی اشاعت کے تعلق سے آپ نے جو کچھ سپردِ قلم کیا وہ نظر سے گزرا۔ آپ نے تو صرف اس بے ربط ترتیب و اشاعت پر افسوس ہی کا اظہار کیا ہے مگر "جہانِ رضا" لاہور کے شمارہ فروری مارچ ۲۰۰۴ء جلد ۱۳ کے صفحہ ۷ پر محرر رضویات ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب بلراپوری ثم بریلوی کا ایک تفصیلی تبصرہ شائع ہوا ہے۔ جس میں موصوف نے کئی بے بنیاد باتیں لکھ ماری ہیں۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

> "آپ کو (فاروقی صاحب) معلوم ہوگا کہ پٹنہ والوں نے کئی سال پہلے "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کے تین حصے مولانا محمود صاحب سے حاصل کئے تھے، یہ فقیر (عبدالنعیم عزیزی) ایک عرصہ تک انہیں مرتب کرتا رہا، مگر انھوں نے بڑی چالاکی سے ہیر پھیر کرکے میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا، اور کتاب دوسروں کے حوالے کردی، اب معلوم ہوا کہ رضا اکیڈمی ممبئی سے ان لوگوں (پٹنہ والوں) نے اچھی خاصی رقم رائلٹی کے طور پر بٹور کراسے شائع کرایا ہے۔" (جہان رضا لاہور ص ۷، شمارہ ۱۳)

ہمیں حیرت ہے کہ عزیزی صاحب کو کیسے اور کس ذریعے سے معلوم ہوا، کس نے بتایا کہ اچھی خاصی رقم پٹنہ والوں نے رائلٹی کے طور پر لے کر کتاب چھپوایا ہے۔ ایسی بے بنیاد باتیں نہ چھاپنے کے لائق ہوتی ہیں نہ کہنے کے لائق، اگر کسی نے کسی جلن یا حسد یا خواہ مخواہ کسی کو بدنام کرنے کے لیے کہی ہے تو عزیزی صاحب کو چاہیے تھا کہ اس کی تصدیق کرلیتے، پھر کچھ کہتے، عزیزی صاحب نے یہ بات محض سُنی سنائی باتوں کی بنیاد پر لکھ کر چھپوادی ہے، ایک مخلص بلکہ مخلصین کی سخت دل آزادی کی ہے۔ جس کے لیے انہیں توبہ کرنی چاہیے اور معافی بھی مانگنی چاہیے، واضح رہے کہ رضا اکیڈمی ممبئی والوں نے جو ضروری اخراجات ہوئے تھے ان کو دینے کا صرف وعدہ کیا تھا ضروری اخراجات کو رائلٹی کہنا آخر کس لغت میں ہے، عزیزی صاحب سے ایسی امید نہ تھی، ہاں رضا اکیڈمی نے پچاس نسخے دیے جو اہم شخصیات اور لائبریریوں کو تقسیم کردیے گئے اور ابھی حضرت مفتی مطیع الرحمٰن سے معلوم ہوا کہ اخراجات کی جز رقم بھی رضا اکیڈمی ممبئی نے ان دنوں ادا کی ہے۔

آں جناب تحریر فرماتے ہیں۔

> "فقیر (عبدالنعیم عزیزی) ایک عرصہ تک انہیں مرتب کرتا رہا"

یہ بھی خلاف واقعہ ہے، دو ۲ بار صرف چند روز کے لیے یہ صاحب پٹنہ الجامعۃ الرضویہ میں مدعو ہوکر گئے اور اپنی تجویز پر پورے مسودہ کی فوٹو کاپی کرائی اور انہیں اپنے طور پر کاٹ کاٹ کر چسپاں کیا بس یہ ان کی ترتیب تھی، جس کے بارے میں موصوف کا دعوی ہے کہ ''فقیر ایک عرصہ تک انہیں مرتب کرتا رہا'' حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب خود ہی اپنے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں، ............

''عزیزی صاحب کے چسپاں کیئے ہوئے اوراق اکھڑ گئے تھے''

جس کی بناء پر حضرت مفتی صاحب کو پھر دوبارہ محنت کرنی پڑی، اور منتشر اوراق جوڑنے پڑے۔ اسی کو جناب عزیزی صاحب لکھ رہے ہیں کہ، ...... ''بڑی چالاکی سے ہیر پھیر کر کے میری ساری محنت پر پانی پھیر دیا'' ...... ایسا لگتا ہے کہ مفتی صاحب کو عزیزی صاحب سے کوئی دشمنی تھی، انھوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ، آخر پٹنہ مفتی صاحب ہی نے تو ان کو بلایا تھا، اور ان کی خدمات حاصل کی تھیں، اگر ان کو عزیزی صاحب کی محنت پر پانی پھیرنا تھا تو بلاتے ہی کیوں اور کئی روز تک ان کی معقول ضیافت کیوں کرتے؟ اور ان کی آمدورفت کے سارے اخراجات کیوں برداشت کرتے، کچھ نذر بھی کیوں دیتے؟

مذکورہ بالا دونوں بے بنیاد باتیں لکھتے وقت عبدالنعیم عزیزی صاحب کو سوچنا اور غور کرنا چاہیے تھا، کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں، اور کس عظیم شخصیت کے بارے میں ایسی بات لکھ رہے ہیں، عزیزی صاحب کا مفتی صاحب کو اس طرح مطعون کرنا اور وہ بھی بے بنیاد باتوں پر حیرت انگیز اور جرأت بے جا ہے، اب ایک بات اور مَیں گوش گزار کردوں کہ کتاب کی ترتیب و تدوین اور نظر ثانی میں حضرت مفتی صاحب نے جو کد و کاوش کی ہے اس کو کچھ وہ ہی جانتے ہیں یا راقم الحروف، کیوں کہ مَیں شروع سے آخر تک حضرت مفتی صاحب کے شریک کار رہا۔ لیکن حضرت مفتی صاحب نے اس کی ترتیب و تدوین کا ایک پیسہ محنتانہ آج تک کسی سے وصول نہیں کیا۔ شروع میں جناب سید ولی الدین صاحب رضوی بانی الجامعۃ الرضویہ مغلپورہ پٹنہ نے اپنے طور پر اخراجات کیئے اور پھر بعد میں الجامعۃ الرضویہ کے فنڈ سے اخراجات ہوئے، جواب تک کسی بھی ناشر سے وصول نہ ہوسکے، ...... پوری جماعت کو سید ولی الدین صاحب رضوی اور حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی کا شکر گزار ہونا چاہیے، بلکہ ان دونوں کو ایوارڈ ملنا چاہیے کہ ایک گم شدہ خزانے کو منظر عام پر لانے میں انتھک محنت کی اور اور اپنا ذاتی کوئی نفع اس سے متعلق نہ رکھا، وقت اور مال دونوں خرچ کیا اور محض لوجہ اللہ، ...... جو لوگ مخلص نہیں ہوتے وہ دوسروں کو بھی اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں۔

جو لوگ تحقیق و تدوین کا کام کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کسی کتاب کو منظر عام پر لانے میں کتنی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کتاب چھاپنا، فروخت کرنا، اور اسے پڑھنا تو اس کے مقابلے میں بہت آسان ہے...... بعض لوگ حضرت مولانا محمود احمد قادری مظفر پوری صاحبزادہ حضرت امین شریعت کے بارے میں

بھی بہت غلط قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، میں سمجھتا ہوں حضرت مولانا بھی اپنے ارادے میں مخلص تھے، کسی ضخیم کتاب کو مسودے سے نقل کرنا، پھر اس پر ضروری حواشی اور اضافے تحریر کرنا آسان کام نہیں، مولانا یہی کررہے تھے۔ اس دوران پٹنہ کے کچھ احباب نے ان سے رابطہ قائم کیا، انھوں نے اعتماد کرکے اصل مسودہ حوالہ کردیا، پھر جب اشاعت میں تاخیر ہوئی تو انھوں نے سخت تقاضا کیا اور جب یہ تقاضا تلخی میں تبدیل ہوگیا تو انھوں نے اپنا مسودہ واپس لے لیا، دوبارہ حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب نے کئی سال بعد اس کی حصولیابی کی کوشش فرمائی، جب مسودہ دوبارہ ملا تو اب اس پر نظر ثانی، کتابت وتصحیح کا کام اتنا لمبا تھا کہ سالوں لگ گئے، کمپیوٹر کی کتابت سے پہلے دستی کتابت کی کوشش ہوئی جب اس میں ناکامی ہوئی تو باضابطہ اسی کام کے لیے کمپیوٹر لگایا گیا، (مع لوازم کے) اس پر کافی اخراجات آئے۔ ایک اہلِ خیر نے جزوی رقم بطور امداد دی جو کل اخراجات کی بمشکل چوتھائی تھی، کمپیوٹر لگ جانے کے بعد مناسب آدمی کی تلاش ہوئی۔ حسنِ اتفاق سے مولانا محمد افروز القادری چریاکوٹی مل گئے جنھوں نے بڑی محنت سے پوری کتاب کمپوز کی اور پورے اخلاص کا ثبوت دیا۔ پھر کتابت بذریعہ کمپیوٹر مکمل ہونے پر اس کی اشاعت کے لیے سال سے کچھ زائد لگ گئے۔ ہر ناشر یہی کہتا تھا کہ بس ہمیں دے دیجئے کوئی ضروری اخراجات کی ادائیگی بروقت کرنا تو دور کی بات ہے وعدہ بھی کرنے کو تیار نہیں تھا، اس طرح لمبے عرصے تک طباعت کے انتظار میں کتاب پڑی رہی۔ بالآخر فخر قوم وملت، محسن اہل سنت عاشق اعلیٰ حضرت ومفتی اعظم جناب الحاج سعید نوری بانی رضا اکیڈمی ممبئی سے جب کئی بار رابطہ کیا گیا تو وہ تیار ہوگئے اور ضروری اخراجات ادا کرنے کا وعدہ بھی کیا تاکہ الجامعۃ الرضویہ کا جو خرچ ہوا ہے وہ اسے مل جائے اور انشاء اللہ امید ہے کہ وہ ضرور مل جائے گا۔ اور ابھی ابھی اس تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ جز رقم جناب نوری صاحب نے ادا بھی فرمادی ہے، فجزاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین خیرا۔

جیسا کہ میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ رضا اکیڈمی والوں نے پچاس نسخے دیے جنھیں ولی الدین صاحب نے اہل علم حضرات کو ہدیہ کردیے اور بعض اہم جامعات اور لائبریری کو دے دیے، تاکہ کتاب اہل علم حضرات تک پہنچ جائے اور محفوظ ہوجائے۔ لیکن دوسرے ناشرین نے تو ایک کاپی بھی بھیجنی گوارہ نہ کی۔ چہ جائیکہ وہ اخراجات کا کوئی حصہ ادا کرتے، یا وعدہ ہی کرتے، جبکہ مزید دو جگہوں سے یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

شاید کتاب پڑھنے والے عام قارئین اس سے واقف نہ ہوں کہ پہلے دستی کتابت میں کتابوں کی تصحیح آسان تھی بالعموم ایک بار میں کتاب صحیح ہوجایا کرتی تھی، بہت کم غلطیاں رہ جایا کرتی تھیں، لیکن کمپیوٹر کمپوزنگ میں بار بار دیکھنے کے بعد بھی غلطیاں کچھ زیادہ رہ جاتی ہیں، اس طرح بھی اس کتاب میں محنت زیادہ صرف ہوگئی اور وقت بھی لگا۔

حضرت مفتی صاحب نے اس کتاب کی از سرنو تدوین کی تو اس میں اس کتاب کو زیادہ مفید بنانا ہی مقصود تھا، حصہ اوّل کو بھی از سرنو ترتیب دیا گیا۔ تا کہ مکرر واقعات حذف یا یکجا ہو جائیں، ایک ہی واقعہ "حیاتِ اعلیٰ" حضرت اوّل میں دو اور بعض تین مقامات پر تھا، ظاہر ہے ان کو یکجا کرنا یا مکرر کو حذف کرنا ہی ضروری تھا۔ یوں ہی الملفوظ کے اکثر حصے بھی لفظ بہ لفظ شامل کتاب تھے، ان کو بھی حذف کر دیا گیا۔ ورنہ کتاب کی ایک جلد اور بڑھ جاتی، قارئین کو خریدنا دشوار ہوتا۔ اور پڑھنے کے بعد ہر آدمی یہی کہتا، یہ تو بعینہ الملفوظ ہے، اس کو شائع کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اب تدوینِ جدید میں مذکورہ باتوں کا لحاظ کوئی بھی اہل علم نہیں کہے گا کہ نامناسب ہے۔ بلکہ ہر آدمی، یہی کہے گا کہ یہی ہونا چاہیے تھا۔

ایک صاحب خیر نے جو بھدوہی کے رہنے والے ہیں صرف ایک جلد کی اشاعت کے لیے رقم دی، انتظار تھا کہ دو جلدوں کی ذمہ داری کوئی لے لے تو ایک ساتھ تینوں جلدیں چھاپ دی جائیں، مگر کوئی نہ مل سکا، اور جناب محمد سعید نوری صاحب نے جب آمادگی ظاہر کی تو فرمایا کہ تینوں جلدیں رضا اکیڈمی ہی سے چھپیں گی۔ اس طرح ان صاحب کی رقم صرف نہ ہو سکی، جو ان کی ہی خواہش کے مطابق ایک جلد کے لیے بطور امانت ہے جو ابھی تک ہمیں دستیاب نہ ہو سکی۔ فاروقی صاحب نے لاہور سے جو کتاب طبع کرائی ہے وہ میری نظر سے نہیں گزری کہ فیصلہ کیا جاتا کہ اس میں کون کون سا حصہ شامل ہے اور کیا حذف ہے۔ یہ داستان تفصیل سے میں نے اس لیے لکھ دی تا کہ اس سلسلے میں بدگمانیاں دور ہوں اور حقائق سے لوگ آگاہ ہو جائیں اور بلاوجہ کی الزام تراشیوں سے بچیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ فقیہ عصر حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب رضوی جیسا محقق اور جناب سید ولی الدین جیسا مخیر نہ لگتا اور راہ کی ساری دشواریوں کو طے نہ کرتا تو شاید کتاب اب تک منظر عام پر نہ آتی، اور اگر آتی تو اس قدر عمدہ انداز میں نہ آپاتی۔

کتاب کے مسودے کے حصول سے لے کر طباعت و اشاعت تک تحریری و زبانی ہر طرح سے جو سخت تقاضے ہوئے اور طعن و تشنیع تک نوبت آئی، انہیں برداشت کرنا اور خندہ پیشانی سے جواب دینا بھی کوئی آسان کام نہ تھا، حتی کہ صاحبزادۂ ملک العلما ڈاکٹر مختار الدین احمد (سابق صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کو بھی غلط فہمی میں ڈالنے کی کوشش کی گئی اور ان تک رائلٹی والی جھوٹی بات پہنچائی گئی۔ موصوف نے ناچیز راقم الحروف سے رابطہ قائم کیا تو ناچیز نے انہیں مطمئن کیا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا ہے یہ سب غلط اور جھوٹا پروپیگنڈہ ہے، ڈاکٹر صاحب کو اطمینان ہو گیا، پھر انھوں نے کہا اس سلسلے میں کچھ تحریر نہیں فرمایا،.........

☆ پیر زادہ اقبال احمد فاروقی، مدیر اعلیٰ جہانِ رضا، لاہور، پاکستان

آپ کے افکارِ رضا کے دونوں شمارے بیک وقت ملے۔ شکریہ قبول فرمائیے۔ آپ کے احباب میں تقسیم کردیئے گئے ہیں۔ آپ نے علامہ کوکب نورانی صاحب کا سفرنامہ جنوبی افریقہ اور ہندوستان شائع کرکے اچھا کیا ہے، "جامِ نور" دہلی نے بھی شائع کیا ہے۔ کوکب صاحب آپ کی اس روش پر بہت خوش ہیں۔

"جہانِ رضا" جولائی ۲۰۰۴ء چھپ کر آگیا ہے۔ آپ کی خدمت میں ارسال کیا جارہا ہے۔ اُمید ہے جہانِ رضا کے شائقین ہندوستان بھر میں آپ کی وساطت سے حاصل کرکے خوش ہوں گے۔ آپ ایک عرصہ سے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ افکارِ رضا کے ساتھ ساتھ جب جہانِ رضا جاتا ہے تو سارے ہندوستان کے علما خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ بعض مضامین، کتابوں اور رسائل میں جہانِ رضا کے حوالے آتے ہیں تو آپ کی نوازش پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ دونوں رسالے دوسرے رسالوں کی نسبت چھوٹے اور سادہ ہیں مگر اپنی بعض خصوصیات کی وجہ سے علمی حلقوں میں بے حد پسند کیے جاتے ہیں۔

"حیاتِ اعلیٰ حضرت" کا سارا ایڈیشن تقریباً ختم ہوگیا ہے۔ اب ہندوستانی ایڈیشن کراچی لاہور سے چھاپ چھاپ کر کئی ناشر فروخت کررہے ہیں۔ چلو حضرت کا ستر سال بعد فیضان عام ہوا ہے۔ آپ کو "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کی اشاعت پر کچھ تردّد ہوا ہے اس کی وضاحت کروں گا۔ جسے افکارِ رضا کے کسی شمارے میں شائع کردیں تاکہ آپ کے قارئین پر صحیح صورتِ حال سامنے آجائے۔

مبارک حسین مصباحی صاحب کی کتاب "افتراق بین المسلمین کے اسباب" نے بھی ہمارے حلقۂ احباب سے خراجِ تحسین حاصل کیا ہے۔ اچھے تاثرات آئے ہیں۔

مخدومِ اہلسنّت الحاج سعید نوری صاحب نے مفتی اعظم ہند کے چھوٹے چھوٹے رسالے شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ ایک اچھا اقدام ہے۔ گجرات سے مولانا عبدالستار ہمدانی نے اپنی علمی کاوشوں پر ایک اشتہار بھیجا ہے۔ جو جہانِ رضا میں چھپا ہے۔ ان کی اس کوشش کو پاکستان کے علماء اہلسنّت نے سراہا ہے۔ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی نے ان کی تصنیف "فنِ شاعری اور حسان الہند" چھپوا کر اچھا کام کیا ہے۔ یہ ایک خصوصی طبقہ کے لیے بڑی اہم کتاب ہے۔ اور فنِ شاعری کے واقف لوگ ضرور اس کی قدر کریں گے۔

☆ خلیل احمد رانا، جہانیاں منڈی، پنجاب، پاکستان

السلام علیکم! امید ہے مزاج بخیر ہوں گے، مَیں اس قابل نہیں کہ اہلِ علم کی کاوشوں پر کوئی تبصرہ کرسکوں، چند باتیں اس ناقص ذہن میں آئی ہیں، وہ عرض کرتا ہوں۔

سہ ماہی ''افکار رضا'' کے دو شمارے جنوری تا مارچ ۲۰۰۴ء اور اپریل تا جون ۲۰۰۴ء موصول ہوئے ،شکریہ۔شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۴ء کا اداریہ ''حیاتِ اعلیٰ حضرت کی کہانی'' حقیقت پر مبنی ہے، اگر پاکستانی ناشر حضرات تاجرانہ نکتہ نظر کو چھوڑ کر مسلک اہل سنت کی بھلائی کے لیے مربوط ہو کر کام کریں تو لٹریچر بہتر طور پر متعارف ہو سکتا ہے۔

محترم ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب اپنا مضمون ''ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ'' بڑی محنت اور تحقیق سے لکھ رہے ہیں، اس مضمون میں دیوبندی شیخ الہند کا نام ''محمود الحسن'' لکھا جاتا ہے، جب کہ ان کا درست نام ''محمود حسن'' ہے، چونکہ یہ دیوبند کے رہنے والے تھے اس لیے محمود حسن دیوبندی بھی لکھا جاتا ہے۔

محترم ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب ایم اے پی ایچ ڈی کا مضمون ''فتاویٰ مصطفویہ کا ایک تجزیاتی مطالعہ'' تحقیقی مضمون ہے، اس مضمون کو فتاویٰ مصطفویہ کے ساتھ شائع ہونا چاہیے۔

فتاویٰ مصطفویہ کے حوالے سے ایک بات یاد آ گئی جو کافی دنوں سے ذہن میں کھٹک رہی ہے کہ کتاب ''مفتی اعظم اور ان کے خلفاء''، جلد اول، مرتبہ مولانا محمد شہاب الدین رضوی بہرائچی، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۰ء کے صفحہ ۱۰۰ پر مولانا مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری صاحب نے حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفےٰ رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیفات کا تعارف کراتے ہوئے کتاب ''سل الحسام الہندی لنصرۃ سید خالد النقشبندی'' کو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی تصنیف بتایا ہے، جب کہ یہ بات درست نہیں، یہ کتاب علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) کی تصنیف ہے۔ (عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، جلد ۹، مطبوعہ بیروت، لبنان، صفحہ ۷۷)

مفتی سید شاہد علی رضوی صاحب نے اس بارے میں فتاویٰ مصطفویہ جلد اول، مطبوعہ مکتبہ رضا بیسلپور ضلع پیلی بھیت (یوپی) ۱۳۹۷ھ، صفحہ ۹ کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ فتاویٰ مصطفویہ کے اس اڈیشن کے صفحہ ۹ پر ایسے کوئی شواہد نہیں ملتے کہ یہ تصنیف حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی ہے۔ فتاویٰ کے صفحہ نمبر ۹ پر سطر نمبر ۲ سے مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی عبارت، علامہ شامی کے قول سے شروع ہوتی ہے جو سطر نمبر ۶ تک ہے، پھر سطر نمبر ۷ پر مفتی اعظم نے علامہ شامی کی عبارت کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ علامہ شامی نے ''پھر قلت لکھ کر مقطع کا بند یہ فرمایا جس نے وہابیہ کو بالکل ہی ذبح کر دیا اور ان کی رگِ گردن یکسر قطع فرما دی''، پھر سطر نمبر ۱۱ تک علامہ شامی کی عربی عبارت نقل کی جس میں علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ''سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی'' کا ذکر کیا ہے۔ احقر نے یہ بات ریکارڈ کی درستی کے لیے عرض کر دی ہے۔

راقم الحروف کے مضمون ''علامہ بحر العلوم مولانا شاہ محمد گل قادری قدس سرہٗ'' میں کتابت کی چند درج

ذیل غلطیاں ہیں، امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہٗ نے مولانا شاہ محمد گل قادری علیہ الرحمہ کی تاریخ وفات جو عربی نظم میں لکھی ہے، اس کے پہلے شعر کے پہلے مصرعہ میں لفظ "النحد" کے بجائے "النجد" ہے۔ شعر نمبر۲ کے مصرعہ نمبر۲ میں لفظ "الثلمته" کے بجائے "لثلمته" ہے۔ شعر نمبر۴ کے مصرعہ نمبر۲ میں لفظ "انه" کے بجائے "الله" ہے۔ شعر نمبر ۶ مصرعہ نمبر۱ میں لفظ "ذالزهر" کے بجائے "ذا الزهر" ہے۔ شعر نمبر ۷ کے مصرعہ نمبر۱ میں لفظ "حبز" کے بجائے "حبه" ہے۔ (سہ ماہی افکار رضا، ممبئی شمارہ جنوری تا مارچ ۲۰۰۴ء صفحہ ۴۸) اسی طرح اسی شمارہ کے صفحہ ۵۲ سطر ۱ میں لفظ "کرکم" کے بجائے "کسرکم" ہے۔

سہ ماہی "افکار رضا" شمارہ اپریل تا جون ۲۰۰۴ء کے ٹائیٹل پر امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کے بارے میں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے تاثرات کے آخر میں جو فقرہ ہے کہ "بایں ہمہ ان کی طبیعت میں شدت زیادہ تھی۔ اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خان گویا اپنے دور کے امام ابو حنیفہ ہوتے"۔

اس شدت کے بارے میں پاکستان کے مشہور صحافی، ادیب، کالم نگار (روز نامہ امروز لاہور)، مدیر ماہنامہ "سیارہ ڈائجسٹ لاہور" مقبول جہانگیر صاحب (متوفی ۱۹۸۵ء) اپنے مضمون "اعلیٰ حضرت بریلوی" میں لکھتے ہیں!

> "اقبال نے اعلیٰ حضرت کے ہاں جس "شدت" کا ذکر فرمایا ہے، اس میں نفسانیت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی سوزش تھی جسے حدت کہہ لیجیے یا شدت۔ اور یہ شدت بھی صرف اعدائے خدا و رسول کے لیے تھی، ورنہ اعلیٰ حضرت تو ہر مومن اور ہر اہل محبت کے لیے سراپا لطف و کرم تھے یا بقول اقبال، جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم"۔

(ماہنامہ "اُردو ڈائجسٹ لاہور" سالنامہ نمبر، شمارہ اپریل ۱۹۷۵ء، صفحہ ۴۹)

اسی شمارہ میں جناب محمد نعیم احمد برکاتی صاحب کا مضمون "اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی ترجمانی قاسم نانوتوی کی زبانی" بھی شامل ہے، قاسم نانوتوی کے کلام میں شفاعت کا ذکر تو ہے مگر کلام میں وہ شدت کی ترجمانی نہیں جس سے طبیعت میں ذوق آجائے مثلاً حضرت امیر مینائی کا شعر ہے ؎

وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روز حشر — چیخ اٹھا ہر بے گنہ میں بھی گنہ گاروں میں ہوں
بے گناہوں میں چلا زاہد جو اس کو ڈھونڈنے — مغفرت بولی اِدھر آ میں گنہ گاروں میں ہوں

مولانا حسن رضا بریلوی کا شعر ہے ؎

مجمع محشر میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے — ڈھونڈنے نکلی ہے مجرم کو شفاعت تیری

برکاتی صاحب نے اسی مضمون میں قاسم نانوتوی کے عقیدہ حیات النبی کا ذکر بھی کیا ہے۔ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ حیات النبی کے بارے میں قاسم نانوتوی کا عقیدہ وہ نہیں جو عام مسلمانوں اور اہل سنت کا ہے بلکہ ان کے عقیدے کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کی موت کے وقت اس کی روح قبض ہو کر بدن سے باہر نہیں نکلتی بلکہ اسے سمیٹ کر نبی کے قلب مبارک میں محفوظ و مستور کر دیا جاتا ہے، پھر بعد از دفن اسے تمام جسم میں پھیلا دیا جاتا ہے اور اس طرح نبی جسم اور روح کا مجموعہ ہی رہتا ہے۔

لیکن ہمارے نزدیک انبیا علیہم السلام کی موت کے یہ معنی بیان کرنا کہ ان کی روحیں ان کے ابدان شریفہ سے باہر نہیں نکالی جاتیں، بلکہ انہیں سمیٹ کر اور قبض کر کے ان کے قلوب مبارکہ کے اندر ہی محفوظ کر دیا جاتا ہے، قطعاً غلط اور باطل محض ہے۔

موت اور قبض روح کے الفاظ قرآن و حدیث میں وارد ہیں۔ الفاظ قرآن و حدیث کے ایسے معنی بیان کرنا جو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں نہ صحابہ کرام سے، نہ امت مسلمہ میں سے کسی نے وہ معنی بیان کیے ہوں۔ ایسے معنی الفاظ قرآن وکلمات حدیث کے بیان کرنا بہت بڑی جرأت اور دین میں فتنۂ عظیم کا دروازہ کھولنا ہے، درحقیقت اسی کا نام بدعت سیۂ ہے۔ قاسم نانوتوی کی کتاب ''آبِ حیات'' میں یہی مسلک اختیار کیا گیا ہے اور روشن چراغ پر ہانڈی رکھنے کی مثال دی گئی ہے۔ (دیکھیے آب حیات، مطبوعہ مطبع قدیمی دہلی، ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء، صفحہ ۱۶۰)

ہمارا مسلک یہ کہ ہر نبی روح مبارک عند الوفات جسم شریف سے قبض ہو کر باہر نکلتی ہے اور رفیق اعلیٰ کی طرف جاتی ہے، جیسا کہ صحیحین و دیگر کتب احادیث میں وارد ہے کہ وفات شریف کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام اللھم الرفیق الاعلیٰ تھا، چنانچہ علما محدثین نے اسی حدیث کو ارواح انبیا علیہم السلام کے اعلیٰ علیین کی طرف صعود کرنے کی دلیل ٹھہرایا ہے۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے کتاب ''حیات النبی'' از علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)

امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ اہل سنت کا عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے　　　مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد ان کی حیات　　　مثل سابق وہی جسمانی ہے

یہ چند گذارشات تھیں جو عرض کردی ہیں۔ والسلام

☆ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری عطاری، برہان شریف (اٹک) پاکستان

امید واثق ہے آپ بخیریت ہونگے اور کار رضا میں مصروف ہونگے۔ رضوی صحافت میں ''افکار رضا

"کا ایک مقام ہے ۔آپ جس محنت اور لگن سے اسے ترتیب دے کر شائع کرتے ہیں اس پر ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔

مجھے کل ممبئی سے ایک رجسٹرڈ پارسل موصول ہوا جس میں افکار رضا شمارہ نمبر ۱۸، شمارہ نمبر ۳۵، شمارہ نمبر ۳۶، یادگار رضا ۱۹۹۹ء (جس میں راقم کا مضمون شامل ہے) اور" امام احمد رضا کی بارگاہ میں علی میاں ندوی کا دوہرا کردار" ملفوف تھیں۔

افکار رضا شمارہ نمبر ۳۵ کے مقالہ نگاروں میں میرے مہربان اور قدر دان محترم خلیل احمد رانا صاحب نہایت نمایاں اور روشن ہیں ۔تحقیق و جستجو میں اپنا ثانی نہیں رکھتے،پیش نظر شمارے میں آپ کے تین مقالات شامل ہیں ۔مفسر قرآن امام احمد الصاوی المالکی الخلوتی المصری علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر ایک محققانہ اور عارفانہ لکھا جو پیش نظر شمارے کی زینت ہے ۔صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کے شیخ و استاد بحر العلوم مولانا شاہ محمد گل قادری کابلی علیہ الرحمہ پر بے مثال مقالہ بھی افکار رضا کے پیش نظر شمارے کی زینت ہے۔ایک مختصر مقالہ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ سے اپنی آخری ملاقات کی روئیداد دل پذیر کو صفحۂ قرطاس پر لائے ہیں، یہ ان کو ایک اچھا خیال آیا ہے، دعا ہے کہ خلیل احمد رانا صاحب اسی طرح اپنے تحقیقی مقالات سے رضوی صحافت کو مستفیض فرماتے رہیں، اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

کنزالایمان کے ادبی محاسن پر محترم ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کے بے نظیر مقالہ "کنزالایمان کا لسانی جائزہ" کی ایک قسط پیش نظر شمارے کی زینت ہے۔راقم نہایت بے تابی کے ساتھ ان کے اس بے نظیر مقالے کو کتابی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے۔ قرآنیات کے باب میں یہ گراں قدر اضافہ ہوگا، اور اربابِ علم و دانش اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب نے شہزادۂ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمہ کے "فتاویٰ مصطفویہ" کا ایک تجزیاتی مطالعہ کیا ہے اور اسے صفحہ قرطاس پر لائے ہیں، فتاویٰ کی دنیا میں "فتاویٰ مصطفویہ" کی اہمیت و افادیت اظہر من الشمس ہے۔ضرورت ہے کہ اہل سنت کے تمام فتاویٰ رفتہ رفتہ منظر عام لائے جائیں۔

"بغداد کی تباہی اور غوث اعظم رضی اللہ عنہ" محترم ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی صاحب کا ایک بروقت مقالہ ہے، جو نجدیوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ ...... محترم خورشید احمد سعیدی صاحب ردِّ عیسائیت میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، اس بار بھی ان کا مقالہ "مکالمہ بین المذاہب پس پردہ اغراض کیا ہیں" شامل اشاعت ہے، جو خالص تحقیقی نوعیت کا ہے۔ ...... "روداد پاکستان" کے نام سے آپ کا سفر نامہ نہایت دلچسپ ثابت

ہوا ہے، اس میں علما کرام سے ملاقاتیں، ان کی باتیں، حسین یادیں اور کار رضا کے حوالہ سے معنی خیز گفتگو نے اس سفر نامہ کی اہمیت و افادیت میں اضافہ کردیا ہے۔ ...... "رضا نامے" ایک مستقل سلسلہ ہے، جس میں رضا شناس اپنے خیالات و جذبات کا اظہار کرتے ہیں، اس بار مولانا عبدالمبین نعمانی، خلیل احمد رانا اور محمد عارف جامی کے رضا نامے شمارے کی زیب و زینت ہیں۔

افکار رضا شمارہ نمبر ۳۶ میرے سامنے ہے، اس میں شامل تمام مندرجات بھی قابل مطالعہ ہیں، حسب روایت ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مقالہ "کنزالایمان کا لسانی جائزہ" سرفہرست شامل ہے۔

محترم محمد نعیم برکاتی صاحب نے ایک مقالہ "اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی ترجمانی قاسم نانوتوی کی زبانی" قلم بند فرمایا ہے، اچھی کوشش ہے لیکن نانوتوی کلام رضا کے ترجمان ثابت نہیں ہوسکے۔ اب اسی طرح نعیم برکاتی صاحب ایک مقالہ "قاسم نانوتوی کی کارستانی اعلیٰ حضرت کی زبانی" بھی قلمبند فرمادیں تاکہ حساب برابر ہوجائے۔

"اک سائبانِ نور ہے سر پر قدم قدم" کے عنوان سے مملکت خداداد پاکستان کے نامور خطیب، مصنف، ادیب اور محقق خطیب العصر علامہ کوکب نورانی مدظلہ کا سفرنامہ شامل ہے، آپ سفرنامہ کچھ اس انداز میں قلم بند فرماتے ہیں کہ قاری پڑھتے وقت اپنے آپ کو مولانا کوکب نورانی کے ہمراہ محسوس کرتا ہے، مولانا نے اپنے سفرنامہ میں اہل سنت سے تعلق رکھنے والے ہر شعبہ زندگی کے دردمندوں کا تعارف کرایا اور ان سے ملایا ہے، اس سفرنامہ میں علامہ کوکب نورانی صاحب نے تقریباً سو اہم شخصیات کا کسی نہ کسی حوالہ سے تذکرہ کیا ہے، عصر حاضر کی بعض شخصیات کا تذکرہ پڑھ کر ان سے بے اختیار مصافحہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ خالص تبلیغی سفر آپ ہی کے ایماء پر کیا گیا اور آپ بھی سائے کی طرح علامہ کوکب نورانی صاحب کے ساتھ آخر دم تک رہے، اس پر آپ کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

پیش نظر شمارہ اداریہ کے بغیر ہے البتہ شمارہ نمبر ۳۵ میں "حیات اعلیٰ حضرت کی کہانی" کے نام سے نہایت اہم اداریہ، یہ میرے ضمیر کی آواز ہے، "حیات اعلیٰ حضرت" ستر سال کے بعد چھپی تو دو مختلف انداز میں چھپی، ستر سال میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کئی نئی تحقیقات سامنے آئیں، چاہیے تو یہ تھا کہ جدید اڈیشن عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق منظر عام پر لایا جاتا، اس پر مفید حواشی قلم بند ہوتے، مختلف ابواب ہوتے، قلمی نوادرات کے عکس ہوتے، بہرکیف چھپ کر سامنے آگئی تو اب آئندہ کوئی فاضل اس پر کام کرے، اگر نہ چھپتی تو یہ بھی ضائع ہونے کا اندیشہ تھا، دونوں ناشر شکریہ کے مستحق ہیں، مولانا مطیع الرحمٰن رضوی اور پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کو ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے کہ وہ اس بنیادی مآخذ کو منظر عام پر لائے۔

☆علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی، کراچی

سہ ماہی ''افکارِ رضا'' کے دو شمارے مجھے حضرت پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی نے لاہور سے بجھوائے اور پھر آپ کے بھیجے ہوئے بھی پہنچے، بہت شکریہ جزاکم اللہ تعالیٰ

آپ نے میرا لکھا ہوا ''سفرنامہ'' شاملِ اشاعت کیا۔ چھ دن کی اس ''بھارت یاترا'' کا احوال آپ نے بچشم خود ملاحظہ کیا کہ ایک دن بھی مجھے نیند پوری کرنے کی مہلت نہیں ملی' اپنی یادداشت کے مطابق قلم برداشتہ یہ سفرنامہ تحریر کیا تھا اور سفرنامے لکھتے ہوئے میرا مقصد متحرک افراد اور مستعد اداروں کا تعارف ہوتا ہے یا پھر یہ خواہش پیش نظر ہوتی ہے کہ اہل سنت و جماعت میں رابطے بڑھیں۔ ہفت روزہ ''مسلم ٹائمز'' ممبئی اور ماہ نامہ ''جامِ نور'' دہلی میں بھی یہ سفرنامہ بالاقساط شائع ہورہا ہے۔ انھیں آپ ہی نے یہ تحریر فراہم کی ہوگی۔ اس طرح بڑے حلقے میں یہ تحریر پہنچے گی۔ شکریہ مجھے ان تمام لوگوں کے نام یاد نہیں رہے جو اس سفر میں ملے، ہر وہ شخص جس نے محبت سے پذیرائی کی، اس کے لیے دعا گو ہوں۔

آپ نے تو ''روداد پاکستان'' میں بھی مجھ گناہ گار کا تذکرہ کچھ زیادہ ہی کردیا۔ بھائی! آپ نے تو شرمندہ کردیا۔ شہرت کی تمنا تو میں نے کبھی نہیں کی، مجھے تو ہر دم دھڑکا لگا رہتا ہے کہ مجھ سے کوئی کوتاہی نہ ہوجائے۔ کاموں سے شغف ہے اور آرزو یہی ہے کہ کوئی تو ایسا کام کرسکوں جو نجات کا سامان ہو۔ میرے لیے خصوصی دعا کیا کریں۔

''افکارِ رضا'' کو آپ خاصی محنت سے تیار کرتے ہیں' عنوان ہی سے واضح ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی علیہ الرحمہ کی تعلیمات وتحریرات اور خدمات واثرات کو اجاگر کرنے اور پھیلانے کا نصب العین اپنائے ہوئے ہیں' آپ نے اس میں کامیابی ہی پائی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ آپ تنقیدی مضامین کے ساتھ ساتھ تحقیقی تحریریں بھی شامل کریں اور شخصیات، اداروں اور مراکز کا تعارف بھی کروائیں اور یہ بھی کوشش کریں کہ نوجوانوں کو تحریری طور پر شریکِ سفر بنائیں تاکہ واضح ہو کہ افکار رضا کی روشنی نے ان میں کتنا اجالا کیا ہے! خواتین کا حصہ بھی ضرور رکھیں۔ نئے نئے عنوان سے جانے کیسے کیسے علم پارے زینتِ قرطاس ہوجائیں گے۔ بس ایک خیال رکھیے گا کہ اپنے اردگرد موجود قابل قدر علمی شخصیات کی رہ نمائی سے خود کو کبھی محروم نہ کیجیے گا۔ تحریروں کی مقدار سے زیادہ ان کا معیار پیش نظر رہا تو عزت افزائی اور بھلائی ہی آپ کا حصہ ہوگی۔ مجھے آپ کے جذبوں کی قدر بھی ہے اور آپ کی محنتوں کا اعتراف بھی۔ اور میں آپ کے لیے دعا گو بھی ہوں۔

# اشاریہ سہ ماہی ''افکارِ رضا'' ممبئی برائے سال ۲۰۰۳ء

## جنوری تا مارچ ۲۰۰۳ء ٥ جلد ۹ شمارہ ۱ (۳۱) ذی القعدہ ۱۴۲۳ھ تا محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

| | |
|---|---|
| اداریہ | محمد زبیر قادری |
| ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ (قسط ۸) | ڈاکٹر صابر سنبھلی |
| حسان الہند علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی | غلام مصطفیٰ رضوی |
| اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی صحیح ترجمانی حکیم الامت کی زبانی | محمد نعیم برکاتی |
| قرآن میں تضاد نمبر ۱۶ | خورشید احمد سعیدی |
| انٹرنیٹ پر سنی رابطے | |

## اپریل تا جون ۲۰۰۳ء ٥ جلد ۹ شمارہ ۲ (۳۲) صفر المظفر تا ربیع الآخر ۱۴۲۴ھ

| | |
|---|---|
| کنزالایمان کی اشاعت اوّل اور صدر الافاضل کی دور اندیشی | شکیل احمد قریشی اعظمی برکاتی |
| شاہ ولی اللہ اور تصوف | نوشاد علی چشتی |
| انحرف از حقیقت | مولانا غلام غوث قادری |
| دیوبندیوں کی فقہ حنفی سے جہالت | اصغر علی مصباحی |
| اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور روحانی اقدار | نامعلوم |
| ایمان ہے قالِ مصطفائی | رابعہ جمیل |
| عیسائی علما تناخ کا متن اور ایک یہودی کا واویلا | خورشید احمد سعیدی |
| خلیفۂ رضا حضرت مولانا غیاث الدین کی نعتیہ شاعری | ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی |
| الحاج محمد سعید نوری معتمد ''رضا اکیڈمی'' ممبئی کی خدمات | غلام غوث قادری |

## جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء ٥ جلد ۹ شمارہ ۳ (۳۳) جمادی الاولیٰ تا رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

| | |
|---|---|
| ہلالِ اسلام۔ صلیب کی زد پر (اداریہ) | محمد منظر وسیم مصباحی |
| ترجمہ کنزالایمان کا لسانی جائزہ (قسط ۹) | ڈاکٹر صابر سنبھلی |

☆☆☆☆☆☆☆☆

تحریک فکر رضا
ہمارے مقاصد:
☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
☆ علماءِ اہلِ سنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکر رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔
☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔
فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجئے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مدد گار ہوگا۔
بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب
پیشکش:۔ محمد احمد ترازی